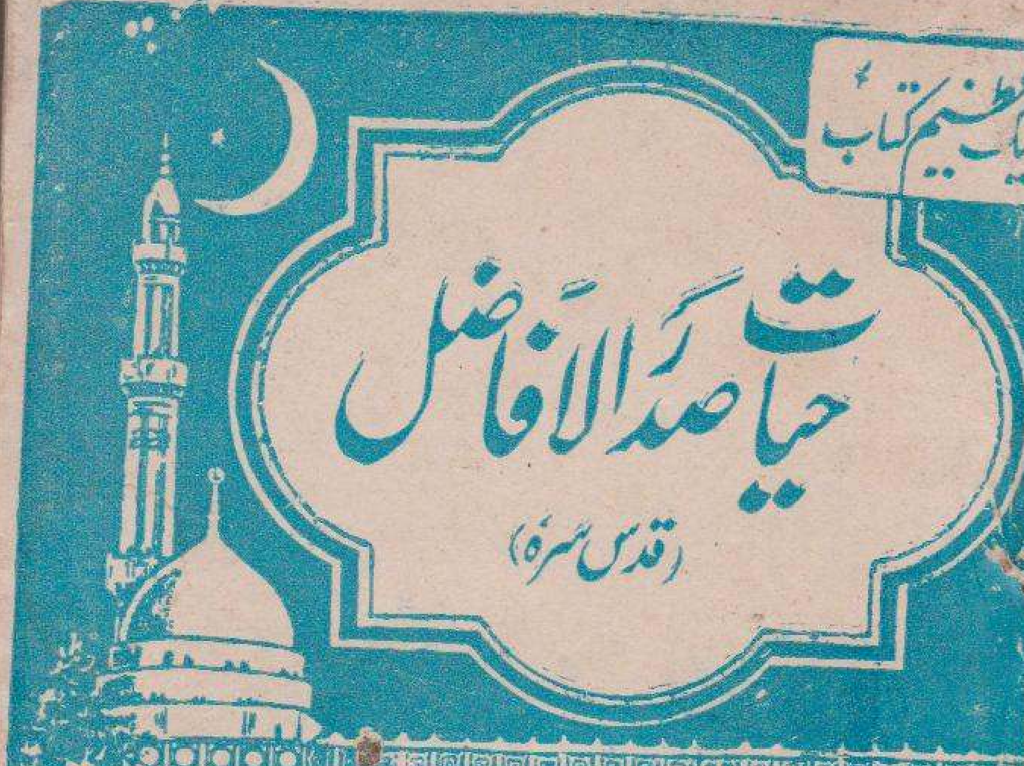
ایک عظیم کتاب

حیات صدر الافاضل

(قدس سرہ)



صدر الافاضل مولینا مفتی محمد نعیم الدین قدس سرہ

ناشر ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم موچی گیٹ لاہور

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ

تذکرہ

المعروف بہ

حیات صدر الافاضل

صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی حکیم سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے زندگی کے حالات طیبہ کے ساتھ مسلمانوں کی دینی و سیاسی رہنمائی اور علماء اہلسنت کے مجاہدانہ عظیم کارنامے، علمی و افادی مضامین کا بے مثل خزینہ

مرتبہ

فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی (ہالہ خیل)

یکے از مطبوعات

ادارہ نعیمیہ رضویہ، سواد اعظم موچی گیٹ لال کھوہ لاہور

بار دوم باضافات نظر ثانی

قیمت [redacted] روپے

اجمالی تذکرہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ

از زشحات قلم خلیفہ اعظم تلمیذ الاخص الاکرم "تاج العلماء" "سند الفضلاء" حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی محدث اعظم پاکستان کراچی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

حضرت کا اسم گرامی "محمد نعیم الدین" لقب "صدر الافاضل" "استاذ العلماء" ولادت مبارکہ ماہ صفر ۱۳۰۰ھ میں ہے، تاریخی نام "غلام مصطفٰے" ہے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب کے کئی فرزند قرآن کے حافظ ہو کر، راہی آخرت ہو چکے تھے اور اولاد کا عظیم صدمہ تھا۔ اس فرزند کی پیدائش پر نذر مانی کہ مولیٰ تعالیٰ اسے عمر طبعی عطا فرمائے تو خدمت دین کے لیے اس فرزند کو وقف کروں گا اور جہاد ہوگا۔ تو اس فرزند کو اپنے آگے دے کر میدان جہاد میں حاضر ہونگا۔ چنانچہ آپ نے یہ نذر پوری کی "خلافت کمیٹی" کے دور میں جب علماء اہلسنت پر حملے ہو رہے تھے اور ہندو مسلم اتحاد زوروں پر تھا حضرت صدر الافاضل کے خلاف وہابیہ نے مسلمانوں کو مشتعل کیا، اس وقت حضرت مولانا معین الدین صاحب نے فرمایا کہ یہی جہاد ہے جس کی میں نے نذر مانی تھی، اس جہاد میں اس نذر کو پورا کروں گا، ایک روز شہر میں بڑی شورش تھی، وہابیہ نے ایک جلسہ کر کے حضرت کے مقابل بڑی زہر افشانی کی اور ایک پہلوان نے سر مجمع تلوار دکھا کر کہا اس سے (حضرت کا نام لے کر) انہیں قتل کروں گا۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب نے ایک قطعہ تحریر فرمایا۔ جو کوٹھے آپ کی نشست گاہ میں دیوار پر لکھا تھا ؎

یاالٰہی بے خطا یہ جرم ہے میرا پسر دشمنی رکھتے ہیں اس سے کچھ فتنہ گر

تو برائے محمد مختار، بوجہ دعم دشمنان را دوست گردان دوستان دوست تر

حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب، تخلص، نزہت، لقب استاذ الشعراء ہے مراد آباد کی خواندہ آبادی ایک ربع حضرت مولانا معین الدین صاحب کی شاگردی کا شرف رکھتی تھی، حضرت موصوف نواب مہدی علی ذکی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ذکی کے شاگردوں میں حضرت مولانا کفایت علی صاحب کافی۔ مولانا محمد حسین صاحب تمنا، نواب شبیر حسن خاں صاحب تنہا، اور مولانا معین الدین صاحب نزہت بہت مشہور ہیں۔

حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب نے محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس وقت وہابی اپنی وہابیت کو بہت چھپاتے تھے چنانچہ مولوی محمد قاسم نے حضرت مولانا معین الدین صاحب کو میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی اجازت دی اور بہت برکت والا عمل بتایا۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب سے جب کہا گیا کہ محمد قاسم وہابی تھا، تو انہوں نے فرمایا، میں کس طرح مانوں مجھے خود انہوں نے میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی برکت سے خبردار کیا، اور اجازت دی ہے، جب موصوف کو فتاویٰ حسام الحرمین دکھایا، اور تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی، جس میں انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے، دکھائی اور عبارت تحذیر الناس کو فتاویٰ حسام الحرمین سے مطابق کیا، اس وقت موصوف نے ان کی بیعت فسخ کی ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تحریر فرمایا ہے

پھر اہوں میں اس گلی سے نزہت ہوں جس میں گمراہ شیخ و قاضی

رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی !

حضرت مولانا معین الدین صاحب کے والد ماجد کا نام نامی ، اسمِ گرامی مولوی امین الدین تخلص راسخ ہے جو اپنے زمانہ کے مشاہیر سے ہیں، آپ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

ہے خیالِ یار کا مسکن دلِ بیتاب میں — قید کرتے ہیں پری کو ہم چہ سیماب میں
دیکھ کر اس کی روشن پر عرق حیران ہو نہیں — آئینہ پر آب ہے اور آئینہ ہے آب میں
خاک ہے آغازِ راسخ اور ہے انجام خاک — پھونک دے اسبابِ عالم، عالم اسباب میں

مولوی امین الدین صاحب راسخ کے والد ماجد کا نام نامی کریم الدین، تخلص آزاد ہے، ذکی کے استاد ہیں۔ ملک الشعراء ذکی کہا کرتے تھے کہ جیسی اتم تشبیہ میرے استاد کے کلام میں ہے میں نے کہیں نہیں دیکھی "قاصد" کی حالت کے بیان میں تحریر فرمایا ؎

دو پائے تیز رفتارش برفتن — شدہ مقراض در منزل بریدن

جب حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی عمر شریف چار سال ہوئی تو رسم مکتب بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی تو حافظ سید نبی حسین صاحب سے قرآن مجید کا حفظ شروع ہوا۔ حافظ صاحب نابینا اور سخت مزاج تھے، ایک روز تشدد کے ساتھ تعلیم دے رہے تھے، ایک بزرگ کا گزر ہوا، انہوں نے حافظ صاحب سے فرمایا "حافظ صاحب آپ کو دیکھتا نہیں یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے اس پر اتنی سختی نہ کیجئے یہ منزل پر بہت جلد پہنچیگا" کچھ عرصہ کے بعد حافظ حفیظ اللہ خاں صاحب موصوف نے چار سال میں پورا قرآن مجید حفظ کرا دیا، حضرت آٹھ سال کی عمر میں حافظ ہو گئے،

اس کے بعد اپنے والد ماجد سے فارسی کی تعلیم حاصل کی اور حضرت مولانا

ابو الفضل فضل احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے عربی اور طب پڑھی، حضرت مولانا ابو الفضل صاحب ایسے مقدس بزرگ تھے کہ بیس۲۰ سال مسجد چوک حسن خان کے حجرہ میں قیام فرمایا، وہیں مطب بھی فرماتے تھے، ایسے مہذب کہ آسمان کی طرف نظر اٹھانا تو کیا معنی، کسی سے نظر ملا کر بھی کلام نہ فرماتے ہمیشہ نگاہ مبارک نیچی رہتی، تمام محلہ حضرت کے تقوے و پرہیزگاری کا معتقد تھا، نعت شریف سے عشق تھا، ہر جمعہ کو بعد نمازِ جمعہ مسجد چوک حسن خان میں نعت شریف کا جلسہ ہوتا۔ جس میں شہر کے امیر و غریب تمام لوگ شرکت کرتے حضرت موصوف کا یہ جلسہ ابھی تک جاری ہے، اور نعت خواں اب بھی بعد نماز جمعہ یہاں آکر نعت شریف پڑھتے ہیں۔

شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل صاحب کی
خدمت میں حاضری

مولانا ابو الفضل صاحب علیہ الرحمۃ صدر الافاضل کو جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول، شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ یہ صاحبزادہ نہایت ذکی و فہیم صاحب فہم مستقیم ہیں۔ سلّا حسن تک پڑھ چکے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی حضرت سے تکمیل کریں۔ حضرت نے قبول فرمایا کتب منطق و فلسفہ اقلیدس اور دورہ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہ سے فرمائی ۱۹ سال کی عمر میں تمام فنونات و دینیات سے فراغت پائی۔ ایک سال مشق فتویٰ نویسی و روایت کشی کی مشق فرمائی، سنہ ۱۳۲۰ھ میں بیس سال کی عمر میں دستار بندی ہوئی۔ مدرسہ امدادیہ میں نہایت

تزک و احتشام سے جلسہ منعقد ہوا ۔ علمائے کرام نے اس عالمِ ربانی فاضلِ حقانی کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نے دستار بندی کی تاریخ تحریر فرمائی ہے

ہے میرے پسر کو طلبا پر وہ تفضل — سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
زینت نعیم الدین کو یہ بخشے ستارے — دستارِ فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت ۱۳۲۰

جامع شریعت و طریقت، عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت سراپا برکت مولانا شاہ صوفی محمد حسین علیہ الرحمۃ نے جابجا شہر میں صدر الافاضل قدس سرہٗ کی وعظ کی مجلسیں ترتیب دیں اور حضرت صوفی صاحب موصوف کو حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی دستار بندی سے بڑی مسرت ہوئی۔

اب تو شہر میں حضرت کے بیان کا شہرہ ہو گیا اور روزانہ ہر ہر محلے میں بیانات ہونے لگے، اور شہر کے لوگ بڑے ذوق شوق سے شریک ہوتے اور وہابیہ کا اثر شہر سے کافور ہوا، اور اہل سنت کو فروغ حاصل ہوا۔

پیر کی تلاش

پیر کی جستجو میں پئے بیعت حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ جی میاں صاحب بڑی محبت و کرم سے پیش آئے، اور فرمایا کہ میاں مرادآباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں، میں مرادآباد جاتا ہوں تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، اور آپ جس ارادہ سے آئے ہیں آپ کا حصہ وہیں ہے۔ حضرت مرادآباد واپس

آئے تو حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا شاہ جی میاں صاحب کے ہاں ہو آئے اچھا پرسوں جمعہ ہے، نماز فجر کے بعد آئیے تو آپ کا جو حصہ ہے عطا کیا جائے گا، تیسرے روز جمعہ کو بعد نماز فجر حضرت مولانا شاہ محمد گل صاحب نے قادری سلسلے میں بیعت فرمایا، اور جو حصہ تھا عطا کیا، یہ بھی اولیاء کرام شاہ جی محمد شیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرض نہیں کیا تھا، مگر انہوں نے خود ارشاد فرما دیا کہ تمہارا حصہ وہاں ہے، یہاں حاضر ہو کر حضرت مولانا محمد گل صاحب کی خدمت میں کچھ عرض نہ کیا تھا بیعت کی تھا وہاں شاہ جی نے کیا فرمایا خود حضرت نے وہاں کی حاضری اور گفتگو شاہ جی میاں نے فرمائی تھی اس کی اطلاع دے دی۔ شاہ جی محمد شیر میاں صاحب نے چلتے وقت دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنانِ دین پر فتح مند رکھے اور بچے عطا فرمائے، مرادآباد آنے کے بعد ایک ہفتہ گزرا تھا کہ ایک ساتھ دو فرزند پیدا ہوئے۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے ملاقات

جودھپور کے ایک وہابی ادریس نامی نے نظام الملک میں ایک مضمون، اعلیحضرت کے خلاف شائع کیا، جس میں سب و شتم وافترا اور اعلیحضرت کی شان میں سخت گستاخیاں کی تھیں، صدر الافاضل کو یہ مضمون پڑھ کر بخار آگیا اور سخت تکلیف ہوئی، اگرچہ اعلیحضرت سے ملاقات نہ تھی، مگر اعلیحضرت کی تصانیف پڑھ کر عقیدت و محبت بہت زیادہ ہو گئی تھی، رات ہی اس مضمون کا رد تحریر فرمایا اور صبح نظام الملک اخبار کے دفتر میں جاکر اسے مضمون شائع کرنے پر آمادہ

کیا ایڈیٹر نے مضمون چھاپنے سے انکار کیا ، صدر الافاضل نے فرمایا کہ میرا مضمون تم چھاپو گے تو سنی خریدیں گے پھر اس کا جواب جو وہابی لکھے گا ۔ تو وہابی تمہارا اخبار خریدیں گے اس کے بعد میرا جواب الجواب شائع کرنا تمہارے اخبار کی اشاعت بہت بڑھ جائے گی ، یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے صدر الافاضل کا مضمون شائع کیا ۔ جب یہ مضمون شائع ہوئے تو اعلیٰحضرت کی خدمت میں خط پہنچے کہ آپ کا مضمون جو نظام الملک میں شائع ہوا ہے وہ ہمیں بھیجیے ۔ اعلیٰحضرت کو تعجب ہوا کہ میں نے تو کوئی مضمون نظام الملک میں نہیں بھیجا ، اہلسنت کی تائید میں کس کا مضمون شائع ہوا ، حاجی محمد اشرف صاحب[1] شاذلی مرادآباد سے اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ، انہیں اعلیٰحضرت نے تحریر فرمایا کہ نظام الملک کے ایک مہینے کے پرچے لیکر بریلی حاضر ہوں ، حاجی صاحب یہ پرچے لے کر بریلی حاضر ہوئے ، اعلیٰحضرت نے اس کے مضامین پڑھ کر بہت پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور دریافت کیا کہ یہ مضمون کن صاحب کے ہیں ، حاجی صاحب نے بتایا کہ مولانا محمد نعیم الدین صاحب ایک نوجوان فاضل ہیں ، ۱۹ سال کی عمر میں بڑی عمدہ استعداد رکھتے ہیں ۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا انہیں ساتھ لیکر آئیں ، حاجی صاحب مرادآباد آئے اور صدر الافاضل کو اپنے ساتھ لے گئے ، اعلیٰحضرت بڑے محبت کے ساتھ ملے ، اس کے بعد کوئی مہینہ خالی نہ جاتا تھا کہ بریلی حاضری نہ ہوتی ہو ۔

اعلیٰحضرت کو صدر الافاضل علیہ الرحمۃ پر وہ اعتماد تھا کہ جہاں سے مناظرے

[1] حاجی صاحب کو ان کے پیر کی دعا سے ایسی قوت حافظہ حاصل تھی کہ وہابیہ اور اہلسنت کی تمام کتابیں حفظ تھیں ، بے پڑھے لکھے آدمی تھے مگر مناظرہ میں معتبر ہوتے مناظر کو بتاتے جاتے کہ فلاں مضمون فلاں کی کتاب کا فلاں صفحہ پر ہے وہ صفحات نکالتے تو مضمون موجود ہوتا اسی طرح تمام کتب مناظرہ انہیں یاد تھیں ، بڑے مقدس بزرگ تھے ۔

کی دعوت آتی ۔ اعلیٰحضرت اکثر و بیشتر وہاں صدر الافاضل ہی کو بھیجتے ۔ نجیب آباد ضلع بجنور میں اشرف علی صاحب کے مقابلہ کے لیے ، اور ضلع بھاگلپور میں محمد علی مونگیری وغیرہ وہابیہ کے مقابل بریلی میں آریوں کے مقابل حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو منتخب فرمایا ، جس کا بیان آگے آئیگا ۔

مناظرے :۔ مناظرہ میں وہ ید طولیٰ حاصل تھا تمام کفار و بد دینوں سے مناظرہ فرماتے ، عیسائی ، آریہ ، روافض ، خوارج ، قادیانی ، وہابی ۔ غیر مقلد منکرین حدیث سب سے مناظرے کئے اور غلبہ پایا ، زمانہ طالب علمی میں ہی بہت سے مناظرے مزے کے ۔ مرادآباد محلہ گلشہید میں قبرستان کے قریب ایک آریہ رہتا تھا ، جو شخص قبرستان میں فاتحہ پڑھنے جاتا اسے بلا کر کہتا کہ روح تو کسی دوسرے قالب میں پہنچ گئی بیکار فاتحہ پڑھتے ہو اس سے کوئی فائدہ نہیں جاہل مسلمانوں کو بہکاتا ، حاجی محمد اشرف صاحب نے آکر یہ حال عرض کیا فرمایا چلو اور قبرستان میں جاکر فاتحہ پڑھی ، حسب عادت اس نے حضرت کو بھی بلایا اور جس طرح لوگوں کو بہکانے کے لیے تقریر کرتا تھا تقریر شروع کی حضرت نے روح کے متعلق اس سے سوال کیے ۔ وہ لاجواب ہوا ، اور بہت گھبرایا حضرت نے تناسخ کے باطل ہونے پر وہ دلیلیں قائم فرمائیں کہ وہ حیران ہوکر کہنے لگا ، میں نے آج تک کوئی ایسا محقق مسلمان نہیں دیکھا اور کہنے لگا ، اب میں کسی کو فاتحہ پڑھنے سے منع نہیں کروں گا ، میری تسلی ہو گئی ، مرادآباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے حضرت مسجد قلعہ سے جمعہ پڑھ کر واپس آرہے تھے ، ملاحظہ فرمایا کہ آریہ ، اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسہ کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے ، تو

وہاں سے فرار ہو گئے، اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے، حضرت نے فرمایا پنڈت جی آپ کا کیا اعتراض ہے، بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں اس نے بڑی تعلّی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے، آپ کیا جواب دیں گے حضرت نے فرمایا آپ اعتراض تو کیجئے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں، اس نے کہا کہ آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بی بی سے نکاح کر لیا، حضرت نے فرمایا کہ زید حضور کے بیٹے نہ تھے متبنّیٰ تھے، جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں، حضور نے کرم سے انہیں بیٹا فرمایا، شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا نہیں ہوتا، نہ وہ ورثہ پاتا ہے، وہ مرجائے تو نہ اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے، آریہ کہنے لگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے، اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں، حضرت نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہے، اسی کا بیٹا ہوتا ہے، صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا، سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ، مگر وہ کہتا ہے میں نہیں مانتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں، سنو مجمع والو میں کہتا ہوں پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے، بیٹے کی بی بی حرام اور بیٹے کی ماں حلال، تو تمہاری ماں میرے لیے حلال ہو گئی، کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں۔

فرمایا میرا مدعا ثابت ہو گیا جب آپ خود گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہو جاتا، یہ سنکر پنڈت مجمع میں چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے تھے، اب میں جاتا ہوں (یعنی مولوی قدرت اللہ مدرس شاہی مسجد) مجمع نے اس کے پیچھے تالیاں بجائیں۔

دہلی میں رامچندر نامی ایک آریہ بہت خوش آواز تھا، غیر مقلدین نے اسے کچھ قرآن مجید کی سورتیں بھی اچھے لہجہ کے ساتھ یاد کرا دی تھیں۔ بہت ہی دریدہ دہن تھا۔ بریلی میں اس نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا، مسلمانوں نے اس کا چیلنج قبول کیا، اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ کوئی عالم مناظرہ کے لیے مقرر فرما دیجئے، انہوں نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ابھی مراد آباد تار دو رات کو صدر الافاضل تشریف لے آئیں گے اور صبح مناظرہ شروع ہو جائے گا، تار کسی قدر تاخیر سے پہنچا، دن کا وقت گزر گیا، صبح کو صدر الافاضل نہ پہنچے تو حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رامپوری کو جو ایک بڑے جلیل فاضل تھے مناظرہ کے لیے پیش کر دیا اور رامچندر سے روح و مادہ کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی، جس وقت حضرت صدر الافاضل جلسہ گاہ میں پہنچے تو گفتگو جاری تھی، مگر علمی بحث سے عوام کو بالکل دلچسپی نہ تھی، حضرت صدر الافاضل نے حجۃ الاسلام سے فرمایا کہ اگر میں کلام شروع کرتا ہوں تو آریہ کہے گا کہ آپ کے مولوی صاحب ہار گئے اس لیے دوسرے مولوی صاحب کو کھڑا کیا ہے لہذا آپ صدر ہیں، اعلان کر دیجئے کہ گرمی کا وقت ہو گیا ہے، گیارہ بج گئے ہیں، بقیہ بحث رات کو ہوگی، حضرت حجۃ الاسلام نے اعلان فرمایا کہ سب لوگ اور ہر دو مناظر چند منٹ کے لیے ٹھہر جائیں، میں مجمع کو بتا دوں کہ پنڈت جی اور

مولانا صاحب کی گفتگو کا کیا نتیجہ نکلا، سب لوگ ٹھہر گئے، صدر الافاضل نے راجچندر سے فرمایا کہ پنڈت جی آپ یہ کہتے ہیں کہ روح انسانی و حیوانی ایک ہے، صرف ذریعہ کا فرق ہے پنڈت نے کہا جی ہاں فرمایا کہ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ فقط صورت ہی کا فرق نہیں بلکہ روح حیوانی اور روح انسانی میں بہت فرق ہے، مولانا ظہور الحسن نے فرمایا صحیح ہے، صدر الافاضل نے مجمع سے دریافت کیا آپ لوگ کچھ سمجھے، مجمع نے کہا کچھ نہیں، صدر الافاضل نے فرمایا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ آدمی اور گدھے میں روحانی کچھ فرق نہیں گدھا اور آدمی ایک ہیں فقط صورت میں فرق ہے تمہارے سامنے انہوں نے اقرار کیا کہ روح حیوانی اور انسانی ایک ہے، یہ سنکر تمام مجمع قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ پنڈت جی اور گدھے میں فقط صورت کا فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہیں اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ صدر الافاضل کو زندہ و سلامت رکھے، جنہوں نے دو لفظوں میں سارے مناظرے کا نچوڑ ہمیں سمجھا دیا، یہ جلسہ کامیابی سے ختم ہوا، راجچندر نے کہا کہ اس وقت میں آپ کے یہاں آیا ہوں شام کو آپ جائے مندر میں آئیں وہاں گفتگو ہوگی، صدر الافاضل نے منظور فرمایا اعلیٰحضرت کو آپ مندر میں جائینگے سے صدر الافاضل نے عرض کیا کہ حضور تبلیغ اسلام کے لیے مندر میں جائیں گے، اعلیحضرت نے کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔ شب کو بعد نماز عشاء مندر پہنچے راجچندر نے بڑے فخر کے ساتھ کہا مولانا آپ مجھ سے کیا بحث کریں گے، میں آپ کی کتاب یعنی قرآن پاک کے پندرہ پارے نوک زبان پر رکھتا ہوں آپ میرے وید کے پندرہ اوراق اس طرح سنا دیجئے، حضرت صدر الافاضل نے فرمایا۔ پنڈت جی یہ بات دوبارہ نہ کہنا اس میں تمہاری سخت ذلت ہے، اُس نے جواب میں کہا واہ جناب اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے آپ میری کتاب نہ

پڑھ سکیں اور میری ذلت ہو، ذلت آپ کی ہوگی یا میری صدر الافاضل نے فرمایا کہ ذلت تمہاری ہوگی، یہ بڑی مہربانی ہے یہ بات کہتا ہوں۔ اگر پھر آپ نے یہ کہا تو بہت ذلیل ہونگے، پنڈت نے کہا وہ کیسے؟ صدر الافاضل نے ارشاد فرمایا کہ پنڈت جی میری کتاب تو ۱۵ پارے یعنی آدھی کتاب سنا سکتے ہیں، اپنا وید جسے تم خدا کی کتاب مانتے ہو، اس کو آدھا سنا دو، چہارم سنا دو ۱۵ ورق ہی یا پانچ ورق ہی فقط پڑھ دو، اس سے قرآن مجید کی صداقت کا پتہ چلتا ہے کہ مخالف کی زبان پر بھی اس کا یہ فیض ہے کہ وہ پندرہ پارے سنانے کو تیار ہے اور ماننے والے یعنی مسلمان تو کوئی جاہل سے جاہل گاؤں کا رہنے والا بھی ایسا نہیں ہے جسے کچھ نہ کچھ قرآن مجید یاد نہ ہو کم از کم ایک آیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ ہی اس کو یاد ہوگی، قرآن پاک کا دعویٰ ہے۔ ہُدًی لِّلنَّاس

یہ کتاب سارے جہان کے لیے ہدایت ہے، یہ دعویٰ پنڈت جی تمہارے قول سے ثابت ہو گیا، اور قرآن مجید کا سارے عالم کے لیے ہدایت ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا، اس مضمون کو حضرت نے ایسے شاندار طریق سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع حتیٰ کہ ہندو تک بھی قرآن مجید کو کتاب الٰہی ماننے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت لگائے اور پنڈت راجچندر بہت خفیف ہو کر کہنے لگا، یہ مکان جلسہ کے لیے مستعار لیا گیا ہے، وقت زیادہ ہو گیا ہے، اب میں جلسہ ختم کرتا ہوں، کل پر گفتگو ملتوی کرتا ہوں، جلسہ ختم ہوا مسلمان کامیابی کے ساتھ فتح و ظفر کے خوشی میں نعرے لگاتے ہوئے واپس ہوئے اور پنڈت جی راتوں رات بریلی سے روانہ ہو گئے صبح کو اُسے تلاش کیا تو جواب ملا، جلسہ رات ختم ہو گیا سب مہمان چلے گئے۔

زاج متھرا اور آگرہ میں شردھانند نے جب فتنۂ ارتداد شروع کیا۔ حضرت نے اسے مناظرہ کی دعوت دی، اس نے دعوت قبول کی، حضرت دہلی تشریف لے گئے وہ دہلی سے بھاگا اور بریلی پہنچا، حضرت نے بریلی جا کر اسے چیلنج کیا وہ وہاں سے لکھنؤ بھاگا، حضرت لکھنؤ پہنچے، وہاں سے وہ پٹنہ پہنچا، حضرت نے پٹنہ ان کا تعاقب کیا وہاں سے وہ کلکتہ روانہ ہوا، حضرت نے وہاں جا کر اسے پکڑا، تو اس نے مناظرہ سے صاف انکار کر دیا، جناب احمد حسن صاحب رضوی نے نجیب آباد سے اعلیٰحضرت کو تار دیا کہ اشرف علی یہاں آیا ہوا ہے، ہم نے مناظرہ کی دعوت اسے دی ہے، آپ فوراً کسی مناظر کو بھیجئے، اعلیٰحضرت نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کو روانہ کیا اور فرمایا کہ مراد آباد اتر کر صدر الافاضل کو اپنے ہمراہ لے کر نجیب آباد جاؤ اور صدر الافاضل کو ضرور ہمراہ لینا حجۃ الاسلام نے بریلی سے تار دیا اور حضرت کو ہمراہ لے کر نجیب آباد پہنچے وہاں پہنچ کر اشرف علی کو خط لکھا، تھانوی صاحب نے صبح جواب دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے بھاگ گئے دوسرے دن صبح معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ روانہ ہو گئے، وہاں فتح کا جلسہ کر کے یہ حضرات واپس ہوئے، بھاگلپور میں حضرت حامی سنت، جامع شریعت و طریقت عالم نبیل فاضل جلیل مولانا الحاج الشاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی کے مریدین میں مولوی عبد الشکور کاکوروی وغیرہ نے جا کر اہلسنت کے خلاف تقریریں کیں اور میدان خالی دیکھ کر مناظرہ کا چیلنج دیا، ان لوگوں نے حضرت والا درجت مولانا شاہ احمد اشرف صاحب کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت موصوف نے اعلیٰحضرت کو یہ واقعہ تحریر کیا اور خود بھاگلپور تشریف لے گئے اور مناظرہ کی دعوت

قبول کی اور خلیفہ باغ کی مسجد مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو بھاگلپور بھیجا، وہابیہ نے گیدڑ بھبکیاں شروع کیں۔ پہلے المدد یا پولیس پکارا اور داروغہ کو بھیجا کہ مناظرہ کو بند کرو۔ صدر الافاضل نے فرمایا انسپکٹر صاحب آپ کو مناظرہ بند کرنے کا اختیار نہیں، یہ اختیار مجسٹریٹ کو ہے اس کا حکم لائیے انسپکٹر صاحب نے کہا مجھے نقض امن کا اندیشہ ہے، حضرت نے فرمایا اس کا میں ذمہ دار ہوں، میں جیسا کہوں گا مجمع اسے تسلیم کرے گا، میں آپ کو تحریر لکھے دیتا ہوں داروغہ صاحب مجبوراً واپس ہوئے اور وہابیہ کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی تو خلیفہ باغ کی مسجد کے متولی کو بھیجا کہ وہ متولی ہونے کی حیثیت سے مناظرہ موقوف کر دیں، متولی صاحب نے آکر کہا کہ میں مناظرہ بند کرتا ہوں، مسجد میں مناظرہ کی اجازت نہیں دیتا، حضرت صدر الافاضل نے ارشاد فرمایا کہ متولی صاحب اپنی تولیت کی خیر منائیے اور تشریف لیجائیے، وہابیہ کی شکست پر ان حیلوں سے پردہ نہیں پڑ سکتا، متولی صاحب نے کہا کہ وہ مناظرہ کے لیے تیار رہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے انہیں میدان مناظرہ میں لائیے پھر کچھ فرمائیے، اس پر متولی صاحب نے کہا میں مناظرہ بند کرتا ہوں، حضرت نے فرمایا مسلمانو! تم ایسے متولی کو جو مسجد میں اللہ کے ذکر کو روکے متولی ہونے سے معزول کرتے ہو، مجمع پکار اٹھا ہم نے اس متولی کو معزول کیا، حضرت نے فرمایا رائے عامہ متولی کو موقوف کر سکتی ہے، تشریف لے جائیے آپ کی تولیت باطل ہوئی متولی صاحب روانہ ہوئے تو وہابیہ نے یہ فریب کیا ایک شخص کو بھیجا کہ مولوی محمد علی صاحب مونگیری جو وہابیہ کی طرف سے مناظر ہیں کہتے ہیں کہ مناظرہ عربی زبان میں ہو گا حضرت نے فرمایا منظور اور دو

شرطیں ہماری طرف سے اور زیادہ ہیں عربی میں ہوگا اور غیر منقوط زبان میں ہوگا، اور نظم میں ہوگا یہ سن کر وہابی حیران ہوگئے، ان میں یہ قابلیت کہاں تھی، وہ تو دھوکہ بازی اور فریب دہی کے یہ شرط لگا رہے تھے کہ علماء اہلسنت اس شرط کو منظور نہ کریں گے جب یہ فریب بھی نہ چلا تو خائب و خاسر ہوکر بھاگ گئے اور حضرت صدر الافاضل اور حضرت صدر الشریعت اور حضرت سراپا برکت مولانا سید احمد اشرف صاحب نے فتح کے جھنڈے گاڑے مظفر و منصور واپس آئے۔

الحاصل حضرت کی ساری عمر اسی طرح احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں گزری، حتیٰ کہ صاحب کتاب "براہینِ قاطعہ" مولوی خلیل احمد انبیٹھوی پر اعلیٰحضرت کے فتوے کفر پر اتمام حجت کے لیے ان کے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور خود حضرت قدس سرہٗ اور آپ کی معیت میں منشی شوکت علی صاحب رامپوری اور سید حبیب صاحب مدیر "سیاست" لاہوری گئے، گفتگو فرمائی، حکم شرع مطہر سے باخبر کیا، وہ جواب سے عاجز مجبور ہوکر کہنے لگا۔ "آپ مجھے کافر نہیں اکفر کہیے مگر میرے پاس جواب نہیں۔" اس طرح وہ ذلیل و رسوا ہوا، مگر قبولِ توبہ کی جرأت رفیقِ حال نہ ہوئی۔

غرضکہ آپ کے علمی و اقادی کارہائے دینی کہاں تک بیان کیے جائیں۔"

عمر نعیمی

حیاتِ صدر الافاضل کے چند تاریخی اوراق

از خادم آستانہ نعیمیہ غلام معین الدین محمد عمر نعیمی غفرلہٗ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

آپ کا اسم مبارک سید محمد نعیم الدین صاحب ہے۔ آپ کو تمام اہل سنت "صدر الافاضل" "استاذ العلماء" کے لقب سے یاد کرتے تھے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید معین الدین صاحب نزہتؔ ابن حضرت مولانا امین الدین صاحب راسخؔ مرادآبادی قدس اللہ اسرارہم ہیں۔

آپ کے آباؤ اجداد مشہد شریف کے رہنے والے تھے، حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں مشہد سے آئے اور بڑے جلیل المناصب عہدوں پر فائز رہے، حضرت عالمگیر نے آپ کے اجداد کرام کا بڑا اعزاز و احترام کیا، بڑی بڑی جاگیریں عطا فرمائیں، جو نسلاً بعد نسل اس کا کچھ حصہ آپ کے ورثہ میں بھی آیا، یہ خاندان ہمیشہ علم و فضل کا آفتاب اور علوم و فنون کا ماہتاب رہا ہے، جو عزت و شرف قدر و منزلت اور علم و فضل میں عروج آپ کو حاصل ہوا، اس کی نظیر میدان علم کے شہسواروں میں شاذ و نادر ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۰ھ میں ہوئی آپ کی ولادت کا مادہ تاریخی "غلام مصطفیٰ" ۱۳۰۰ھ ہے آپ کا وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء ہے، آپ کے وصال کا مادہ "غلام رسول" ۱۳۶۷ھ ہے۔

آپ ذہانت و فطانت میں اتنے بلند تھے کہ آپ نے آٹھ سال کی عمر شریف میں قرآن کریم حفظ کرکے فارسی میں کافی دسترس حاصل کرلی تھی قبل عروج تک ہر سال رمضان مبارک میں نو عمروں کی جماعت سنا اور نفلوں میں

پابندی سے ختمِ قرآن کریم پڑھا کرتے تھے ؏ حفظِ قرآن کریم کے بعد آپ قدوۃ الفضلاء علامۃ العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد گل صاحب کابلی مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوئے، ۱۹ سال کی عمر شریف میں تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تعلیم حاصل کرکے اپنے ہم جماعت طالب علموں میں مسندِ تفوق کی پا گئے ؏

زمانۂ تحصیل علم کے بیشمار علمی مباحث ہیں، فکر کی جودت و ذہانت نے ہمعصروں کے دلوں پر سکہ جما دیا تھا۔ بارہا علمی مذاکروں میں ہم چشموں پر فائق و غالب رہے، آپ کی چودہ ۱۴ سال کی عمر شریف تھی کہ ہم جماعت طلباء میں فارسی ادب میں مقابلہ ہوا۔ دفتر ابوالفضل کو سامنے رکھ کر طے ہوا کہ ہر ایک اس کے مکتوب کے مقابلہ میں اپنی انشاء کے جوہر دکھائے، چنانچہ سب لکھ لائے، جب پڑھا گیا تو سب نے بیک زبان عجز کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا مکتوب دفتر ابوالفضل سے ہم دوش ہے، اسی طرح دیگر علمی مذاکروں میں آپ ہمیشہ غالب رہے ؏

مدرسہ امدادیہ کی دیوار کے نیچے "مدرسہ دیوبند ثانی جس کو مدرسہ شاہی مسجد کہا جاتا تھا اور دیوبند کے ساتھ مولوی قاسم نانوتوی نے اس کو قائم کیا تھا کبھی کبھی تشریف لے جاتے اور اسباق کی سماعت فرماتے ہوئے، ایسے ایسے اعتراضات لاتے کہ اساتذۂ مدرسہ شاہی مسجد حیران ہوکر تحسین و آفرین کرتے

؏ آپ کی عمر تقریباً چھ سات سال کی تھی حافظ صاحب نے کچھ تنبیہ فرمائی ادھر سے ایک مجذوب گزر رہے تھے، انہوں نے کہا حافظ تو آنکھ کا اندھا ہے کیا دل کا بھی اندھا ہے کس کو تنبیہ کر رہا ہے یہ کون ہے؟
دوسرے روز حافظ صاحب نے آپکے والد ماجد سے معافی مانگی کہ میں آپکے صاحبزادہ کو پڑھانے سے معذور ہوں

بعض مرتبہ پر اساتذۂ مدرسہ شاہی مسجد عرض کیا کرتے تھے کہ اس فرقہ کے آنے سے ہمارا نظام اسباق خراب ہوتا ہے، اور اس کی علمی ذہانت سے لاجواب ہونا پڑتا ہے وقار علمی کو ٹھیس لگتا ہے، اسی طرح مراد آباد کے صدر مقام کیثی چوک میں ایک چبوترہ تھا، جس پر شام کے وقت کبھی پادری، کبھی آریہ، کبھی سناتن دھرمی، کبھی غیر مقلد اور کبھی دیوبندی عالم وغیرہ میں سے کوئی کھڑا ہوجاتا اور اپنے خیالات کا اظہار کرتا تھا، آپ اپنی نوعمری میں ان سے خوب خوب مقابلہ کرتے، اور ان کے باطل نظریات کی دھجیاں بکھیر کے رکھ دیتے۔ وہ زمانہ گرما گرم بحث و مناظرہ کا تھا چنانچہ آریہ اور دیوبندیوں کے جدید نظریۂ فکر کی ابتدائی نشر و اشاعت کا دور دورہ تھا اور ان کے مناظر و مجادل عامۃ الناس کو گمراہ کرنے میں سرگرم عمل تھے، مراد آباد کی فضا میں اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب گرما گرمی تھی، چونکہ دیوبند مراد آباد کنفس واحدہ تھے لہٰذا مراد آباد کو بھی ان کے نظریات کی آماجگاہ ہونا ضروری تھا، کہیں علم غیب رسول پر بحثیں ہوتی تھیں، کہیں خاتم نبوت نہ ہونے پر تقریریں ہوتی تھیں، کہیں بشریت کا چرچا تھا، تو کہیں شیطان و ملک الموت کے علم کو علم رسول پر فوقیت نص قطعی سے ثابت کرنے کا شوق تھا، غرضیکہ وہ وقت اس جدید کتبِ فکر کی ترویج و اشاعت کے پلنے عروج کا تھا، اور ان کو اپنے ان نظریات کی تبلیغ و اشاعت کی جرات کا یوں موقع مل گیا تھا کہ —
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (جس کو انگریزوں نے غدر کے نام سے مشہور و بدنام کیا) کے موقع پر ملک میں سے ایک ایک عالم اہلسنت کو چن چن کر یا تو پھانسی دے دی گئی، یا کالے پانی بھیج دیا گیا تھا یا مخالفین نے ان کو انگریزوں سے شکایتیں کرکے شہید کروا دیا گیا تھا، ملک میں صرف وہی لوگ کھلے بندوں پھر رہے تھے جنہوں نے مسلمانوں کی پشت پر چھرا مارنے کا کام کیا، اور انگریزوں کی حمایت

میں انگریز مخالف علماء کی شکایتیں کر کے انگریزوں سے انعام و اکرام حاصل کیے، کسی کو جاگیریں ملیں، کسی کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔ ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے انگریزوں نے اپنے ہی خواہوں میں سے کسی کو فوج اور اسلحہ فراہم کیا کہ وہ سرحد جا کر ان مسلمانوں کو تہِ تیغ کریں جو ایک آنکھ بھی انگریزوں کے وجود کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے، اس غرض کے لیے کھلم کھلا انگریز سے اسلحہ حاصل کر کے پشاور کی طرف چڑھائی کی سو سال پہلے کی تاریخ شاہد ہے کہ آج جس کو "جہادِ اعظم" کہا جاتا ہے اور آزادی کا علمبردار بتایا جاتا ہے وہ خود کس حد تک انگریز نواز اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔ بات یہ ہے کہ تاریخ کو مسخ کر کے جھوٹ کو پوری قوت اور شد و مد کے ساتھ اتنا چیخ چیخ کر سچ ثابت کیا جا رہا ہے کہ عقل و دیانت حیران ہے، اس قسم کے پروپیگنڈے کا طریقہ بھی انہوں نے اپنے آقایانِ ولی نعمت انگریزوں سے سیکھا ہے۔

اصل واقعات یوں ہیں کہ جب سلطنتِ مغلیہ پر زوال کا دور آیا، اور انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں برسرِ اقتدار آنے لگی تو انگریزوں نے اپنی قوت کو مستحکم کرنے کے لیے جو نقشہ کا جائزہ لیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب تک پنجاب میں سکھوں کی طاقت اور سرحدی علاقوں میں مسلمانوں کی قوت کمزور نہ ہوگی، اس وقت تک ہمارے قدم پوری طرح نہ جم سکیں گے اس مقصد کی تکمیل کے لیے انگریزوں نے سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کو تاکا، اور انہیں پٹی پڑھائی کہ تم مسلمانوں کو یہ تبلیغ کرو کہ انگریزوں سے جہاد ناجائز ہے اور عام مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم کی داستانیں سنا کر انہیں سکھوں سے جہاد کی تلقین کرو، اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے بعض وہ اعمال جنہیں تم کفر و شرک کہتے ہو،

علی الاعلان بیان کر کے ایسے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دو، جو ان کے مرتکب ہوتے ہیں، خصوصاً سرحدی علاقوں کے مسلمان عموماً اس قسم کے امور کو چاہتے ہیں، لہٰذا صرف سکھوں، بلکہ سرحدی مسلمانوں سے بھی لڑو، تاکہ یہ دونوں قوتیں کمزور ہو جائیں اور ہندوستان پر ہمارا تسلط پوری طرح قائم ہو سکے۔

تاریخی ثبوت:-

اب تاریخی شہادتیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:-

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنے جہاد کی حقیقت اور تحریک کی بنیاد نیز انگریز دوستی کی واقعیت کو کس قدر بے نقاب فرما دیا ہے "حیاتِ طیبہ" مصنفہ مرزا حیرت دہلوی وہابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی صفحہ ۲۹۶ پر ہے:

"کلکتے میں جب مولانا (اسماعیل دہلوی) نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا، اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ انگریز پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں، ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے، ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے، بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں، اور اپنی گورنمنٹ (برطانیہ) پر آنچ نہ آنے دیں۔"

دیکھا آپ نے کس طرح گورنمنٹ برطانیہ پر مسلمانوں کو قربان کیا جا رہا ہے؟ کیا مرزا غلام احمد قادیانی کی انگریز دوستی سے اس دوستی کا وزن کچھ کم ہے؟ ایک اور حوالہ ملاحظہ کیجئے:-

"تاریخ عجیبہ" مصنفہ محمد جعفر صاحب تھانیسری وہابی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلوی ص ۱۸۲ پر لکھا ہے:

"یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں ایک دن مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔"

یہ بھی دیکھئے، تاریخ عجیبہ ص ۳۳۶ پر ہے:

"آپ (سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی) کی تاریخ عمری اور مکاتب میں بیسیوں سے زیادہ... یہ مقامات پائے گئے ہیں جہاں کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے۔"

اب ذرا آگے بتا دیجئے کہ انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کس نے لڑی؟

اور سنئے پڑھئے:- تاریخ عجیبہ ص ۹۱ پر ہے:

"ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں، اور خلاف اصول مذہبی طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔"

ٹھیک ہے آپ کے نزدیک تو صرف سرحدی مسلمانوں کا خون گرانا اصول مذہبی کی رو سے جائز ہے!!!

اور ملاحظہ فرمائیے:- تاریخ عجیبہ ص ۳۳۴

"پنجاب میں اس وقت ایک ایسی عادل اور بے ریا گورنمنٹ کی عملداری تھی کہ جس سے کسی طرح مخالفت جائز نہیں۔"

سوچنا چاہیئے کہ جن کے نزدیک انگریزوں کی حکومت عادل اور بے ریا ہو، اور اس عادل گورنمنٹ کی مخالفت بھی ان کے نزدیک جائز نہ ہو، وہ انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کا علمبردار کیونکر ہو سکتا ہے؟

اور سنئے:- تاریخ عجیبہ ص ۱۳۶

"نہ باسرکار انگریز مخاصمت دارم و نہ ہیچ راہ منازعت"

آپ کے مریدوں نے آپ کو بھی انگریزوں کا مخالف مشہور کر رکھا ہے'

ایک حوالہ اور بھی ملاحظہ فرمائیے "حیات طیبہ" مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ص ۳۰۷ پر ہے،

"سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔"

تاریخ کے ان حوالوں سے سید احمد صاحب رائے بریلوی اور ان کے مرید باصفا مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی انگریز دوستی اور حقیقت جہاد نمایاں ہو گئی۔

اب ذرا پیشوائے علماء دیوبند مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا حال سنئے:

تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۷۹ پر تحریر ہے:-

"بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا، اور اپنی رحمدل گورنمنٹ (برطانیہ) کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔"

دیکھئے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے انگریزوں کی کمپنی کے زمانہ کو امن و عافیت کا زمانہ قرار دیا، اور اس کی قدر نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی، پھر انگریز کی ظالم اور جابر حکومت کو رحمدل بھی کہا، اس کے بعد ایسی جابر حکومت کی مخالفت کرنے والوں کی مخالفت کو بغاوت بتایا، ان

تمام باتوں سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے نزدیک کمپنی کی غارتگری اور انگریزوں کا بے گناہ مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا، امن روحانیت اور رحمدلی کے مترادف ہے، نیز انگریز کے مظالم کے خلاف احتجاج کرنا بغاوت کا مفہوم ہے، اب آپ خود ہی بتائیں کہ دیوبندیہ کے امام ربانی گنگوہی صاحب انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کے علمبردار ہو سکتے ہیں؟ اور سنئے :۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کی کارگزاریاں جنہیں جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، انگریز اربابِ حکومت کے نزدیک بے حد خوشی کا موجب تھیں، نہ صرف یہ بلکہ سید احمد صاحب کا انگریزی حکومت کے لارڈ ہیسٹنگ کے ساتھ اتنا گہرا گٹھ جوڑ تھا، کہ جس کی بنا پر وہ بڑے بڑے مخالف امیروں اور سرداروں کو اپنی تدبیر سے انگریزوں کا خیر خواہ بنایا کرتے تھے،

ملاحظہ فرمائیے :۔ "حیاتِ طیبہ" مرزا حیرت دہلوی صفحہ ۲۹۲ پر مرقوم ہے،

لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش تھا، دونوں لشکروں کے بیچ ایک خیمہ کھڑا کیا گیا، جس میں تینوں آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا، امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب، سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی شکل سے شیشے میں اتارا تھا"

سید احمد صاحب کی اس تحریک کو اسلامی جہاد کی تحریک کہنے والے حضرات سے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سید احمد صاحب کی وہ کون سی بے نظیر کارگزاریاں تھیں، جن سے لارڈ ہیسٹنگ بے حد خوش تھا؟

اس کے بعد ہمارے سوال کو یہ بات اور بھی معنی خیز بنا دیتی ہے، کہ اس جہاد کی فتوحات انگریزوں کے لیے ہوتی تھیں، جنہیں سید احمد صاحب اپنی فتوحات تصور فرماتے تھے،

دیکھئے "تواریخ عجیبہ" صفحہ ۱۸۰ پر مرقوم ہے :۔

"سلطنت پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزادہ مذہب قوم کے ہاتھوں میں آگئی جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں، اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تعبیر یہی ہو گی، جو ظہور میں آئی"

اب ذرا وہ الہام بھی سن لیجئے، تاکہ آپ کے ذہن میں پوری بات آجائے،

"تواریخ عجیبہ" صفحہ ۱۷۱ پر ہے،

"وعدہ فتح پنجاب کے الہام کا آپ کو ایسا وثوق تھا، کہ آپ اس کو سراسر صادق اور ضرور ہونہار سمجھ کر بار بار فرماتے اور اکثر اپنے مکتوب میں بھی لکھا کرتے کہ ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ ہوگی"

دنیا جانتی ہے اگر یہ الہام پورا ہوا تو انگریزوں ہی کی فتح سے پورا ہوا ہے جس سے اسماعیلی گروہ کے جہاد کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ تھا، یا فی سبیل الانگریز؟ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس گروہ مجاہدین کا انگریزوں کے ساتھ کتنا گہرا تعلق تھا،

اس شاندار گٹھ جوڑ، اور گہرے اتحاد کے ثبوت میں ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ کیجئے :۔

"تواریخ عجیبہ" صفحہ ۱۸۳ پر ہے :۔

"وہ (سید احمد) اس آزاد عملداری (انگریزی حکومت) کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے"

اسمٰعیلی تحریک کا پس منظر معلوم کرنے اور اس کو سمجھنے کے لیے کہ اس

کے پیچھے انگریز کا زبردست ہاتھ تھا، عبارتِ مذکورہ بالا بہت کافی ہے تائید مزید کے لیے حسب ذیل حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

"ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" تالیف مسعود عالم ندوی صفحہ ۱۲۵/۱۲۸ پر مرقوم ہے

"یہ پہلے کہیں گذر چکا ہے کہ کمپنی کی حکومت نے پہلے پہل مجاہدین کے آنے جانے میں کوئی روک ٹوک نہیں کی، ہنٹر ایک جگہ لکھتا ہے، کہ بعض کارخانوں کے مسلمان ملازم اپنے انگریز مالکوں سے چھٹی لیکر جہاد کو جایا کرتے تھے۔ ہنٹر ہی نے ایک اور دلچسپ واقع کا ذکر کیا ہے، دہلی کے ایک ہندو مہاجن جس کے پاس جہادیوں کی امدادی رقمیں جمع تھیں، کچھ غبن کیا، تو مولانا شاہ محمد اسحٰق نے مسٹر ولیم فریزر کمشنر دہلی کے اجلاس میں نالش کی اور مدعی کے حق میں ڈگری ہوئی وصول شدہ رقم پھر دوسرے ذریعے سے سرحد کو بھیجی گئی، اس مقدمہ کا اپیل صدر کورٹ الٰہ آباد میں ہوا وہاں بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا، شاہ محمد اسحاق صاحب ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تھے، اس لیے یہ واقعہ قطعی طور پر ۱۸۴۲ء سے پہلے کا ہے، کہنا یہ ہے اور صاف صاف کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے الجھے رہے کمپنی کی حکومت خاموش اور طرفدار رہی .... مقصود یہ تھا کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سرکار عالی (برطانیہ) کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا۔"

عبارتِ مذکورہ بالا کی تمام باتیں اس امر کی روشن دلیلیں ہیں کہ یہ ساری تحریک انگریزوں کے اشارہ پر چل رہی تھی، اس مضمون کا ایک حوالہ تواریخ عجیبہ صفحہ ۲۹ پر ملاحظہ فرمائیے:۔

اس وقت ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحاق صاحب، بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی، ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپے کی واپسی دعوٰی عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔"

پھر اسی کا خلاصہ "حیاتِ طیبہ" مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور صفحہ ۱۵۹ پر مرقوم ہے،

"جب سید صاحب یاغستان میں تھے، تو مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید احمد صاحب کو بذریعہ ہنڈی روانہ کیا تھا، وہ کسی باعث سے نہیں پہنچا تھا، اس پر نالش کی گئی تھی، اور پھر روپیہ وصول کر کے دوبارہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا، سید صاحب کے اس جہاد کے لیے انگریزی مقبوضات میں بڑے زور شور سے چندے کی مہم جاری کی گئی، اور تمام ملک میں چندہ جمع کرنے اور سکھوں کے خلاف جہاد کی تبلیغ کا پروگرام بڑی تیزی سے چلایا گیا۔"

دیکھئے "حیاتِ طیبہ" مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر صفحہ ۳۰۴

"سید احمد صاحب نے سکھوں سے جہاد کرنے کے لیے روپیہ جمع کرنے کے واسطے مختلف شہروں میں خلیفے مقرر کیے، ان کا یہ کام تھا، کہ ہر قصبے اور گاؤں بگاؤں وعظ کہتے پھریں، اور سکھوں سے جہاد کرنے کے لیے روپیہ جمع کریں، چندہ جمع کرنے والوں کا دارالخلافہ پٹنہ کو سمجھنا چاہیئے، جہاں سب سے زیادہ گرمجوشی سے چندہ جمع ہوا تھا، اور بنگالہ کا ایک حصہ اپنی جان اور دھن قربان

کرنے کو آمادہ تھا،

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ انگریزوں کی سلطنت میں اس زور شور سے سکھوں کے خلاف مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا اور ہمہ گیر چندہ کی تحریک اور اس کے لیے جابجا مراکز کا قائم کرنا انگریزوں سے گٹھ جوڑ کے بغیر کس طرح ممکن تھا۔ ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ انگریزی کی امداد سے ہو رہا تھا،

ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے، جس سے اسمٰعیلی تحریک بالکل عریاں نظر آتی ہے "تواریخ عجیبہ" صفحہ ۱۸۲ پر ہے،

"اس سوانح اور نیز مکتوبات مسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا، وہ اس کو آزاد عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی۔ کہ سکھوں کا زور کم ہو"

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ یہ ساری تحریک انگریزوں کی دلی خواہشوں اور تمناؤں کو پورا کرنے کے لیے چلائی گئی تھی ——— اور بس!

اس کے بعد یہ بھی ثابت کر دوں کہ جس طرح سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب نے مسلمانوں کو انگریزوں پر جہاد کرنے سے روکا، اسی طرح انگریزوں نے بھی اپنے ماتحت حکام کو اسمٰعیلی گروہ کے مواخذہ سے منع کیا، اور غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا کہ ہمارے ساتھ ان کی کوئی مخاصمت نہیں ملاحظہ فرمائیے "حیاتِ طیبہ" مرزا حیرت دہلوی وہابی مطبوعہ چشتی پرنٹنگ کمپنی لاہور صفحہ ۴۲۰

"جب مہیب تحریک چلی تو ضلع کے حکام اس سے چونکے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑے اور موجودہ انتظام میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو، اس نظر سے ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا، وہاں سے صاف جواب آگیا ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو، ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی عداوت نہیں ہے"

ایک ملاحظہ کیجئے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور ان کے پیر و مرشد سید صاحب کو مع ان کے ہمراہیوں کے انگریز کھانا پہنچاتے تھے۔ "سیرت سید احمد شہید" مصنفہ سید ابوالحسن علی لکھنؤ بار دوم پر مرقوم ہے۔

"فاصلہ پر چند مشعلیں آتی نظر آئیں، معلوم ہوا کہ نیل کا ایک انگریز قافلے کے لیے کھانا تیار کرا کر لایا ہے، اس نے عرض کی کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی آمد کی اطلاع کریں آج معلوم ہوا، تو یہ کھانا تیار کرا کے لایا ہوں، سید صاحب نے قبول کیا، اور وہ (انگریز) دو تین گھنٹے ٹھہر کر چلا گیا،"

اس عبارت سے اسمٰعیلی تحریک کا پس منظر اس قدر بے نقاب ہو جاتا ہے کہ دیکھنے والے کو ادنیٰ درجہ کا شبہ بھی باقی نہ رہتا، سفر میں بھی انگریز کا کھانا تیار کر کے لانا اور دو تین گھنٹے تک سید احمد صاحب کے پاس ٹھہرنا اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ اس تحریک میں سفر و حضر کے ہر مرحلے پر انگریز کا تعاون اور اس کی پوری مدد شامل حال رہی ہے۔

اس کے بعد ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ اسماعیلی مجاہدین

کی تلوار صرف سکھوں تک محدود نہیں رہی، بلکہ مسلمانوں کی گردنیں بھی اس سے کاٹی گئیں، اور سکھوں سے پہلے مسلمانوں کی گردنوں پر یہ تلواریں رکھی گئیں، (دیکھئے تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

"اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے
سید صاحب نے پہلا جہاد مسمّی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا"

یہ ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ جس کا ایک عرصے سے ...... ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔

سید احمد صاحب کی انگریز دوستی کا ایک قابل دید منظر مرزا حیرت دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "حیاتِ طیبہ" کے صفحہ ۲۲۴ پر پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے (مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

"چونکہ ایک انگریز کا قدم بیچ میں تھا، اس لیے شاہ صاحب (سید احمد صاحب) کو بھروسہ تھا کہ مجھ سے دغا نہ ہوگا"

مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک انگریز پر اعتماد کرنا، اور کافر کو ایماندار سمجھنا اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ سید احمد صاحب مسلمانوں سے کس قدر دور، اور انگریزوں سے کس قدر نزدیک تھے،

الحمد للہ اسمٰعیلی تحریک کا تمام پس منظر، اس کی بنیادیں، اسباب و علل، اغراض و مقاصد، سب کی حقیقت وہابی مؤرخین ہی کی تحریرات کی روشنی میں واضح ہو گئی، اور پوری ایک صدی سے جن واقعات کو چھپایا جا رہا تھا، وہ اپنی اصلی صورت میں منظر عام پر آگئے" [1]

---

[1] جناب وحید احمد مسعود صاحب محقق مورخ و مصنف ہیں، انہوں نے حال ہی میں ایک کتاب بنام "سید احمد صاحب کی صحیح تصویر" لکھی ہے، جو قابل دید ہے جناب وحید صاحب ایک غیر جانبدار مصنف ہیں، انہوں نے نہایت اطمینان سے سید صاحب اور ان کے جہاد کی حقیقت واضح کر دی ہے اس لاجواب کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

سنہ ۱۸۵۷ء کی تاریخ شاہد ہے کہ اس جدید مکتب فکر کے بانیوں نے انگریزوں کی جی حضوری کر کے پہلے ملک سے تمام اعاظم علماء و فقہاء کا انخلا کرایا حتیٰ کہ تمام علم و فضل کے مراکز کو علماء سے خالی کرا دیا اور جو باقی رہے بھی تو وہ غایت خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے میدان میں آنے سے بچتے تھے غرضیکہ انہوں نے میدان صاف کرا کے پھر مستحکم طریقہ سے جدید مکتب فکر کی بنیاد ڈالی جس میں ایسے علماء کو پیدا کیا جا سکے جو ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جری اور بیباک ہوں، اور تیرہ صدی سے اہلسنت و جماعت کی تعلیمات و ارشادات کے علی الرغم جدید نظریہ فکر کے پیش کرنے اور پھیلانے میں چست و چالاک ہوں چنانچہ ادھر دینی مدارس کے نام سے ملک میں دو مدرسے قائم کیے اور ادھر انگریز نواز کالج میں انگریزی تعلیم کو بام عروج پر پہنچانے اور ملک میں مغربی تہذیب و تمدن کو رائج کرنے کی داغ بیل ڈالنے کے لیے ایک یونیورسٹی قائم کی تاکہ اگر مسلمان پادریوں کے ہاتھوں پکے بندوں نصرانی نہ بنیں تو مسلم نما نصرانی تو کم از کم بن جائیں، الاماشاء اللہ،

بیس سال کی عمر میں پہلی تصنیف

غرضیکہ یہ وقت تھا کہ ملک میں علماء اہلسنت یا تو چن چن کر شہید کر دیئے گئے یا جلا وطن کر دیئے گئے اور جو بچے تھے وہ کنج عزلت میں خاموش بیٹھے تھے اور ان حضرات کی من مانی کارروائی پر کوئی حرف گیر نہ تھا چنانچہ اس وقت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ قلمی و لسانی جہاد شروع فرما چکے تھے حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے بھی بعد فراغت تعلیم بیس سال کی عمر میں اس فتنے کے سدّباب کا ارادہ فرمایا اور یہ خیال فرمایا کہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پر ایک ایسی جامع کتاب ہونی چاہیئے، جس میں معترضین کے تمام اوہام و شکوک اور باطل نظریات کا شافی ووافی مہذب پیرایہ میں جواب ہو، چنانچہ پہلے ادبی میدان میں اپنا مقام حاصل کرنے اور صحافتی طریقہ سے تبلیغ دین کے لیے مضامین کا سلسلہ شروع کیا آپ کے یہ مضامین کلکتہ کے الہلال اور البلاغ میں شائع ہوتے رہے اور ادھر ایک مستقل کتاب کی طرح ڈالی، اس وقت چونکہ آپ کے پاس ایسا جامع کتبخانہ نہ تھا کہ جس میں ہر ایک قسم کی کتابیں موجود ہوتیں، لامحالہ آپ نے رامپور اسٹیٹ کے کتبخانہ کی طرف رجوع کیا مسلسل جا جا کر رامپور کے کتبخانہ سے حوالہ جات دیکھ کر آتے اور مراد آباد میں کتاب لکھتے، جب آپ کی عمر شریف بیس۲۰ سال کی ہوئی تو وہ کتاب بھی مکمل ہو گئی، جو علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے جس کا نام "الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰی" ہے جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مراد آباد میں ایک بزرگ ان پڑھ تھے لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینۂ معلومات تھے، ان کا نام حاجی ملا محمد اشرف صاحب شاذلی تھا (رحمۃ اللہ علیہ) حاجی صاحب موصوف حضرت قدس سرہٗ سے غایت محبت و شفقت فرماتے تھے، جب حاجی صاحب نے اس کتاب کو سنا تو بے حد خوش ہوئے اور انعام کے طریقہ پر اپنے ہاتھ سے بنا کر ایک پاندان اور دو اگالدان خورد و کلاں عطا فرمائے جو آج تک آستانہ قدسیہ میں موجود ہیں، صنعت گری کا کمال یہ ہے کہ ساٹھ برس سے زیادہ ہو گئے برابر استعمال میں ہیں، لیکن ان کی قلعی بھی خراب نہیں ہوئی ہے۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ سے پہلی ملاقات

چونکہ حاجی صاحب موصوف اس کتاب کو لے کر اعلیحضرت [illegible] حاضرہ

مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ "اعلیحضرت" کو اس وقت "بڑے مولانا صاحب" کے لقب سے اہلسنت یاد کرتے تھے [illegible] اعلیحضرت وہ پہلی ہستی ہیں، جنہوں نے سن ۱۲۵۰ھ کے کافی عرصہ بعد مردانہ وار میدان میں آکر ضلالت و بدعت کا مقابلہ کیا، حاجی صاحب نے اعلیحضرت کی خدمت اقدس میں کتاب پیش کی، اعلیحضرت نے اس کو ملاحظہ کر کے فرمایا: ماشاء اللہ بڑی عمدہ نفیس کتاب ہے، یہ کم عمری اور اتنے احسن دلائل کے ساتھ اتنی بلند کتاب مصنف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔ پھر تو یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ نہ اعلیحضرت کو ان کے بغیر چین تھا اور نہ حضرت قدس سرہٗ کو اعلیحضرت کے دیدار کے بعد سکون۔ مجھ سے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرا معمول تھا کہ اعلیحضرت کے آستانہ کے سفر کے لیے کبھی میرا بستر کھلا ہی نہیں، میں لازمی ہر پیر اور جمعرات کو اعلیحضرت کی خدمت میں جاتا تھا۔

اعلیحضرت کا مکمل اعتماد اور اسکے چند مظاہر

یہ رشتہ محبت و مودت اتنا بڑھا کہ اعلیحضرت، قدس سرہٗ پر مکمل اعتماد و بھروسہ فرمانے لگے، کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ صدر الافاضل نے عرض کیا ہو اور اعلیحضرت نے رد فرمایا ہو چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک خاص مسئلہ میں درمیانی لوگوں کی شرارت کی بنا پر دو سنی عالموں میں رنجش پیدا ہو گئی، نتیجہ مقدمہ بازی تک پہنچا، اس موقع پر اعلیحضرت نے حضرت کو مکمل اختیارات تفویض کر کے اس کی پیروی کی اجازت دی۔ .... اسی طرح جب حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی قدس سرہٗ سے خلافت کمیٹی کے بام عروج کے وقت گاندھی گردی کے تحت چند کلمات غیر محتاط خلاف اسلام

نکل گئے، حتیٰ کہ یہ بھی کہہ گئے کہ

عرصے کہ آیات واحادیث گزشت   رفتی و نثار بت پرستے کردی

اس پر اعلیحضرت نے خط و کتابت کا سلسلہ شروع فرمایا اور نہایت متین اور سنجیدہ لب و لہجہ میں افہام و تفہیم چاہی، مگر حضرت مولانا مرحوم گاندھی کی عقیدت کے نشہ میں اعلیحضرت قدس سرہٗ کی خط و کتابت سے بے پرواہ ہو گئے، پھر اعلیحضرت نے "الطاری الداری لہفوات عبد الباری" دو جلدوں میں تالیف فرمائی، جب حضرت فرنگی محلی قدس سرہٗ کے مطالعہ میں وہ دونوں جلدیں آئیں تو تبحرِ علمی کے ساتھ خشیتِ الٰہی نے مساعدت کی اور مفاہمت کی طرف میلان ظاہر کیا، چنانچہ اس مفاہمت کے لیے اعلیحضرت نے اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قدس سرہما کو حضرت استاذ العلماء صدر الافاضل شیخ الشیوخ مرادآبادی قدس سرہٗ کی معیت میں روانہ فرمایا وہاں پہنچنے کے بعد اس وفد میں گفتگو کے لیے حضرت صدر الافاضل کو منتخب کیا گیا، گفتگو ایسے خوشگوار ماحول میں ہوئی کہ مولانا فرنگی محلی جھکتے چلے گئے، حتیٰ کہ اعتراف حق کے ساتھ اظہار حق کے لیے کاغذ اٹھایا اور اپنا توبہ نامہ قلمبند کرتے حاشیہ پر لکھنا شروع کیا کہ اتنے میں حضرت مولانا صاحب کے ایک متمول عقیدت مند جو وہاں کے بڑے چودھریوں میں سے تھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور اس میں ہماری سخت ذلت ہے آپ کے لیے یہ چیک بک سامنے ہے لاکھ دو لاکھ جتنا چاہیں خرچ فرمائیں، مگر توبہ نامہ نہ لکھیں اللہ غریق رحمت فرمائے حضرت مولانا فرنگی محلی ...... کہ انہوں نے نہایت بے نیازانہ طور پر اسے جواب دیا کہ "کمرے سے باہر

نکل جاؤ کیا تم میرا ایمان چیک بک کے ذریعہ خریدنا چاہتے ہو؟" "مجھے اپنے ایمان کی پڑی ہے تمہیں اپنی دولت کا غرہ ہے میں ایسے ہی لوگوں کو شیاطین الانس سمجھتا ہوں میری یہ توبہ اپنے خاتمہ کو درست کرنے کے لیے ہے نہ کہ کسی شخصیت سے مرعوب ہو کر" حضرت صدر الافاضل نے بروقت نہایت فطانت سے فرمایا۔ حضرت یہ تحریر صرف شہادت ملائکہ تک ہے، یا ہم عزیز اس کے شاہد ہیں، یہ پریس میں نہیں جائے گی، اس کی اشاعت ہرگز نہ ہوگی"۔ تو حضرت مولانا فرنگی محلی صاحب نے فوراً جواب دیا کہ "جب میں اپنے رب کے حضور خوف و خشیت سے تائب ہو رہا ہوں، تو اشاعت کا مجھے کوئی خطرہ نہیں، مجھے دنیا کی ذلت کے مقابلہ میں اُخروی ذلت سے خطرہ ہے" غرضکہ وہ تحریر لیکر اصحاب ثلاثہ اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور تحریر پیش کی، تو یہ حق پرستی و حق نوازی اعلیحضرت قدس سرہٗ کی دیکھی گئی کہ اسی وقت حکم دیا "الطاری الداری" کو نذر آتش کر دو، اس زمانہ کے اعتبار سے وہ کئی ہزار کے صرفہ سے چھپی تھی، اس کی جلدوں میں سے ایک جلد حضرت مولانا ابوالحسنات مرحوم و مغفور اور ایک حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی ناظم انجمن حزب الاحناف کے یہاں محفوظ ہے اور اسی طرح بعض خاص متوسلین و معتقدین کے پاس محفوظ ہیں، جن کا آج تک دہرانا کسی کو بتانا پسند نہیں کیا جاتا،

اسی طرح ایک مقدمہ کے دوران میں اعلیحضرت نے دو کتابیں تحریر فرمائیں، ابھی ان کا مسودہ تھا، طبع نہ ہوئی تھیں، جب یہ مسودے حضرت قدس سرہٗ کو پڑھائے تو آپ نے دو تہائی سے زیادہ مضمون کو قلمزد کرا دیا، اعلیحضرت نے فرمایا، آپ نے کتاب کی تمام سختیں ختم کر دیں، اگر میں ابھی ہر ایک

تصنیف جو مخالفین کے رد میں لکھی ہیں سب کو رکھا تا تو آج ان کا یہ رنگ نہ ہوتا جو اس وقت ہے غرضکہ اعلیحضرت قدس سرہٗ آپ پر بےحد اعتماد فرماتے اور آپ کی ہر عرض کو شرف قبول عطا فرماتے تھے۔

حضرت قدس سرہٗ کی تمام زندگی ملک میں فتنہ فساد سے مقابلہ کرنے میں گزری، بیشمار تصنیفیں فرمائیں۔ جن میں مشہور تر اور اعظم تصانیف یہ ہے خزائن العرفان، الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفٰے، اطیب البیان رد تقویۃ الایمان، اسواط العذاب علی قامع القباب، التحقیقات لدفع التلبیسات۔ آداب الاخیار۔ زادُ المنور علی جرائد القبور، سوانح کربلا، مسائل ایصال ثواب سیرت صحابہ وغیرہ ہیں، حضرت قدس سرہٗ کی سب سے آخری تصنیف جو وصال سے چند ماہ قبل مکمل فرمائی، وہ رسالہ قنوت نازلہ ہے۔

تبلیغی جذبہ ذوق و شوق

دین متین کی تبلیغ کا اتنا وافر جذبہ رکھتے تھے، کہ کوئی زمانہ تبلیغ کے بغیر جتنے ذرائع در کار ہیں، آپ نے جا بجا اختیار فرمائے، علمی تبلیغی کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں، السواد الاعظم رسالہ جاری فرمایا، ملک میں اہلسنت کا کوئی بڑا جلسہ نہیں ہوتا، جس میں حضرت کی شمولیت ضروری نہ سمجھی جاتی ہو، آپ کی تقریر دلپذیر سے مستفیض ہونے کے لیے دُور دُور سے شائقین جلسہ گاہ میں پہنچتے تھے، کامل مبلغین کی بڑی جماعت تیار کی۔ دار العلوم قائم فرمایا، دشمنان دین سے کثیر مناظرے لیے، بالخصوص کفار اور آریہ دھرم کے پنڈتوں سے مناظرے کرنے میں خصوصی امتیازی شان رکھتے تھے، تبلیغ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو آپ کے پروردہ اور فیض یافتہ فلک سنت پر چاند اور سورج کیطرح جگمگا رہے ہیں، اور نور مصطفٰے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ضیا عباری سے

ہونے اختیار نہ فرمایا ہو آپ کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ آپ

اہلسنت کے دلوں اور ایمانوں کو منور فرما رہے ہیں، پاک و ہند کا کوئی گوشہ نہیں، جہاں حضرت کے تلامذہ تبلیغ دین متین میں مصروف نہ ہوں، حضرت مولانا ابو الحسنات قادری نور اللہ مرقدہ صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ مجھے بھی حضرت ممدوح سے شرف تلمذ حاصل ہے، میرا آنا جانا حضرت استاذ العلماء کی خدمت میں تھا، میں حضرت کے فضائل اور خواص میں اگر اخلاقیات پر عرض کروں تو ایک دفتر بن جائے مختصر اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ حضرت ممدوح مجسمۂ اخلاق نبوی تھے دوست اور دشمن ہر ایک منکشف کی طرف نظر احترام دیکھتا تھا، قوت بیانیہ میں قدرت نے وہ بلند مقام ودیعت فرمایا تھا کہ میں نے بڑے بڑے انگریزی خواں طبقہ کے سرکشوں کو گردن جھکاتے دیکھا ہے، قوت دلائل میں یہ دستگاہ حاصل تھی کہ معترض کے اعتراض کو سن کر ہم متحیر ہوتے تھے کہ اس کا جواب کیا ہوگا، مگر ممدوح کے بے ساختہ الفاظ میں وہ براہین ہوتے تھے، کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اعتراض حضرت کے علم میں تھا، اور اس کے جواب میں پوری تیاری فرمائی ہوئی تھی۔

میں رانا دھولپور میں بلایا گیا وہاں جلسہ کا انتظام ہوا تو میری نظر سب سے پہلے حضرت کی ذات اقدس کی طرف گئی عریضہ دعوت پیش کیا بلا تامل تشریف آوری کا وعدہ فرمایا جلسہ ہوا حضرت کی پہلی تقریر نے رانا دھولپور کے آزاد طبقہ کو مسخر کیا اور بد اعتقاد جماعت کے افراد کو اتنا مسحور فرمایا کہ دوسری تقریر میں ہماری نظروں نے دیکھا کہ ایک کافی اجتماع ایک طرف سے آیا اور جلسہ گاہ میں بیٹھ گیا۔ منتظمین جلسہ کو شبہ ہوا کہ یہ جماعت فساد کے لیے آگئی ہے، اور ہنگامہ کی تیاریاں کرلی گئیں، مبحث تقلید کا تھا اور اسی پر تقریر تھی، مگر اس طرح اس کو دلچسپ بنایا کہ سامعین میں سے موافق و مخالف سب

حیرت جوڑ کر بیٹھے ہوئے تھے، جب تقریر ختم ہو گئی تو حضرت نے اعلان فرمایا کہ مجھے جو کچھ مبدأ فیض سے دلائل کا القاء ہوا وہ میں نے آپ کو پیش کر دیا اب جس کسی کو اس میں کوئی شبہ ہو وہ بلا خوف ابھی مجھ سے صاف کر لے، کیونکہ صبح مجھ کو واپس جانا ہے تو وہ جماعت بے تابانہ طور پر کھڑی ہوئی اور آگے بڑھی اور عرض پیرا ہوئی کہ حضور شبہات تو ہمیں نہیں البتہ ایک عرض ہے وہ یہ کہ جب تک ہم مخالف تھے تو آپ کی تشریف آوری اپنے لیے بار سمجھتے تھے اب آپ کا یہ اعلان کہ ہم صبح جا رہے ہیں ہم پر گراں ہے ہم سے پہلے توبہ لیجئے اور کل کی دعوت قبول فرمائیے اور ہمارے محلہ میں اسی موضوع پر کل تقریر کیجئے، حضرت نے جواب دیا "الکریم اذا وعد وفا" میرے آقا و مولیٰ کا ارشاد ہے اس بنا پر مجھے حسب وعدہ میرٹھ پہنچنا ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہاں سے دھول پور واپس آنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس وقت مجھے مجبور نہ کریں بجائے کل کے چار دن بعد کا اعلان کر دیں، انشاء اللہ میں ضرور حاضر آؤں گا۔ اس مجمع نے بطیب خاطر منظور کر لی اور حضرت نے انہیں توبہ کرائی اور صبح کی گاڑی سے میرٹھ روانہ ہونے کو اسٹیشن تشریف لے گئے تو اژدحام کا یہ عالم تھا کہ پلیٹ فارم کے ٹکٹ ختم ہو چکے تھے اور ہزارہا لوگ پلیٹ فارم پر حاضر تھے اور نہ معلوم کیوں سب اس طرح رو رہے تھے جیسے کوئی شکستہ دل مہاجرت محبوب میں اشکبار ہوتا ہے حضرت نے چند الفاظ فرما کر سب کو تسکین دلائی اور دوبارہ اپنے وعدہ کو چار روز بعد پورا کرنے کا یقین دلایا۔ چار روز تک مجھے اہل دھولپور نے آگرہ نہ آنے دیا، چوتھے دن تار آیا کہ ہم چھ بجے شام پہنچ رہے ہیں اس دن اہل دھول پور کی مسرت اور خوشی کا یہ حال تھا کہ کوچۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی ثنیۃ الوداع پر خوشیاں منانا یاد آ گیا۔ وہاں

وہاں مدینہ کی گلیوں میں لڑکیاں "طلع البدر علینا" گا رہی تھیں یہاں بچے اور بچیاں ہر محلے اور کوچے میں انواع و اقسام کے گیت مدحت ممدوح میں گا رہی تھیں، غرض ایسی شان کا جلوس زمین دھول پور پر اس سے پہلے چشم فلک نے نہیں دیکھا ہو گا۔ اور خیال تو یہ ہے کہ شاید آئندہ بھی نہ دیکھ سکے گو دراما دھول پور اور ان کے ماموں بھی حضرت کا شہرہ سن کر جلسہ گاہ میں حاضر آگئے ان کے لیے علیحدہ گدی لگائی گئی، انہوں نے حضرت کے احترام میں گدی ہٹا دی اور عوام کے ساتھ بیٹھے پھر تقریر ہوئی۔ میرا خیال اگر غلطی نہیں کرتا تو میں کہوں گا کہ یہ تقریر اپنی جامعیت میں اپنی مثال آپ ہی تھی۔

فنِ حدیث

علم و فن حدیث کی تعلیم میں تو آپ مشہور خاص و عام تھے ملک کے تمام فضلاء معترف تھے کہ جس طرح حدیث کی تعلیم آپ دیتے ہیں ان کے کانوں نے کبھی کسی کی سنا نہیں کی" ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء" اس جامعیت سے مختصر الفاظ بیان فرماتے تھے کہ مفہوم ذہن کی گہرائیوں میں اتر جاتا تھا۔

فنونِ عقلیہ

فنون عقلیہ کی کتابوں کی پر مغز مدلل تقاریر زبانی کیا کرتے تھے درس کے وقت اپنے سامنے فنون عقلیہ کی کتاب نہ رکھتے تھے، طلباء عبارت پڑھ چکتے تو آپ جس کتاب پر تقریر فرماتے تو گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید حضرت اس کتاب کے مصنف ہیں جو کتاب کی گہرائیوں اور عبارت کے رموز اور اس کے اشارات و مطالب عالیہ کی وضاحت فرما رہے ہیں۔ ایسا جامع، کامل اور قابل استاد و مدرس دیکھنے میں نہیں آیا۔

علم التوقیت

علم التوقیت جسے علم ہیئت بھی کہتے ہیں اس میں، آپ کو جو خداداد مہارت تامہ حاصل تھی وہ بے مثل

تھی ۔ آپ نے متعدد کرۂ فلکی تیار کرائے جس میں سبعہ ثوابت اور سیارگان کو کرہ میں چاندی کے نقطوں سے واضح فرمایا جب آپ علم ہیئت کی تعلیم دیتے تھے تو وہ کرہ سامنے رکھ کر طلباء کو آسمان کی سیر کرا دیتے تھے یہ تمام کرے آپ کی خاص یادگاریں ہیں جن سے آپ کی عظیم شخصیت کا پتہ چل سکتا ہے اس فن کے کثیر استادوں کا فیصلہ ہے کہ اتنا جامع اور کامل کرہ آج تک دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا، آپ نے ایسے کرے متعدد بنائے چھوٹے بھی اور بڑے بھی، اب سے تقریباً چالیس سال پہلے ایک کرے کی تیاری پر ڈھائی سو روپے خرچ آتے تھے ۔ جو اہل فن فوراً ہی سر آنکھوں پر لگا کر حاصل کر لیتے تھے ۔

علم التوقیت کے سلسلہ میں آپ سے جن صاحب نے مکمل اکتساب فیض کیا وہ مولانا الحاج محمد ظہور صاحب نعیمی مرادآبادی ہیں جن کو علم التوقیت میں اتنا ملکہ حاصل ہو گیا ہے کہ آج پاک و ہند میں حاجی صاحب موصوف کا ثانی نہیں ہے حاجی صاحب موصوف نے "عرض البلد" کے درجوں سے لوکل ٹائم کے تقریباً تمام دنیا کے نقشے تیار کر لیے ہیں ۔

حاجی صاحب موصوف سے یا ادارہ تعمیر رضویہ سوادِ اعظم لاہور سے دنیا کے جس مقام کے نماز و روزے کے اوقات کے نقشے درکار ہوں، اس مقام کا عرض البلد اور طول البلد لکھ کر اور وہاں جو ٹائم مروج ہو گرینج کے وقت سے فرق نکال کر حاصل کر سکتے ہیں ۔

خوبی یہ ہے کہ یہ تمام نقشے حضرت قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی مرتب کر کے حضرت قدس سرہٗ سے تصدیق کرا لیے تھے ۔

اخلاق کریمانہ حق یہ ہے کہ حضرت خلق عظیم کے مظہر تھے، معاصرین پروانہ وار

نثار ہونے کا جذبہ رکھتے تھے، تلامذہ والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے یہ بات کسی استاد کے شاگردوں میں دیکھنے میں نہیں آئی، آپ کے کریمانہ اخلاق کے اپنے گرویدہ اور بیگانے معترف تھے،

آپ کی خدمت میں دیگر مقامات سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بکثرت علماء کرام آتے اور تعلیم و تدریس، تبلیغ و افتاء کے طور طریق سیکھتے اور علمی و روحانی فیض حاصل کرتے تھے، آپ ان کو مختلف تبلیغی خدمات پر مامور فرما کر بھیجتے رہتے تھے، آپ کی ذات والا صفات بہت زیادہ فیض رساں تھی،

سخاوت سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس سے کسی سائل کو خالی واپس جاتے کبھی نہیں دیکھا گیا بلکہ میری آنکھوں نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ سائلوں کو بدن کے کپڑے تک دے دیتے تھے، بیشمار غرباء بیوائیں، اور یتامیٰ آپ کے داد و دہش سے پلتے اور جیتے تھے، ہر حاجتمند غریب و نادار کو بسا اوقات زیادہ ضرور کسی مرتبہ کو پہنچا ۔

دارالافتاء اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے بعد ملک میں آپ کا دارالافتاء ایک جامع شان کا تھا اطراف و اکناف ملک سے روزانہ بیشمار استفتاء اور استفسارات آتے رہتے تھے، افسوس اب تک مجموعہ فتاویٰ شائع نہ ہو سکا ۔

علم طب آپ نے طب کی تعلیم حضرت مولانا فیض احمد صاحب امروہوی سے حاصل کی تھی، آپ کا جو وقت تبلیغ دین سے بچتا تھا وہ طب کے ذریعہ خدمتِ خلق میں گزرتا تھا جس طرح آپ کو علوم منقولہ میں تفوق حاصل تھا، اسی طرح قدرت نے میدانِ طب میں بھی کمال مہارت و حذاقت عطا فرمائی تھی ۔

طرزِ استدلال

ازالۂ مخالفین کے جواب میں بے مثل متانت

مخالفین کے اعتراضات اور ان کے شبہات کے ازالہ کے سلسلہ میں آپ کے جوابات نہایت متین اور سنجیدہ ہوتے تھے تضحیک و تمسخر سے آپ کا جواب بالکل مبرا ہوتا تھا، طرزِ استدلال اتنا عجیب اور انوکھا ہوتا کہ اہلِ علم عش عش کر اٹھتے تھے، اور مخالفین کو ذرہ بھر مزید اعتراض و شبہ کا موقعہ نہ رہتا تھا، اس کے لیے آپ کی تمام تصانیف شاہد و ناطق ہیں، تاہم اس جگہ ہم نمونۃً آپ کا ایک مقالہ پیش کرتے ہیں، جو علمِ غیبِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کے اثبات میں ہے اور مخالفین و معاندین کے جس قدر شبہات اور اعتراضات آج تک ان کی جھولی میں سے ہیں ان سب کا آپ نے شافی اور مسکت جواب دیا ہے لطف یہ ہے کہ مختصر ہوتے ہوئے بھی اپنی جامعیت میں بے مثل ہے، اگر ایک اسی مقالہ کو اہلِ علم اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں تو مزید کسی کد و کاوش کی ضرورت نہ رہے اور اس مسئلہ میں ان کے لیے حق و یقینی عقیدہ کا راستہ ثابت ہو، سیدی قدس سرہٗ نے پہلے شبہات بیان فرمائے ہیں، اس کے بعد ان کے شافی جوابات دیے ہیں ملاحظہ فرمایئے اور حظ حاصل کیجیے — واللّٰہ یھدی من یشاء —

شبہ اوّل قرآن شریف کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب نہ تھا

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب (کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے

ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں) — دوسری آیت ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر (اگر میں غیب جانتا ہوتا تو خیر زیادہ کر لیتا) اس پر دال ہے **جواب** ان آیتوں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم نہ ہونے پر دلیل لانا خود قرآن سے جاہل ہونے کی دلیل ہے، یہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں غیب جاننے کا مدعی نہیں تواضع ہے، جمل حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے، فان قلت قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذالک وھو من اعظم معجزاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وبین قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذالک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیوب، اس عبارت کا حاصل مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور غیب کا علم حضور کے اعظم معجزات میں سے ہے پھر آیۂ ولو کنت اعلم الغیب الخ کے کیا معنی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نے اپنی ذات جامع کمالات سے علم کی نفی تواضعاً فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور اس کے مقدر کرنے سے، دوسرا جواب یہ ہے کہ علمِ غیب عطا ہونے سے پہلے ولو کنت الآیہ فرمایا ہو اور علم اس کے بعد عطا ہوا — غرضکہ یہ آیات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے غیب نہ جاننے پر دلیل نہیں، یا آیاتِ مذکورہ

مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ بالذات اور بالاستقلال غیب کا علم کسی کو نہیں، ہمارے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے تو تعلیم الٰہی ہے، چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے، ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ بالاستقلال کوئی غیب کا عالم نہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے، علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔ وقولہ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر محقق قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ یعنی آیہ لو کنت الخ میں اُس علم کی نفی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن بواسطہ تعلیم الٰہی کے پس بیشک ہمارے حضرت کے لیے ثابت ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا عالم الغیب فلا یظھر الآیہ

یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ آیہ شریفہ میں لفظ لو کنت اعلم اور لاستکثرت اور ما مسنی سب صیغہ ماضی کے ہیں جو زمانہ گزشتہ پر دلالت کرتے ہیں، آیت شریفہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گزشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی نہ پہنچتی، اگرچہ عبارات مسطورۂ بالا سے قطع نظر کر کے حسب مدعائے مخالف یہ فرض کر لیا جائے کہ اس آیہ شریفہ سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہمیں کچھ مضر نہیں اس لیے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے تو زمانہ گزشتہ میں حاصل ہونیکا انکار ہے کہ اگر میں پہلے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی، اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی

مجھے اسکا علم نہ ہوگا، پس اگر آیت میں بیان ہے تو اس وقت کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع نہ دی گئی تھی، نہ اس کے بعد کا جیسا کہ اوپر حاشیہ جمل کی عبارت سے ظاہر ہوگا۔

شبہہ دوم قرآن شریف میں ہے ومنھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعضے انبیاء کا قصہ نہیں بیان کیا۔ پھر وہ تمام چیزوں کے عالم کیونکر ہوئے؟ جواب آیہ شریفہ کی یہ مراد ہے کہ ہم نے بواسطہ وحی جلی کے قصہ نہیں کہا، یہ عدم نہونیکی دلیل نہیں اسلیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بواسطہ وحی خفی کے اس پر مطلع فرمایا ہے چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۰ میں فرماتے ہیں۔ ھذہ الآیۃ فی قولہ تعالیٰ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک، لان المنفی ھو التفصیل والثابت ھو الاجمال او النفی مقید بالوحی الجلی والثبوت متحقق بالوحی الخفی، ہمارے حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وصحبہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں، پس ہمارے حضرت کا انبیاء کی تعداد بتانا آیت کے منافی نہیں اس لیے کہ آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے، یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متحقق ہے،

شبہہ سوم کلام اللہ میں ہے لا تعلمھم نحن نعلمھم اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کی خبر نہیں

جواب اول تو اس آیت سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعلیمِ الٰہی سے بھی منافقین کے حال کا علم نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم منافقین کے حال کو اپنی فراست اور دانائی سے نہیں جانتے چنانچہ بیضاوی میں ہے خفی علیک حالہم مع کمال فطنتک وصدق فراستک مگر حضرت تعلیمِ الٰہی ضرور جانتے ہیں چنانچہ جمل جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ میں ہے معنی الآیۃ وانک یا محمد لتعرفن المنافقین فیما یعرضون بہ من القول من تہجین امرک وامر المسلمین وتقبیحہ والاستہزاء بہ فکان بعد ھذا لا یتکلم منافق عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا عرفہ بقولہ ویستدل بفحوی کلامہ علی فساد باطنہ ونفاقہ۔ دوم یہ کہ یہ آیت پہلے نازل ہوئی اس کے بعد علم عطا فرمایا گیا چنانچہ اسی جمل میں تحت آیہ لا تعلمہم کے سطور ہے فان قلت کیف نفی عنہ علمہ بحال المنافقین واثبتہ فی قولہ تعالیٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان آیۃ النفی نزلت قبل آیۃ الاثبات فلا تنافی کہ پس اب ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقین کے حال کے بھی عالم ہیں۔

شبہہ چہارم ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی الآیۃ مخالفین کی خوش فہمیوں نے انہیں اس امر پر آمادہ کر دیا کہ کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ **جواب** سبحان اللہ جانب مخالف کس درجہ عقیل ہیں بھلا یہ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا، آیت کا ترجمہ یہ ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے روح کی

نسبت سوال کرتے ہیں تم کہہ دو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو اس کا علم نہ تھا، اب **محققین کا فیصلہ** اس امر میں کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے، امام **محمد غزالی** رحمۃ اللہ **احیاء العلوم** میں فرماتے ہیں، ولا تظن ان ذلک لم یکن مکشوفا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان من لم یعرف نفسہ فکیف یعرف اللہ سبحانہ ولا یبعد ان یکون ذلک مکشوفا لبعض الاولیاء والعلماء یعنی گمان نہ کر کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ظاہر نہ تھا، اس لیے کہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا اور جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اس کا علم ہو۔ **شیخ عبد الحق محدث دہلوی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **مدارج النبوۃ** جلد دوم میں فرماتے ہیں چگونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است او را حق سبحانہ تعالیٰ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے قطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از بیدا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ روح کا علم حضرت کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور حق تعالیٰ نے حضرت کو مرحمت فرمایا۔

شبہہ پنجم کافروں نے حضرت عائشہ پر تہمت باندھی تھی حضرت کو نہایت رنج ہوا تھا جب بہت روز کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے کافر جھوٹے ہیں، تب حضرت

کو خبر ہوئی، اگر آگے سے معلوم ہوتا تو کیوں غم ہوتا (از نصیحۃ المسلمین [illegible] علی تھانوی)
جواب: سراپا ناز مخالفین کا یہی شبہ ہے جو ہیر پھیر کے بڑے کر و یاد
کرایا گیا ہے اور اس بے باکی سے زبان پر آتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ پھر اگر انصاف
سے غور فرمائیے تو کھل جائے کہ بجز اہل فریبی کے اور کچھ نہیں اللہ ہوش درست
نصیب فرمادے تو یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بدنامی ہر شخص کو غم کا باعث
ہوتی ہے اور پھر جھوٹی بدنامی اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن
سُنیں اور یقیناً جانیں کہ جو جرم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے
تو کیا حیاداروں کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا تو وہ ان کی بدگمانی کی دلیل ہو جائیگا۔
ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، حضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی، پھر غم
کیوں تھا، صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اس کی
شہرت پریشانی کا باعث ہو گئی تھی۔ یہ وجہ غم کی تھی نہ اصل واقعہ کی ناواقفیت
جیسا کہ سفہاء زمانہ کا خیال ہے تفسیر ہے تفسیر کبیر جلد ۶
مطبوعہ مصر میں ہے فان قیل کیف جاز ان تکون امراۃ النبی کافرۃ
کامرأۃ نوح ولوط ولم یجز ان تکون فاجرۃ وایضا فلو لم یجز
ذلک لکان الرسول اعرف الناس بامتناعہ ولو عرف ذلک
لما ضاق قلبہ ولما سأل عائشۃ کیفیۃ الواقعۃ قلنا الجواب عن الاول
ان الکفر لیس من المنفرات ماکونھا فاجرۃ فمن المنفرات والجواب
عن الثانی انہ علیہ السلام کثیرا ما کان یضیق قلبہ من اقوال
الکفار مع علمہ بفساد تلک الاقوال قال اللہ تعالیٰ ولقد نعلم انک
یضیق صدرک بما یقولون فکان ھذا من ھذا الباب، ترجمہ

پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں کافر
تو ہوں جیسے کہ حضرت لوط اور نوح علیہما السلام کی مگر فاجرہ اور بدکار نہ
ہوں اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور جب حضرت کو یہ معلوم ہوتا کہ نبیوں کی
بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو حضور تنگدل نہ ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے واقعہ کی کیفیت دریافت نہ فرماتے تو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ
کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے مگر بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونا نفرت
دلانیوالی چیز ہے لہذا ممکن نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ (بدکار)
ہوں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگدل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ
حضور کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے یہ اقوال بالکل فاسد ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون۔ یعنی ہم جانتے
ہیں کہ آپ ان کی بیہودہ باتوں سے تنگدل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے
یعنی حضور کا تنگدل ہونا محض کفار کی بیہودہ گوئی پر تھا باوجودیکہ حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی بیہودہ بکواس کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔
جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے مفسدانہ اقوال سے
تنگدل ہوتے تھے جبکہ خود حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد نعلم انک
یضیق الآیہ اور ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے،
اس طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے ورنہ جانتے تھے
کہ کافر جھوٹے ہیں، صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت معقول ہے ہر
شخص جس کو زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا

ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد
کے بھی سخت مغموم و پریشان ہونگے، یہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا،
مگر مخالف علیہ یا بدبخت پلید نہیں مانیگا جب تک وہ الزام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہ لگائے، ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً نا
جائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقوے اور متہمین کے منافق
ہونے کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ چاہیے تو تھا گمان نیک اور کی بدگمانی معاذ اللہ
تفسیر کبیر جلد ۶ میں ہے وثانیھا ان المعروف من حال
عائشۃ قبل تلک الواقعۃ انما ھو الصون والبعد عن مقدمات
الفجور ومن کان کذلک کان اللائق احسان الظن بہ وثالثھا ان
القاذفین کانوا من المنافقین واتباعھم وقد عرف ان الکلام
العدو المفتری ضرب من الھذیان فلمجموع ھذہ القرائن کان
ذلک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی اگرچہ تفسیر کبیر کی عبارتوں
سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بے حیائی ہے اور حضرت کو قبل از

لے یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا
کہ عائشہ مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان
کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے اتباع تھے اور یہ ظاہر ہے
کہ مفتری دشمن کی بات ایک ہذیان ہے پس بلحاظ ان مجموع قرائن کے یہ قول بدکاری کا جس
سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا
۱۲ منہ

نزول وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے
موافق ہے کہ کوئی اپنے قضیہ اور معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کر لیتا دوسرے وحی کا انتظار
کہ فضیلت اور براءۃ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہوتا
کہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے، وہ سب کالعدم ہو کر مسرت تازہ حاصل ہو
مگر اب ہم ایک ایسی مضبوط دلیل لاتے ہیں جس کے بعد مجال گفتگو نہ رہے گی
افک جو بخاری کی کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن
بعضاً میں ہے اس میں ہے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی فواللہ ما علمت علی اھلی
الا خیرا وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔ اس سے
صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کی پاکی پر یقین تھا اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا اسی واسطے آپ
نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے اب بھی اگر کوئی
انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب کا دنیا میں
تو کیا علاج مگر میدان حشر میں انشاء اللہ اس بیباک کو ضرور بے باکی کی سزا
ملے گی کہ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمایا کہ میں خیر
جانتا ہوں، یہ دشمن دین اسی کو کہے کہ وہ نہیں جانتے تھے معاذ اللہ۔ مومن
کامل کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ جب بدگمانی شرعاً جائز نہیں تو سرور
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرگز شبہ بھی نہ تھا اس لیے کہ آپ معصوم
ہیں کہ آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں مگر اب
تو معاند کے لیے بھی بحمد اللہ تعالیٰ حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت
کو اس واقعہ سے ناواقفیت نہ تھی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت

کوئی بدگمانی اور آپ کے پر توفیض سے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں میں جلوے نظر آئے اور انہوں نے بوقت شہادت بیان فرمائے اس مختصر میں گنجائش نہیں کہ مذکور ہو سکیں اور حضرت سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا بھی ان کی طرف بدگمانی کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ حالتِ غم کا مقتضائے اتفاق ہے اور اگر خدا حق بین آنکھ عطا فرمائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف چند روز توجہ نہ فرمانے میں وہ بھید نظر آئیں جو مومن کی روح کے لیے راحت بے نہایت ہوں ۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا نہ وحی دیر میں آئی اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی شورش نہ ہوتی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا اور امتحان بھی ہو گیا کہ کیسی صابرہ ہیں ادھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتحان کا علم سے سینہ بھر دیا، واقعہ سامنے کر دیا، جملہ حالات حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت کے پیش نظر فرما دیئے، ادھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی اب دیکھنا ہے کہ محبوب رب اپنی محبوبہ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت باوجود علم کے صبر کر کے اللہ جل شانہ پر معاملہ تفویض کرتے ہیں جو ان کی شان کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بیقرار ہو کر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے ہیں شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں اس واسطے عرصہ تک وحی ہی نہیں آئی کہ اس میں ایک دوسرا امتحان تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں ان کی تسکین فرماتے ہیں یا وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بیقرار ہوئے جاتے ہیں ۔ اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے دیکھا

جائے تو بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں اس لیے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کیا گیا ۔ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو براءت صدیقہ کا یقین ہونا ثابت ہو اگر اب ان حضرات کا مرتبہ دریافت کیجئے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں ایک یہ کہ ان کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی تھی اور ایک یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا، عینی شرح بخاری جلد پنجم ۳۸۴ میں ہے فی التوضیح ظن السوء بالانبیاء کفر یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے جس نے دو بدگمانیاں کیں اس کا کیا حال ہو گا چاہیے کہ وہ توبہ کرے۔

شبہہ ششم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کسی علم کو چھپایا ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے عن مسروق قال قالت عائشۃ من اخبرک ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی ربہ او کتم شیئا مما امر بہ او یعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث فقد اعظم الفریۃ رواہ الترمذی ۔ جواب: اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین باتیں فرمائیں، ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں، یہ صرف رائے تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہیں مانی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کوئی حدیث مرفوع ذکر کی بلکہ صحابہ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کے مخالف وقوع رویت کا اثبات کیا اور اب تک جمہور علماء اسلام اس کو مانتے چلے آتے ہیں چونکہ بحث سے خارج ہے اس لیے اس کی بحث نہیں کی جاتی **دوم** یہ کہ آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا، اس سے یہ مراد ہے کہ جن کی تبلیغ کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہیں چھپایا اور جن کے چھپانے کا حکم تھا وہ بیشک چھپائے۔ **انوار التنزیل** میں ہے قولہ تعالیٰ بلغ ما انزل الیک ای المراد تبلیغ ما یتعلق بمصالح العباد وقصد بانزالہ اطلاعھم علیہ فان من الاسرار الالٰھیۃ ما یحرم افشائہ

روح البیان جلد ۳ میں ہے وفی الحدیث سألنی ربی ای لیلۃ المعراج فلم استطع ان اجیبہ فوضع یدہ بین کتفی بلا تکییف ولا تحدید ای ید قدرتہ لانہ سبحانہ منزہ عن الجارحۃ فوجدت بردھا فاورثنی علم الاولین والاٰخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ عھدہ علی کتمہ اذ ھو علم لا یقدر علی حملہ غیری وعلم خیرنی فیہ وعلم امرنی بتبلیغہ الی الخاص والعام من امتی وھی الانس والجن والملک کما فی انسان العیون **خلاصہ** یہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے شب معراج میں کچھ پوچھا میں جواب نہ دے سکا پس اس نے اپنا دست رحمت وقدرت بے تکییف و تحدید میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی سردی پائی پس مجھے علم اولین وآخرین کے دیے اور کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے، ایک علم تو ایسا ہے جسکے چھپانے پر مجھ سے عہد لے لیا کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا کسی کو اسکے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ایک ایسا علم

جس کے چھپانے اور سکھانے کا مجھے اختیار دیا اور ایک ایسا علم جس کے سکھانے کا ہر خاص و عام امتی کی نسبت حکم فرمایا اور انسان اور جن اور فرشتے یہ سب حضرت کے امتی ہیں ھذا فی مدارج النبوۃ اب حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ امر محقق یہی ہے کہ اسرار الٰہی کا جو علم حضرت کو مرحمت ہوا ہے اسکا افشاء حرام ہے۔

سوم یہ کہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے انہیں حضرت نہیں جانتے اس سے یہی مراد ہے کہ خود بخود نہیں جانتے مگر بتعلیم الٰہی جانتے ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان گزر چکا مگر یہاں بھی کچھ ذکر کرتے ہیں۔ **تفسیر عرائس البیان** میں ہے، وقولہ ولا یعلمھا الا ھو ای لا یعلم الاولون والاٰخرون قبل اظہارہ تعالیٰ ذلک لھم ولم یعلم حقائق اقدارھا الا ھو لانہ تعالیٰ عرف قدرھا بالحقیقۃ لا غیر وایضا لا یعرف طریق وجدانھا والوسیلۃ الیھا الا ھو لانہ تعالیٰ عرف طرقھا لاھلھا قال تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول ۔ اس سے ظاہر ہے کہ مفاتیح غیب کو نہ جاننا قبل اظہار اللہ جل شانہ کے ہے پس روشن ہو گیا کہ نفی علم ذاتی کی ہے **علم قیامت** **شرح مقاصد صفحہ ۲۵۰ جلد ثانی**، ان الغیب ھھنا لیس علی العموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیامۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسول من الملائکۃ والبشر اس سے ظاہر کہ علم قیامت کی اطلاع محال نہیں نہ آیت میں اس کی تعلیم کا

انکار بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے هكذا في التفسير الكبير للامام الرازی
تحت قوله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى
من رسول ۔ رہا یہ کہ بچہ کا علم کب ہو سکیگا تو اس کا ذکر بالتفصیل
سابق میں گزرا اور کتاب الابریز میں اس شبہ کے جواب
میں لکھتے ہیں ، وكيف يخفى عليه ذالك والاقطاب السبعة من
امته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف
بسيد الاولين والآخرين الذي هو سبب كل شيء ومنه كل شيء
انتهى ۔ یعنی علم قیامت سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ
سکتا ہے جبکہ آپ کی امت شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور
غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالا تر ہے پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ
ہوں گے اور سید الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ اجمعین کہ تو نیاز مند بھی اس کے عالم ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں
اور عالم کی ہر شے کا وجود حضور کی بدولت اور حضور ہی سے ہے ۔ علم
ما في الارحام اگر یہ معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کسی کو معلوم نہیں کہ
پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی جب تو کچھ کلام ہی نہیں اور واقعی آیت شریفہ
کا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہی مطلب ہے لیکن اگر حسب
فہم منکرین عام نبی یہ مراد ہو کہ بتعلیم الٰہی بھی کسی کو علم نہیں یا اللہ جل
شانہ کسی کو اس پر اطلاع نہیں دیتا تو قطعاً غلط کثرت سے احادیث
میں آیا ہے کہ ہر شخص کا مادہ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں بصورت
نطفہ جمع ہوتا ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے پھر مضغہ

یعنی پارۂ گوشت کی شکل میں رہتا ہے اور شقی ہے یا سعید ، چنانچہ الفاظ
حدیث کے جو مشکوٰۃ شریف باب الایمان بالقدر میں بروایت ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۲۰ پر موجود ہیں یہ ہیں ثم يبعث الله ملكا باربع
كلمات فيكتب عمله واجله ورزقه وشقي او سعيد اس سے
ثابت ہوا کہ فرشتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہیگا اور عمل کیا کریگا
کل تو درکنار تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے ،
طرفہ طریہ کہ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی
ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت
انہیں بتا دیا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میں ان کے پیٹ میں لڑکی دیکھتا
ہوں چنانچہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۶۱ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
تعالیٰ لکھتے ہیں : واخرج مالك عن عائشة ان ابا بكر نحلها جاد
عشرين وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال يا بنية
والله ما من الناس احد احب الي غنى منك ولا اعز علي فقرا بعدي
منك واني كنت نحلتك جاد عشرين وسقا فلو كنت جددتيه
واحتزتيه كان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هما
اخواك واختاك فاقتسموه على كتاب الله فقالت يا ابت لو كان
كذا وكذا لتركته انما هي اسماء فمن الاخرى قال ذو بطن ابنة
خارجة اراها جارية واخرجه ابن سعد وقال في آخره قال
ذات بطن ابنة خارجة قد القي في روعي انها جارية فاستوصي
بها خيرا فولدت ام كلثوم ۔ ترجمہ : عائشہ رضی اللہ عنہا سے
مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے انکو ایک درخت کھجور کاٹ دیا

تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا، لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے تمہارے صرف دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہیں آپ نے دوسری کونسی بتا دی۔ فرمایا حضرت صدیق اکبر نے کہ ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے پس ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ **علامہ کمال الدین دمیری حیوٰۃ الحیوان** میں بیان فرماتے ہیں۔ وعن ابی لهیعة عن ابی الاسود عن عروة قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من اهل البادیة وهو متوجه الی بدر لقیه بالروحاء فسأله القوم عن الناس فلم یجدوا عنده خبرا فقالوا له سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال افیکم رسول اللہ فقالوا نعم فسلم علیه ثم قال ان کنت رسول اللہ فاخبرنی عما فی بطن ناقتی هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وکان غلاما حدثا لا تسئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واقبل علی فانا اخبرک عن ذلک نزوت علیها ففی بطنها سخلة منک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم افحشت الرجل ثم اعرض عنه رسول اللہ صلی اللہ علیه

وسلم فلم یکلمه بکلمة واحدة حتی قفلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء یهنئونهم فقال سلمة یا رسول اللہ ما الذی یهنئونک واللہ ان رأینا الا عجائز صلعا کالبدن المعقلة فنحرناها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان لکل قوم فراسة وانما یعرفها الاشراف رواه الحاکم فی المستدرک وقال هذا صحیح مرسل وحکاه ابن هشام فی سیرته خلاصہ یہ کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے سلمہ نے کہا کہ ایسی بات رسول اللہ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے رسول اللہ نے فرمایا خاموش۔ اور وہ اعرابی حیرت میں رہ گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور کے صحابہ کرام میں [illegible] صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا، اب جو کوئی کہے کہ مافی الارحام کا علم کسی کو تعلیم الٰہی سے بھی نہیں تو وہ بیچارہ ان عبارات مذکورہ کا کیا جواب دے گا۔

علم مافی غد۔ رسالہ ہٰذا میں بہت سی ایسی عبارتیں گزر چکی ہیں جن سے واقعات مافی غد یعنی کل ہونے والی باتیں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کو معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے مگر پھر ملاحظہ ہو **مشکوٰۃ شریف** ص ۵۴۳ میں ہے قال (عمر) ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یرینا مصارع اهل بدر بالامس یقول هذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ وهذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ قال عمر والذی بعثه بالحق ما اخطئوا الحدود التی حدها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الحدیث خلاصہ یہ کہ بدر میں حضرت نے

بتا دیا کہ کل کو یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں شخص اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حضرت کو معلوم تھا کہ کل کو کیا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ کون کہاں مرے گا یعنی ما فی غدٍ اور بای ارضٍ تموت کا علم اللہ جل شانہ نے مرحمت فرمایا یہ شبہ کہ ان جواری کو جو دف بجا کر گاتے ہیں یہ کہتی تھیں کہ ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں حضرت نے منع فرما دیا اور کہہ دیا کہ پہلے جو کہتی تھیں کہے جاؤ چنانچہ صاحب تقویۃ الایمان نے اس سے استدلال کیا ہے مگر اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو ما فی غد ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان جواری سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے پس جب حضرت نے تجدید اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ہرگز شرک نہیں اور اس کا جواب ما سبق میں بوضاحت گزر چکا۔

زرقانی جلد ۱ صفحہ ۲۲۹ میں حضرت حسان کا ارشاد موجود ہے۔

نبی یری ما لا یری الناس حولہ ۔ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد
فان قال فی یوم مقالۃ غائب ۔ فتصدیقہا فی ضحوۃ الیوم او غد

اس کو حضرت حسان سے سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا منع نہ فرمانا صحت پر دال ہے علم ما فی غد کا تو اس میں بھی اثبات ہے جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا کہ صاف فرما رہے ہیں ۔ فان قال فی یوم الخ یعنی وہ اگر کوئی غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی یعنی حضور آج اور کل کے آنے والے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں۔ پھر حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے منع فرمایا اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب مزعوم مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے اور منع نہ فرماتے ۔ اسکا علم کہ کہاں مرے گا اور کب مریگا **ما ثبت بالسنۃ** میں ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین میری ہجرت کے ساٹھویں سال قتل کیے جائیں گے ۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتل الحسین علی راس ستین سنۃ من مہاجری رواہ الطبرانی فی الکبیر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب سنکر صدیق اکبر نے عرض کیا کہ میں حضور کے بعد ڈھائی برس زندہ رہونگا واخرج ابن سعد عن ابن شہاب قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا فقصہا علی ابی بکر فقال رأیت کانی استبقت انا وانت درجۃ فسبقتک بمرقاتین و نصف قال یا رسول اللہ یقبضک اللہ الی مغفرۃ و رحمۃ واعیش بعدک سنتین و نصفا ۔ از تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۶

حضرت نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے زمین پر پھر نکاح کریں گے اولاد ہوگی پینتالیس برس ٹھہر کر انتقال کریں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کیے جاینگے ، پس میں اور وہ ایک قبر سے اٹھیں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں ، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا و اربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا نے جواب کہ میرے گھر میں تین چاند گر پڑے ہیں یہ خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرمایا کہ آپ کے گھر میں ایسے تین شخص دفن ہونگے جو تمام زمین والوں سے بہتر ہیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کہا کہ اے عائشہ یہ تیرے سب چاندوں میں بہتر ہیں۔ یہ حدیث تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۶ میں ہے اخرج سعید بن منصور عن سعید ابن المسیب قال رأت عائشۃ رضی اللہ عنھا کانہ وقع فی بیتھا ثلاثۃ اقمار فقصتہا علی ابی بکر وکان من اعبر الناس فقال ان صدقت رؤیاک لیدفنن فی بیتک خیر اھل الارض ثلاثا فلما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عائشۃ ھذا خیر اقمارک اب جوابات یقینی اور بدیہی ہوگئی کہ امور خمسہ مذکورہ آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ کا علم بتعلیم الٰہی انبیا اور صحابہ اور اولیا کو حاصل ہے تو یہ کہنے والا کہ حضرت کو بتعلیم الٰہی بھی امور خمسہ کا علم نہ تھا ....

...... یا کسی کو غوثوں میں سے ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہے کہ اپنی من گھڑت کے آگے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گیا پس اس آیت سے یہ مراد لینے والا کہ امور خمسہ کا علم کسی کو نہیں نہ ذاتاً نہ بواسطہ تعلیم الٰہی آیت کی تفسیر بداہۃ کے خلاف کرتا ہے اور یہ ضلال چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۸ مطبوعہ مصریہ (مصر) صفحہ ۳۰ پر ہے واذا کان کذلک شاھدا محسوسا فالقول بان القرآن فدل علی خلافہ مما یجر الطعن الی القرآن وذلک باطل۔

پس یہ کہہ دینا کہ خدا کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا نہ خود بخود نہ تعلیم الٰہی سے اور اس کو قرآن سے ثابت کہنا کفر ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی کے کلام سے ثابت ہوا پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے باوجود ٹھیک معنی بننے کہ یہ مراد لیا کہ وہ باطنی ہے مگر مولوی رشید احمد گنگوہی نے بے دھڑک لکھ دیا کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں فقط والسلام مورخہ ۲ ذی الحجہ بروز جمعہ۔

رشید احمد ۱۳۰۱

از فتاوی رشیدیہ حصہ اوّل صفحہ ۱۲۳

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے،

قطع نظر اس سے کہ ان صاحبوں کے اس حکم شرک سے اسلام کا کوئی بزرگ اور امت کا کوئی عالم نہیں بچا اور تمام دنیائے اسمٰعیلی ورشیدی شرک میں مبتلا نظر آتی ہے لطف کی بات یہ ہے کہ اس شرک کے پھندے سے اپنوں کی گردنیں بھی نہ بچ سکیں مولوی اشرف علی تھانوی اور مرتضیٰ حسن چاندپوری بھی پھنس گئے، کیونکہ وہ علم غیب کو نبی کے لیے لازم بتاتے ہیں چنانچہ توضیح البیان صفحہ ۱۲ میں ہے حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے چنانچہ

اس عبارت سے کہ نبوۃ کے لیے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپکو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے الخ۔ اب مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی اشرف علی تھانوی دونوں مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے فتوے سے مشرک ثابت ہوئے اور ممکن نہیں کہ وہ اس شرک کو اٹھا سکیں، الحاصل اگر ان عیوب خمسہ کے باب میں بسط کیا جاوے تو غالباً دس گیارہ جزو کا ایک اور رسالہ خاص اسی بحث میں مرتب ہو جائے اس لیے تطویل سے اعراض کیا، اللہ جل شانہ اسی مختصر کو باعث ہدایت مخالفین فرما دے۔

شبہہ ہفتم سفر میں حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا ہار گم ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہار ڈھونڈا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتے؟

جواب: مخالفین دلائل کا دارومدار باطل و غلط قیاسوں پر رہ گیا ہے کسی آیت و حدیث سے وہ اپنا دعوٰے کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے تو مجبوری و ناچاری اپنی غلط رایوں کو بجائے دلیل کے پیش کر دیتے ہیں نہ معلوم انہوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ سے کونسی دلیل قرار دے رکھا ہے دینی مسائل اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف زید و عمر اور ہر بادشاہ کے منتشر خیالات پر موقوف ہیں جب آیات و احادیث اور کتب معتبرہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہوا تو مخالفین کا وہم کس شمار و قطار میں ہے اپنے خیالات واہیہ کو آیات و حدیث

کے مقابلہ میں انکار رد کرنے کے لیے پیش کرنا مخالفین ہی کی جرأت ہے اس سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضرت نے نہ بتایا، اور تو اس میں کلام ہے مخالف کو اس پر دلیل لانا تھا، کوئی عبارت پیش کرنا تھی مگر وہاں اسکی ضرورت ہی نہیں جو بات منہ میں آئی کہدی، حضور کی جس فضیلت کا چاہا محض بزور زبان انکار کر دیا بخاری و مسلم کی حدیث ہے فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا فوجدها امام نووی فرماتے ہیں انہ یکون فاعل وجدها النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور خود اس کے واجد ہیں وہ ہار خود حضور نے پایا پھر نہ بتایا کے کیا معنی اور فرض کیجئے کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم ہے یہ کہاں کی منطق ہے اگر یہی قیاس ہے تو خدا خیر کرے، کہیں آپ علم الٰہی اسی قیاس سے انکار نہ کر بیٹھیں کہ کفار نے وقت قیامت کا بہتیرا سوال کیا اور ایان یوم القیمۃ کہا کیے مگر اللہ سبحٰنہ نے نہ بتایا معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتا معاذ اللہ، نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے لیے عدم علم ضروری ہو اس نہ بتانے میں جو حکمتیں ہیں وہ آپ کو تو کیا نظر آئیں گی، آنکھ والوں سے پوچھیے شیخ الشائخ قاضی القضاۃ اوحد الحفاظ والرواۃ شہاب الدین ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۱۵ میں فرماتے ہیں واستدل به علی جواز الاقامۃ فی المکان الذی لا ماء فیہا یعنی اس اقامت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہوا اگر حضور فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے ہذا یہ بھی معلوم

ہوا کہ امام کو سفر میں ہو مگر اس کو مسلمانوں کے حفظِ حقوق کا لحاظ کرنا
چاہیے فتح الباری میں ہے وفیہ اعتناء الامام بحفظ حقوق المسلمین
وان قلت اس سے علماء نے کتنے مسائل نکالے کہ دفن میت کے
لیے اور اس کے مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے
امام کو قیام کرنا چاہیے فتح الباری میں ہے ویلحق بتحصیل الضائع
الاقامۃ للحوق المنقطع ودفن المیت ونحو ذالک من مصالح
الرعیۃ اس میں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ مال کو ضائع کرنا نہ چاہیے، وفیہ
اشارۃ الی ترک اضاعۃ المال (فتح الباری) اور یہ کیا مزے کی
بات معلوم ہوئی کہ اس اقامت کی وجہ سے جب پانی نہ ملا اور صحابہ کو
نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا کس طرح وضو کیا جائیگا
تو وہ بے چین ہوئے لامحالہ اُن کو سوال کرنا پڑا تو حضرت صدیق اکبر سے
سوال کیا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو ایسے ضروری حال
کے لیے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارہ نہ کیا
اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو خواب سے بیدار کرنا کسی کو حق نہیں ہے،
انما شکوا الی ابی بکر لکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نائما
وکانوا لایوقظونہ (فتح الباری) حضرت صدیق اکبر نے سختی کی کہ
ہیں کہ نماز کس طرح پڑھیں گے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ
کمر میں انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل
پڑتا ہے مگر حضور ان کے زانو پر آرام کر رہے تھے اس وجہ سے انہیں
جنبش نہ ہونے پائی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ادب اس درجہ ہونا چاہیے
کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آئیگا

اذیتہ ہو وفیہ استحباب الصبر لمن نالہ مایوجب الحرکۃ ویحصل
بہ تشویش النائم (فتح الباری) فضیلت حضرت صدیقہ کا اظہار
وفیہ دلیل علی فضل عائشۃ وابیھا وتکرار البرکۃ منھا حضرت صدیقہ
کی کیسی فضیلت و برکت ظاہر ہوئی - عمر بن حارث کی روایت میں وارد
ہو لقد بارک اللہ للناس فیکم اور ابن ابی ملیکہ کی روایت میں خود جناب
سید عالم علیہ السلام نے فرمایا ماکان اعظم برکتھا قلادتک
کہ اے صدیقہ تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے تاقیامت
ملک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں
میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے بخاری میں بروایت عروہ
وارد ہے فواللہ مانزل بک من امر تکرھینہ الاجعل اللہ ذالک
لک وللمسلمین فیہ خیرا - اسید ابن حضیر نے فرمایا کہ اے صدیقہ
بخدا آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے اور آپ پر گراں گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لیے بہتری فرماتا ہے اور عبدالرحمن
ابن قاسم والی روایت میں ہے ماھی باول برکتکم یا آل ابی بکر
کہ اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے حضرت صدیق اکبر
نے آیت تیمم نازل ہونے کے بعد تین مرتبہ فرمایا انک لمبارکۃ
اے صدیقہ تم یقیناً بیشک بڑی برکت والی ہو اہل ایمان کو تو نظر آگیا ہے
کہ حضرت صدیقہ کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور
اور پانی نہ ملے تو ان کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ تیمم کو جائز فرمائے اور
مٹی کو مطہر کر دے لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا گزر جاتا ہو،
وہاں سوائے اس کے کچھ نہ معلوم ہو کہ حضرت کو علم نہ تھا

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

خلاصہ یہ کہ مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا لغو ہے اور اُن کے مدعائے باطل کو کسی طرح کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

شبہ ہشتم فتاویٰ قاضی خان میں ہے رجل تزوج امرأۃ بغیر شہود فقال الرجل والمرأۃ خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت۔ ترجمہ: ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پس مرد اور عورت نے کہا خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں کہ یہ کفر ہوگا اس لیے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں؟

جواب: معترض کا منشا یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے مگر ابھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمے لیا ہے کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس بموجب عبارت قاضی خاں کے اُن کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں، اگر آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار

۱۲؎ دیکھو: ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق ص۱۷ اور بہت چیزیں اور امور غیب کے

حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور فیصلہ علم غیب ص۳ میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کے یہ لفظ مسطور ہیں۔ بھلا کوئی مسلمان بھی اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے مسلمان تو الا کہ اس بات کے قائل ہو تو اگلے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو اور منکرین کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں، الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کرتے ہیں اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کرتے ہے ۱؎ (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں) تو اگر معاذ اللہ قاضی خاں کی عبارت سے ہم پر الزام آئیگا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہرینگے ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہرے تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے اب عبارت قاضی خان پر غور فرمائیے کہ اسمیں لفظ قالوا موجود ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف اور قاضی خان وغیرہ فقہا کی عادت ہے کہ وہ لفظ قالوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود اُن کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور آئمہ سے مروی نہ ہو چنانچہ شامی جلد ۳ ص۴۲۵ میں ہے، لفظۃ قالوا تذکر فیما فیہ خلاف کما صرحوا بہ۔ **غنیۃ المستملی** شرح منیۃ المصلی بحث قرأت میں ہے وکلام قاضی خان یشیر الی عدم اختیارہ لہ حیث قال

۱؎ فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں اور مخالفین گمٹی کے وہ ایک حد کو پہنچا دیتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ بعض گستاخ تو یہاں تک بک اٹھے ہیں کہ انھیں اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ استغفر اللہ

ولذا صلی علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القنوت قالوا لایصلی
علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ قالوا اشارۃ الی عدم استحسانہ لہ
والی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذلک من المتعارف
فی عباراتھم لمن استقراھا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اب معلوم ہوگیا کہ قاضی خاں
کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتی کہ اس کے
ساتھ حکم کرنا تحت منع اور جہل ہے درالمختار میں ہے ان
الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق الاجماع ۔ ردالمختار میں
بحر میں قاضی خاں والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ قیل ضعف کی دلیل موجود
ہے درالمختار کتاب النکاح میں ہے تزوج بشہادۃ اللہ
ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ
وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لایکفر لان الاشیاء تعرض علی
روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون
بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا
الا من ارتضی من رسول ۔ خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اس
کے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے ۔ تاتارخانیہ اور حجہ میں ملتقط
سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لیے
کہ روح پاک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کیجاتی ہیں
اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے عالم الغیب
فلا یظہر الخ ۔ معدن الحقایق شرح کنز الدقایق اور خزانۃ
الروایات میں ہے وفی المضمرات والصحیح انہ لایکفر لان الانبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیہم الاشیاء

فلا یکون کفرا یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس
لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء
پیش کیجاتی ہیں ۔ پس کفر نہ ہوگا ۔ مشاھی باب المرتد میں مسئلہ
بزازیہ ذکر کرکے فرماتے ہیں حاصلہ ان دعوی الغیب معارضۃ
النص القرآنی یکفر بھا الا اذا اسندہ ذلک صریحا او دلالۃ الی سبب
من اللہ کوحی والہام یعنی غیب کا دعوی نص قرآن کے معارض ہے،
پس اس کا مدعی کافر ہو جائیگا ۔ لیکن اگر اس نے صریحا یا دلالۃ کسی سبب
کی طرف نسبت کرلی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی والہام وغیرہ
کے تو کافر نہیں ۔ ردالمختار میں ہے وفیھا کل انسان غیر
الانبیاء لایعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادتہ تعالیٰ
غیب الا الفقہاء فانھم علموا ارادتہ تعالیٰ بھم لحدیث الصادق
المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ۔ غایۃ الاوطار
میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے
انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے
ساتھ وارد ہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے
ہیں اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادے کو جو ان کے ساتھ
رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ
اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین
میں فہم سلیم عطا کرتا ہے ۔ اب خوب ظاہر ہوگیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار
ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر
ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت ۔

شبہ نمبر ۱ جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ اعتراض محض جہالت سے ناشی ہے اس لیے کہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہے گا مگر دیہاتی **امام فخر الدین رازی**، **تفسیر کبیر** میں تحت آیہ واحاط بما لدیھم واحصی کل شیء عددا کے فرماتے ہیں قد ثبت الاستدلال ان احصاء العدد انما یکون فی المتناهی فاما لفظة کل شیء فانها لا تدل علی کونه غیر متناه لان الشیء عندنا هو الموجودات والموجودات متناهیة فی العدد۔ اس عبارت سے موجودات کا غیر متناہی ہونا رد ہوا۔ پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کے لیے موجودات کو غیر متناہی کہنا کون عقلمندی ہے، اب بعض شبہات عقلیہ کا رد کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی تقریظ ہی نقل کی جائے:

مولوی اشرف علی صاحب کی تقریظ کا رد

قولہ: بعد الحمد والصلوٰۃ احقر الوریٰ اشرف علی عفی عنہ بتائید مضمون رسالہ اعلاء کلمۃ الحق عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں جو آیات واحادیث وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہیں دوسری وہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں **اقول:** سبحان اللہ یہ فقرہ کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں کیسی جرأت ہے مثبتین کا دعوائے کل شیء معلوم لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور یہ موجبہ

ہے اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے (مثلاً بعض الاشیاء لیس بمعلوم لنبینا) جو شخص ایجاب کلی کا مدعی ہے اس کو کس طرح سلب جزئی میں کوئی کلام نہ ہوگا۔ کیا مولوی صاحب کے نزدیک مدعی کو اپنے دعوے کی نقیض مسلم ہوتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ یہ بھی خوش فہمی ہے، ایک دوسرے خصیم خود کہتا ہے کہ بھلا کوئی ایک آیت یا حدیث تو ایسی سناؤ کہ جس کا یہ مضمون ہو کہ فلاں چیز کا علم سرور اکرم کو دیا ہی نہ گیا۔ چنانچہ زبدۃ المحققین امام المناظرین جناب **الحاج حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دام فیضہم** نے انباء المصطفیٰ کے **صفحہ ۴** پر فرمایا ہاں ہاں تمام نجدیہ مع مولوی گنگوہی جنگل کی سب کو دعوت عام ہے اجمعوا شرکاءکم چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیاء مذکورہ ما کان وما یکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین۔ اب یہ کہہ دینا کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کلام نہیں کس درجہ کی دیانت اور کیسا سچ ہے **قولہ:** تیسری وہ جو محتمل ایجاب کلی اور ایجاب جزئی دونوں کو ہے **اقول:** مناسب تھا کہ ان اقسام کی مثالیں لکھی جاتی نہ معلوم کس مصلحت سے لکھی نہ گئیں۔ یہ **حصر** جو تھانوی صاحب نے تین قسموں میں کیا ہے، غلط ہے اس لیے کہ جو مفید ایجاب کلی کو ہے (مثالہ فتجلی لی کل شیء الحدیث) وہ ایک چوتھی قسم ہے قرآن آیات واحادیث کا حصر تین قسموں

ہیں باطل ٹھہرا قولہ اور اسی قسم میں کلام ہے اقول - یہ خوش
جو مدعی ایجاب کلی کا ہے وہ چوتھی قسم سے کیوں نہ استدلال کرے گا!
قولہ جو لوگ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں اقول - جی
ہاں یہ ضرور بتایئے کہ وہ کون لوگ ہیں جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے لیے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں مثبتین
علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کے لیے ہرگز جمیع مغیبات
غیر متناہیہ کے علم کا اثبات نہیں کرتے - یہ زبردستی آپ نے اپنی چلائی
وہ تو جمیع اشیاء کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور جمیع اشیاء متناہی ہیں۔
جیسا کہ جواب شبہ نہم میں مذکور ہوا تو قولہ وہ اس قسم ثالث کو ایجاب
کلی پر محمول کرتے ہیں اور اسی ایجاب کلی کو اپنا متمسک ٹھہراتے ہیں۔
اقول :- غلط - انہیں ضرورت ہی کیا ہے کہ قسم ثالث کو اپنا متمسک
ٹھہرائیں جبکہ قسم رابع موجود ہو - مزید اور چیز ہے قولہ اور جو باوجود
تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہیں وہ
ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہیں اقول برا کرتے ہیں اگر بے قرینہ ایجاب
جزئی پر محمول کرتے ہیں اور باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے
ایسا کرتے ہیں تو بہت برا کرتے ہیں۔ قولہ اب بتوفیقہ تعالیٰ
یہ احقر اولاً سالکانہ کہتا ہے کہ جب ایجاب کلی بوجہ احد المحتملین ہونے
کے قطعی الدلالۃ نہیں ہے تو مقام اثبات عقائد؎ میں جو کہ دلیل قطعی الثبوت

؎ یہ مقام عقائد ہے یا بحث فضائل تھانوی صاحب کو ابھی تک اتنا بھی
معلوم نہیں جو وہ دلیل قطعی پر موقوف کرتے ہیں۔

قطعی الدلالۃ پر موقوف ہے اس سے کب استدلال صحیح ہوگا -
اقول کیا خوب! بناء فاسد علی الفاسد - حضرت آپ کی قسم ثالث
سے مثبتین کو احتجاج کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو ایجاب کلی احد المحتملین
ٹھہرے مثبتین تم ایجاب سے استدلال کرتے ہیں - جس میں مجال
احتمال خلاف اصلاً نہیں - اب آپ کی یہ سب تار و پود نسج العنکبوت
ہو گئی لہٰذا اس قسم ثالث کو تھانوی صاحب ایجاب کلی پر حمل کریں
یا ایجاب جزئی پر بحث سے خارج ہے کہ خصم کا احتجاج اس سے نہیں
البتہ اگر بے قرینہ حمل کریں گے تو لیاقت علمی کی داد پائیں گے -
قولہ بعض روایات مفیدہ سلب جزئی کہ اس میں احتمال عقلی
بھی نہیں ہو سکتا کہ زمانہ حکم ایجاب کلی کا اس سے تاخر ہو - مثلاً یہ حدیث
صحاح کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی
طرف بلادیں گے ملائکہ عرض کریں گے انک لاتدری ما احدثوا
بعدک اس میں جملہ لاتدری الخ مفید ہو رہا ہے سلب جزئی کو
زمانہ ورود روایات محتملہ ایجاب کلی کا اس سلب جزئی سے تاخر ہو۔
اقول :- تقدم تاخر کیا سلب جزئی ہی کہاں ہے، جب فخر
عالم علیہ الصلوٰۃ دنیا میں خود ہی خبر دے رہے ہیں کہ ہم بعض لوگوں
کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کریں گے انک الخ
تو حضور کو اس کا علم ہوا تو اسی حدیث سے ظاہر واقعہ تو قیامت کو پیش
آئیگا اور خبر آج دے رہے لیکن تھانوی صاحب کے نزدیک علم ہی
نہیں بغیر علم ہی کے اخبار ہو گیا - اللہ عقل سلیم عنایت فرمائے تو انسان
کو یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ علم نہ ہوتا تو خبر دینا کیونکر ممکن تھا پھر حضور

کو دنیا ہی میں معلوم ہوتا اور اس واقعہ کا نظر انور سے گزر جاتا۔ بخاری شریف
کی مدخل میں بھی مروی بینا انا نائم فاذا زمرة حتی اذا عرفتهم خرج
رجل من بینی و بینهم فقال هلم فقلت این قال الی النار واللہ قلت
وما شانهم قال انهم ارتدوا بعدک علی ادبارهم القهقری۔ حضور
فرماتے اس اثنا میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گزری حتیٰ
کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے اور ان کے درمیان سے
نکل کر کہا کہاں اس نے عرض کیا بخدا دوزخ کی طرف میں نے کہا ان کا کیا
حال ہے اس نے عرض کیا کہ یہ حضور کے بعد الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے
یہ بخاری شریف کی حدیث ہے مولوی اشرف علی صاحب کو اب تو
معلوم ہوا ہوگا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دنیا میں پہچانتے
اور ان کا مآل جانتے تھے پھر سلب کہاں علاوہ بریں جائز کہ انک لا
تدری میں ہمزہ استفہام مقدر ہو جیسا کہ و تلک نعمة تمنها الآیہ اور
ھذا ربی میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث
جو اسی مضمون میں ہے یہ الفاظ وارد ہے قرینہ قویہ ہے فاقول یارب منی
و من امتی فیقال اما شعرت ما عملوا۔۔۔۔۔ بعدک یعنی میں کہونگا
اے پروردگار میرے یہ میرے ہیں اور میرے امتی ہیں فرمایا جائیگا کیا آپ
کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اب تھانوی صاحب فرمائیں
کہ وہ سلب کیا ہوا۔ کیا تھانوی صاحب اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ متعدد
احادیث سے حضور پر اعمال امت کا پیش ہونا ثابت ہے صحیح مسلم و ابن
ماجہ میں ہے عرضت علی امتی باعمالها حسنها وقبیحها یعنی مجھ
پر میری امت مع اپنے نیک بد اعمال کے پیش کی گئی، دوسری حدیث

ابو داؤد ترمذی میں ہے عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجها
الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من
سورة القرآن او آیة اوتیها الرجل ثم نسیها یعنی مجھ پر میری امت
کی نیکیاں پیش کی گئیں یہاں تک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے دور کرے
اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے۔ پس میں نے اس سے بڑھ کر
کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی کو قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت دی گئی پھر
وہ اس کو بھول گیا۔ جب حضور اقدس پر امت کے تمام نیک بد صغیر کبیر
اعمال پیش کیے گئے اور پیش ہوتے ہیں پھر کس طرح حضور کو ان لوگوں
کے اعمال معلوم نہیں۔ تھانوی صاحب نے کس طرح سلب جزئی سمجھا
کہیں اس کی رمق بھی ہے ابھی ذرا توقف فرمائیے کس کس چیز سے آنکھیں
بند کر کے انکار پر اڑے رہیں گے بخاری و مسلم کی حدیث شریف ہے
عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان امتی
یدعون یوم القیامة غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم
ان یطیل غرته فلیفعل۔ یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ
میری امت روز قیامت غر محجل یعنی اس شان سے بلائی جائیگی کہ ان
سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے پس تم میں سے جس سے
ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔ مسلم شریف کی دوسری حدیث میں
ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ جو امتی ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔
انہیں حضور روز قیامت کس علامت سے پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی
کے پنج کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں
کو پہچان لے گا عرض کیا بیشک پہچان لیگا فرمایا کہ میرے امتی اس شان

سے محشر میں آئیں گے کہ اُن کے پانچوں اعضاء چمکتے جگمگاتے ہونگے اور میں حوض پر اُنکا پیشوا ہونگا ۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں قالوا کیف تعرف من لم یأت بعد من امتک یا رسول اللّٰہ فقال ارأیت لو ان رجلا لہ خیل غر محجلۃ بین ظہری خیل دہم بہم الا یعرف خیلہ قالوا بلی یا رسول اللّٰہ قال فانہم یأتون غرا محجلین من الوضوء وانا فرطہم علی الحوض ۔ کیا مولوی اشرف علی صاحب کے خیال میں اُن مرتدین کے پنج اعضا بھی چمکیں گے جس سے حضور کو اُن کے مومن ہونیکا خیال ہو سکے لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کس بنیاد پر تھانوی صاحب سلب ثابت کرنے بیٹھے ہیں ؟ بالفرض اگر حضور کو پہلے سے علم نہ ہوتا تو بھی اس علامت سے حضور پہچان سکتے تھے چہ جائیکہ پہلے سے معلوم ہو ۔ معرفت ہو چکی ہو جیسا کہ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہو چکا مگر تھانوی صاحب نے سلب کا لفظ سیکھ لیا ہے کتنی ہی حدیثوں کے خلاف ہو انھیں کسی کی پرواہ نہیں ایک حدیث اور سنئے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ نے ارشاد فرمایا روز قیامت پہلے مجھی کو سجدہ کی اجازت ملے گی اور پہلے سر اٹھانیکا بھی مجھی کو اذن دیا جائیگا پھر میں اپنے سامنے تمام اُمتوں کے درمیان اپنی اُمت کو پہچان لونگا اور اسی طرح اپنے پس پشت اور داہنے بائیں بھی ایک شخص نے عرض کیا نوح علیہ السلام کی اُمت سے حضور کی اُمت تک بہت اُمتیں ہونگی اُن سب میں سے حضور اپنی اُمت کو کس طرح پہچان لیں گے فرمایا کہ ان کے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہوگا (کیوں تھانوی صاحب پھر بھی آپ کے نزدیک حضور

کو اُن مرتدین کو پہچاننا ناممکن ہی رہیگا اب فرمائیے آپ کے سلب کا کیسا مزاج ہے ؟) اور میں اُنہیں یوں پہچانوں گا کہ اُن کے نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھوں میں ہونگے اور اُن کی ذریت اُن کے سامنے دوڑتی ہوگی (کیوں تھانوی صاحب کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی کیا ان کے داہنے ہی ہاتھوں میں ہونگے ؟ ذرا اپنے سلب کی نبض تو دکھائیے ، اس میں کوئی رمق باقی تو نہیں رہی) حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں انا اول من یؤذن لہ بالسجود یوم القیامۃ وانا اول من یؤذن لہ ان یرفع رأسہ فانظر الی ما بین یدی فاعرف امتی من بین الامم ومن خلفی مثل ذلک وعن یمینی مثل ذلک وعن شمالی مثل ذلک فقال رجل یا رسول اللّٰہ کیف تعرف امتک من بین الامم فیما بین نوح الی امتک قال ہم غر محجلون من اثر الوضوء لیس احد کذلک غیرہم واعرفہم انہم یؤتون کتبہم بایمانہم واعرفہم تسعی بین ایدیہم ذریتہم رواہ احمد ۔ اب فرمائیے استفہام مقدر مانیے گا یا نہیں ۔ اتنی حدیثیں آپ کی تسکین کے لیے کافی ہیں یا دو ہی کہے جائیگا ۔ کاش دو ہول ہی پڑھ لیا ہوتا مگر مجبوری تو یہ تھی کہ آپ کو شوق تھا سلب ثابت کرنے کا ۔ بہرحال اب تو آپ کا سلب مسلوب ہوا ۔ والحمد للّٰہ فرمائیے تھانوی صاحب اب سالبہ جزئیہ کس کے گھر سے آئیگا ؟ **قولہ** دوسرا احتمال یعنی ایجاب جزئی متعین اور حق ٹھہرا اور یہی مذہب ہے نقاۃ کا ۔ **اقول** ۔ یہ لیاقت علمی سے بیگانگی اور ذہانت کی ناکی ہے کہ نقاۃ کا مذہب ایجاب جزئی ہے خدا جانے کیا سوچ کر لکھا ہے جس کا مذہب ایجاب ہے ، وہ کیونکر نقاۃ میں شمار کیا گیا ؟

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان" پر حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کا تبصرہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر چند اہم شبہات کے جوابات ملاحظہ فرمالیے۔ اس خصوص میں مکمل معلومات آپ کی تصنیف منیف "الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰی" سے حاصل کریں۔ اب میں حضرت قدس سرہٗ کا وہ تبصرہ بجنسہٖ پیش کرتا ہوں، جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کی شرک ساز کتاب تقویت الایمان پر فرمائی ہے اس سے اندازہ ہوجائیگا کہ یہ کتاب کس نوعیت کی ہے حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

آج مسلمانوں کی جو دردناک حالت ہے اُس نے دردمندان اسلام کو بے چین کردیا ہے سرد آہیں کھینچ کھینچ کر رہ جاتے ہیں۔

سینہ تھام تھام لیتے اور درود پڑھتے ہیں، دشمنان دین کی جرأتیں اور بے باکیاں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں انھیں اسلام کے دعویداروں میں سے اپنے مؤید و حامی ملجاتے ہیں جو کفار کی خوشنودی کے لیے ایسے ایسے حرکات کر گزرتے ہیں جن کی جرأت یک بیک کفار کو ہرگز نہ ہوسکتی۔

موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت میں اعلیٰ نظر آتے تھے ان میں دینداری بھی تھی غیرت اسلامی بھی۔ دُنیا میں ان کا وقار بھی تھا، اعتبار بھی، رعب و ہیبت بھی۔ قوت و شوکت بھی۔ کفار اُن کے خوف سے کانپتے تھے کسی کو مجال تھی کہ شریعت طاہرہ یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں

زبان کھول سکتا یا کوئی ناقص بات بول سکتا۔

مگر آج کفار کی دریدہ دہنی اور بدزبانی انتہا کو پہنچ گئی ہے وہ شرع مطہر اور بزرگان دین و اکابر اسلام پر سخت ناپاک حملے کرنے اور افتراءٌ بہتان اٹھانے کے عادی و خوگر ہوگئے ہیں، مسلمانوں کی دل آزاری اسلام کی توہین ان کا شیوہ و پیشہ ہوگیا ہے

یہ کیوں اور اس کا باعث کیا۔

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں سے ایسے فرقے پیدا ہوگئے جنہوں نے حرمت اسلام پر ہاتھ صاف کئے۔ بزرگان دین اولیائے کرام بلکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بے ادبی اور گستاخی ان کا شغل ہوگیا۔

مسلمانوں نے اُن سے نفرت و بیزاری ظاہر کرنے میں بہت کوتاہی کی۔ اُن کے ساتھ میل جول ربط ضبط جاری رکھا۔ اس سے اُن کی جرأتیں بھی بڑھیں اور وہ بزرگان اسلام پر علی الاعلان بے خوف وخطر تبرا کرنے لگے۔ ناقص سے ناقص کلمات چھاپ چھاپ کر شائع کرنے لگے

اوّل اوّل تو کفار ان کی کتابوں کو تعجب سے دیکھتے۔ مگر مسلمانوں کے چپ چپ کر پھر اُن کی دلیری اور مسلمانوں کا اس سے متاثر نہ ہونا دیکھ کر اُن میں بھی دلیری پیدا ہوئی۔ اور وہ مسلمانوں کو ان لوگوں کے کلمات سناتے اور کبھی کبھی ان پر اظہار افسوس بھی کردیتے لیکن جب انھوں نے تجربہ کرلیا کہ مسلمان اس گالی گلوچ سے کچھ اثر نہیں لیتے اور بزرگان اسلام کے بدگویوں کے ساتھ ان کے میل جول میں کوئی فرق نہیں آتا تو انھیں یقین ہوگیا کہ اسلامی غیرت و حمیت مرچکی اب انھوں نے بھی زبان کھول دی

طوفان برپا کر ڈالے اور جب تک مسلمان اپنی غیرت و حمیت کا ثبوت نہ دیں اور شریعت کے مخالف اور انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کے بدگویوں کے ساتھ مخالطت و مصاحبت میل جول ترک نہ کریں یہ فتنہ جاری رہے گا۔

اگر مسلمانوں میں حمیت اسلام اور غیرت دین کی کوئی رمق باقی ہے تو وہ جلد از جلد تمام گمراہ بے دین گستاخ فرقوں سے متارکت اور مکمل علیحدگی کریں۔

وہ فرقہ جو انبیاء علیہم السلام کی جناب میں گستاخیوں کی جرأت پیدا کرنے کا سب سے زیادہ باعث ہوا وہ وہابیہ ہے۔

وہابی دراصل خارجی ہیں جو ابن عبد الوہاب نجدی کا اتباع کرتے ہیں اُن کے نزدیک دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں تمام عالم مشرک مباح الدم ہے اور بزرگان دین و مقبولین بارگاہ رب العالمین کی توہین ان کا دین و ایمان ہے۔ ردالمحتار جلد ۳ ص ۳۱۹ میں ہے

كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي أَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَ تَغَلَّبُوْا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَ كَانُوْا يَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ لٰكِنَّهُمْ اعْتَقَدُوْا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَ أَنَّ مَنْ خَالَفَ اعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُوْنَ وَ اسْتَبَاحُوْا بِذٰلِكَ قَتْلَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَ قَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتّٰى كَسَرَ اللّٰهُ شَوْكَتَهُمْ وَ خَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَ ظَفِرَ بِهِمْ عَسَاكِرُ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَ ثَلٰثٍ وَ ثَلٰثِيْنَ وَ مِائَتَيْنِ وَ أَلْفٍ

یعنی جیسا ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو

نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں باقی سب مشرک ہیں اسی وجہ سے انھوں نے اہلسنت اور ان کے علماء کا قتل مباح سمجھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کئے اور اسلامی لشکروں کو اُن پر فتح دی ۱۲۳۳ھ میں فرقہ وہابیہ نے گمراہی کے عجیب و غریب اصول بنائے قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو مغالطہ دیا گمراہی میں گرفتار کرنا ان کا دستور ہے جس طرح ہندوستان میں فرقہ آریہ مذہب کی آڑ میں سیاسی اغراض کا شکار کھیلتا ہے اسی طرح وہابیہ مذہب کے پردہ میں ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

عبد الوہاب نجدی کا مقصد اس مذہب کی ایجاد اور مسلمانان عالم کو مشرک و کافر قرار دینے سے یہ تھا کہ ان پر جہاد جائز کیا جائے اور اپنے معتقدین کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ اسلامی ممالک قبضہ میں آجائیں چنانچہ اس نے پہلی مرتبہ اور اس کے جانشین ابن سعود نجدی نے اب دوسری مرتبہ اسی ذریعہ سے حجاز کی سلطنت حاصل کی، اگر اس نے گمراہی کے اصول بنا کر مسلمانوں کا مشرک ہونا اپنے معتقدین کے ذہن نشین نہ کیا ہوتا تو وہ ہرگز مسلمانوں پر تلوار اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوتے اور وہابیوں کو سلطنت ہاتھ نہ آتی۔ اس گروہ نے ملک و مال کی طمع میں دین و ملت کو برباد کیا۔

ہندوستان میں بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی کے سر میں ملک گیری کا سودا تھا اور ابن عبد الوہاب کی طرح وہ بھی پیرزادے تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کا ہندوستان کے طول و عرض

میں کافی اثر تھا۔ بکثرت مسلمان اس خاندان کے ارادتمند معتقد تھے۔ اس سرو سامان کو دیکھ کر مولوی اسمٰعیل صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ عبدالوہاب نجدی کی پالیسی پر عمل کرکے وہ اپنے معتقدین کا ایک عظیم لشکر تیار کر سکتے ہیں۔ جس سے ہندوستان کے تاج و تخت پر اُنکو قبضہ مل سکے گا۔

اس تخیل پر وہ چل پڑے اور شیخ نجدی کی پیروی کو انھوں نے ذریعہ کامیابی سمجھا اُسی کی کتاب التوحید کا چربہ اُتارا اور اُسی کے مذہب کی ترویج کے درپے ہو گئے۔ اس مدعا کے لیے انھوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے **تقویت الایمان** بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی اور ہزارہا بندگانِ خدا اس کتاب سے گمراہ ہو گئے۔ مولوی اسمٰعیل کے مقدر نے یاوری نہ کی اور انھیں ہندوستان کی فرماں روائی نصیب نہ ہوئی۔ لیکن اس کے پروپیگنڈے سے ہزارہا بلکہ لاکھوں آدمی بے دین اور بزرگانِ دین و اکابرِ اسلام حتیٰ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں گستاخ ہو گئے جس سے ہند کے کفار کو ہمت ہوئی اور آئے دن وہ اسلام و پیشوایانِ اسلام کی شان میں گستاخانہ لب کشائی کرنے لگے۔

اس تقویت الایمان کی بدولت ہندوستان کے مسلم حصہ میں ایک خطرناک جنگ چھڑ گئی اور ہر ایک گھر مولوی اسمٰعیل صاحب کی بدولت معرکۂ جنگ بن گیا۔ مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم ہوا۔ ان کے پہلوؤں میں ان کے خونخوار دشمن پیدا ہوئے جو انھیں مشرک جانتے اور رات

دن اُن سے لڑتے رہتے ہیں اور جس قدر اس کتاب کی اشاعت زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسی قدر یہ جنگ وسیع ہوتی ہے۔

علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے۔ تحریر و تقریر سے اس کے مقاصد کا اظہار فرمایا اور یہ انکا فرض تھا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے زمانہ گزرنے سے وہ نایاب ہو گئے۔ بعض چھپے بھی تو عربیت مختصر تھے اور اب میسر ہی نہیں آتے۔

اب دو چار سال سے تقویت الایمان کی اشاعت میں حد سے زیادہ اہتمام کیا گیا اور ملک کے ہر حصہ میں وہ مفت تقسیم کی گئی تو ہر طرف سے میرے پاس اس کے رد و جواب کی طلب میں خطوط آنے شروع ہوئے۔ ناچار میں نے اس کے رد کا قصد کیا۔ اللہ سبحٰنہ اس کے اتمام کی توفیق دے اور حق کی حمایت میں مستقل رکھے۔ نفس و شیطان کے شر سے بچائے، آمین

حقیقت کا اظہار میرا فرض ہے میں اُسی کے درپے رہوں گا۔ اور بتوفیقہ تعالےٰ نفسانیت سے بالکل اجتناب کروں گا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

صاحب تقویت الایمان نے اپنی کتاب کا پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں لکھا ہے لیکن اس بحث کو شروع کرنے سے قبل انھوں نے دو اصول لکھے ہیں اور ان پر بہت زور دیا ہے اُن کے لیے یہ دونوں اصول نہایت اہم اور بہت ضروری ہیں اگر وہ یہ اصول نہ بناتے تو انھیں مسلمانوں کو راہِ راست سے منحرف کرنے میں بہت زیادہ دشواریاں پیش آتیں۔

یہ اصول جیسے وہابیہ کے لیے ضروری ہیں اُسی قدر بلکہ اُس سے زیادہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہیں اور اُن سے گمراہیوں کے بے انتہا شاخیں

پیدا ہوتی ہیں اور دین کا محکم و استوار نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

وہابیت کے دو اصول

ان دو اصولوں میں سے (۱) یہ ہے کہ اسلاف کرام اور بزرگوں کا اتباع نہ کرنا چاہیے اور متقدمین کی پیروی درست نہیں۔

(۲) یہ کہ علمائے دین اور آئمہ مجتہدین کی پرواہ نہ کرنی چاہیے، ہر شخص قرآن و حدیث سمجھتا ہے اس کے لیے بڑا علم درکار نہیں۔

یہ دونوں اصول جس طرح وہابیت کو رواج دینے کے لیے ضروری ہیں ویسے ہر بدمذہب کے لیے لازم ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ جب تک آدمی اپنے بزرگوں کے طریقے اور معتقدین کی روش کو نہ چھوڑے ان کا اتباع لازم سمجھے اس وقت تک کوئی خود غرض گمراہ کنندہ اُس کو اپنا طریقہ و مذہب قبول کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب وہ اُس کو اپنی کوئی بات بتائیگا وہ فوراً انکار کرے گا اور کہے گا جواب میں اس کے ماننے سے مجبور ہوں۔ یہ میرے بزرگوں کے خلاف ہے۔

جب اُس سے اُس کے دین کی کوئی بات چھڑانے کی کوشش کی جائے گی جبھی وہ چونک اُٹھے گا اور راضی نہ ہوگا اور اس کا یہ جواب بالکل مسکت ہوگا کہ میں اپنے بزرگوں کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتا بلکہ وہ اُس طریقہ کے خلاف کسی بات کا سننا گوارا نہ کرے گا اور گمراہ کنندہ ناکام نامراد رہ جائے گا۔

اب اگر وہ معقول دوسرے طریقہ سے بہکائے اور یہ کہے کہ تم جو یہ عمل کرتے ہو کرو مگر تمہارے دین اور قرآن و حدیث کے خلاف

ہے یا یہ جو نہیں کرتے ہرگز، کہ قرآن و حدیث میں اس کا حکم ہے تو اس کا وہ یہ جواب دے گا کہ قرآن و حدیث پر تو میرا ایمان ہے لیکن یہ بات میں اپنے علماء سے دریافت کروں اگر وہ بتا دیں گے کہ قرآن و حدیث میں ایسا ہے تو میں سر جھکا کر تسلیم کروں گا اور اگر انھوں نے فرمایا کہ قرآن و حدیث میں ایسا نہیں ہے تو ان کے مقابل میں آپ کی بات باور کرنے اور مان لینے کے لیے تیار نہیں۔

یہ جواب سنتے ہی بدین گمراہ کنندہ کی ہمت ٹوٹ جائیگی اور مایوسی اس پر چھا جائیگی وہ جانتا ہے کہ قرآن و حدیث کا نام لے کر جاہل کو بہکایا جا سکتا ہے۔ مگر وہ عالم کے پاس گیا تو وہ اُس پر حقیقت حال ظاہر کر دے گا اور اس کا فریب کسی طرح نہ چل سکے گا۔ اس لیے وہ ضروری سمجھتا ہے کہ پہلے علماء کی طرف سے بدظن کرے اور اُن کے ساتھ تعلق قطع کرائے جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے گا تمام گمراہ فرقے ان اصولوں پر کاربند ہونے کے لیے مجبور ہیں۔ سب سے پہلے روافض و خوارج نے یہ طریقہ اختیار کیا اور مسلمانوں کو اُن کے بزرگوں اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے بدگمان کرنے میں انتہائی کوشش کیں اور جن لوگوں کو انھوں نے صحابہ کرام سے بدگمان کر لیا اور جن پر ان کا یہ جادو چل گیا انھیں کو وہ دین سے منحرف کر کے گمراہ کر لینے میں کامیاب ہوئے اور جنھوں نے اپنے بزرگوں کا دامن نہ چھوڑا وہ اُن کے مکائد سے امن میں رہے۔

ہر فرقہ اسی بات کا مدعی ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق خاص اُسی کا مذہب ہے، رافضی، خارجی - وہابی - مرزائی وغیرہ کوئی اس کا

دعویٰ نہیں کرتا ہر ایک اپنے مدعائے باطل کی تائید میں آیات واحادیث پیش کرنے میں جری ہے۔

مگر علمائے اسلام اُن کا بھید کھول دیتے ہیں اور آیات واحادیث کے پیش کرنے میں گمراہ لوگ جو دھوکا دیتے ہیں علماء اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اس لیے ہر گمراہ یہ کوشش کرتا ہے کہ مسلمان اپنے علماء سے تعلق چھوڑ دیں تاکہ وہ انھیں بہکا سکے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویت الایمان میں اپنے مدعا کو شروع کرنے سے پہلے انھیں دو اصولوں کو بیان کیا اور ان پر بہت زور دیا اُن کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔

> اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کتنے اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں۔

یہ وہابیت کا پہلا اصول ہے جس میں متقدمین کے طریق۔ بزرگوں کے حالات علماء کے ارشاد اور عقل کے فیصلے سب سے رد کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر طرح آنکھ میچ کر مولوی اسمٰعیل صاحب کے حکم کو مان لو۔ اگر وہ متقدمین کے خلاف ہو تو انھیں بھی چھوڑ دو اگر بزرگوں کے حالات اور سلف صالح کی روش کے مخالف ہوں تو ان کو بھی ترک کرو۔ اگر علمائے دین اور ائمہ متقین کی تعلیم وہدایت کے برعکس ہو تو ان سے بھی ہاتھ اٹھاؤ۔ اگر اس سب کے باوجود خود تمہاری عقل میں نہ آئے تو اس

سے بھی درگزرو اور صمٌّ بکمٌ ہو کر اسمٰعیل کا کہا مان لو۔ متقدمین اور اسلاف صالحین اور علماء دین اور عقل سب سے قطع تعلق کر کے تقویت الایمان کے متبع ہو جاؤ۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی بدعات واختراعات منوانے کا اصول تو ایجاد کیا۔ مگر قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس گمراہی کے اصول کا پہلے ہی قلع قمع کر دیا گیا۔

قرآن شریف کی پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ رب العزۃ ارشاد فرماتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

ترجمہ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے رستے کو اپنا سیدھا رستہ فرماتا ہے اور اس کی طرف ہدایت کی دعا تلقین فرماتا ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے خلاف پہلوں کی رسموں بزرگوں کے حالات علماء دین کی تدقیق۔ عقل کے ارشاد سب کے چھوڑنے کو کہتے اور قرآن پاک کی مخالفت کرتے ہیں۔

عجیب بات یہ کہ پہلوں کی رسمیں بزرگوں کے حالات علماء کے ارشاد عقل کا حکم تو ماننے کے قابل نہ ہو مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا حکم ماننے کے قابل ہو جائے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور قرآن کی آیات کے خلاف ہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ جن کو مولوی اسمٰعیل صاحب بزرگوں کی رسمیں سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ فرماتا ہے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

پہلوں، بزرگوں، عالموں میں ائمہ علماء صلحاء اور غوث، قطب۔

تبع تابعین - تابعین - صحابہ - خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ہی آ گئے -

ظالم نے دین کا سارا نظام درہم برہم کر ڈالا - حضرت امام علامہ ، ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں آیت مذکورہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں -

وَالْاِشْعَارُ بِاَنَّ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تَفْسِيْرُهُ صِرَاطُ الْمُسْلِمِيْنَ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ شَهَادَةً لِصِرَاطِ الْمُسْلِمِيْنَ بِالْاِسْتِقَامَةِ عَلٰى اَبْلَغِ وَجْهٍ وَّاٰكَدِهٖ ؕ

ترجمہ اور اس بات کا اشعار کہ صراطِ مستقیم کی تفسیر صراط المسلمین یعنی مسلمانوں کی راہ ہے اس لیے ہے تاکہ یہ مسلمانوں کی راہ کی استقامت کی ابلغ وجہ پر شہادت ہو -

امام محی السنہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی معروف بہ خازن اپنی تفسیر لباب التاویل میں فرماتے ہیں -

هٰذَا بَدَلٌ مِّنَ الْاَوَّلِ اَىِ الَّذِيْنَ مَنَنْتَ عَلَيْهِمْ بِالْهِدَايَةِ وَالتَّوْفِيْقِ وَهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ قَوْلِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ -

ترجمہ یہ اوّل کا بدل ہے یعنی صراطِ مستقیم ان لوگوں کا رستہ ہے جن پر تو نے ہدایت و توفیق دیکر احسان فرمایا اور وہ انبیاء اور مومنین ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ الآیہ وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا یعنی انبیاء اور

صدیق اور شہید اور نیک لوگ ؛

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ صراطِ مستقیم ہے اور اسی کی طرف ہدایت کی دعا ، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سب سے پہلی صورت میں تعلیم فرمائی - لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے مخالف ہیں - وہ پیروں کی رسموں ، بزرگوں کے طریقوں ، علماء کی تدقیق سب سے مسلمانوں کا علاقہ قطع کر دینا چاہتے ہیں ، اللہ تبارک و تعالیٰ دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے :-

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ؕ

ترجمہ اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے !

اس آیت کریمہ میں مومنین کی راہ چھوڑنے پر جہنم کی سزا مقرر فرمائی ، یہ وہی مومنین کی راہ ہے جس کو مولوی اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان میں پیروں کی رسمیں بزرگوں کے طریقے - مولویوں کی باتیں بتا کر چھپانا چاہتے ہیں -

مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ اُصول قرآن پاک کی مخالفت پر مبنی ہے اور قرآن پاک کا یہ کمال ہے کہ مدتوں کے بعد پیدا ہونے والے گمراہ خلق کو بہکانے کے لیے جو اُصول بناتے ہیں اس کتاب ہدایت میں پہلے ہی اس کا رد فرما دیا گیا - والحمد للہ اس مدعا پر صدہا آیات و احادیث پیش کی جا سکتی ہیں - مگر نظرِ اختصار دو ہی آیتوں پر اکتفا کیا گیا اب مولوی اسمٰعیل صاحب

کا دوسرا اصول بھی اُن ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں:

> اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں اُن کا سمجھنا مشکل نہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ گفتگو عوام الناس کے حق میں ہے جو بیچارے صاف اُردو کی عبارتوں کو سمجھنے میں بھی قاصر ہوتے ہیں آپ اُن کو فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا مشکل ہے اور اس کے لیے بڑا علم چاہیئے غلط ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر جاہل قرآن پاک اور حدیث شریف سمجھ سکتا ہے اس کے لیے علم درکار نہیں جہلا کو جرأت دلائی جاتی ہے کہ وہ بے علمی سے قرآن و حدیث میں مانے دخل کرکے علماء سے الجھیں اور گمراہی میں پڑیں۔ اسی اصول کی بدولت غیر مقلد پیدا ہوئے ہر جاہل اپنے آپ کو آئمہ دین سے افضل و بہتر سمجھنے لگا، اور قرآن و حدیث ہاتھ میں لے کر مسلمانوں سے در پئے جنگ و جدل ہوا۔ آج جو بہت سے معروف جنگ نظر آرہے ہیں وہ اسی اصول ضلالت کا نتیجہ ہیں مستم یہ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے اس گمراہ کن اصول کو قرآن پاک کی طرف نسبت کرکے اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں۔ حاشا کہ یہ ناپاک مضمون قرآن پاک میں ہو۔ اس جرأت کی کیا انتہا کہ اپنے دل سے ایک گمراہی کا بات

نکالی اور اس کو قرآن پاک کی طرف نسبت کر دیا اور تحریرت میں آیت شریف بھی گھڑ ڈالی اور یہ لکھ دیا کہ

> اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۳)

یہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے قرآن کریم پر بہتان ہے اُس میں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ قرآن شریف کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں اور عوام کو یہ جرأت نہیں دلائی۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ عبارت کسی آیت کا ترجمہ نہیں اس کے بعد جو آیت انھوں نے پیش کی ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ مضمون اس سے ثابت نہیں مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں، چنانچہ سورہ بقر میں فرمایا ہے۔

> وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَکْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ
>
> ترجمہ یعنی اور بیشک اُتاریں ہم نے طرف تیری باتیں کھلی اور منکر اس سے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بیحکم ہیں ف:۔ یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں لیکن نافرمانی کا فائدہ بے فائدہ جناب اپنی طرف سے بڑھا کر کچھ آگے فرماتے ہیں) اور اللہ رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو اور جاہلوں کو سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے

قطع نظر اس کے کلام شانِ ادب سے گرا ہے یہ دعویٰ کہ اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے یعنی ہر جاہل سمجھ سکتا ہے بالکل باطل اور نہایت فتنہ انگیزی ہے آیات کا بینات کے ساتھ موصوف ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ قرآن پاک سیکھنے اور علماء سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔

{ جو کوئی یہ آیت سنکر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا سو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔ }

عوام کا تعلق علماء سے قطع کرانے میں مولوی اسمٰعیل صاحب کتنی کوشش بلیغ کر رہے ہیں یہاں تک کہہ گئے کہ جو یہ کہے کہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اس نے اس آیت کا انکار کیا اور آیت کا انکار یقیناً کفر ہے تو دین کے سمجھنے کے لیے علم کی ضرورت بتانے والا مولوی اسمٰعیل صاحب کے نزدیک کافر خارج از اسلام ہے۔ پہلے تو مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی کے عقیدہ کے دو شعر پڑھیے جو انھوں نے مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کی تعریف میں لکھا ہے اور اُس کے بعد غور کیجیے کہ تقویت الایمان کے حکم سے مولوی محمود حسن صاحب کافر خارج از اسلام منکر قرآن ہو گئے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لیے عالم کو ضروری بتایا لکھتے ہیں۔

پڑھ ہوں ساقی و قائد جو رشید و قاسم ہم کو کیونکر ملیں یہ نعمت یزداں دونوں
کون بتلائے ہمیں مطلب اللہ و رسول کون سمجھائے ہمیں سنت و قرآں دونوں

مولوی اسمٰعیل صاحب کا فتویٰ گھر ہی میں کام آگیا اور مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی ان کی چھری سے ذبح ہو گئے، اب اس مسئلہ کے متعلق آیات و احادیث ملاحظہ فرمایئے:۔

{ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ }

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب ان میں انھیں میں سے ایسا رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے

اسی طرح دوسرے پارہ میں ارشاد فرمایا۔ يُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اسی طرح سورۂ جمعہ میں فرمایا يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔

ان تمام آیات میں قرآن پاک کی تعلیم کا بیان ہے اور حضور کی اُس صفت کا ذکر ہے کہ آپ اپنی اُمت کو قرآن پاک تعلیم فرماتے ہیں تو اگر قرآن پاک کو ہر جاہل اور بے علم بھی سمجھتا اور اُسے سیکھنے اور دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو حضور کا تعلیم فرمانا اور سکھانا بیکار ہوتا اور قرآن پاک میں یہ حضور کی صفت نہ قرار دیا جاتا۔ بیسویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ۔ ترجمہ:۔ یہ مثالیں ہیں جنھیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انھیں نہیں سمجھتے مگر عالم۔ تو ثابت ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن پاک کے سمجھنے کے لیے علماء کی ضرورت نہیں، قرآن پاک کے بالکل خلاف ہے اس دعا پر بکثرت آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر بخیال اختصار اسیقدر پر اکتفا کیا گیا

مولوی اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان پر ہمارا مسلک

تقویت الایمان کے کثیر کفریات اور حضرات انبیاء اور سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین وتنقیص کے کلمات اور بے ادبانہ بدگوئیوں اور گستاخیوں سے کتاب بھری ہوئی ہے ایسے کلمات بیشک کفر ہیں۔

شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ میں ہے اَجْمَعَ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْعَابَهُ اَوْ اَلْحَقَ بِهٖ نَقْصًا فِيْ نَفْسِهٖ اَوْ نَسَبِهٖ اَوْ دِيْنِهٖ اَوْ خَصْلَةٍ مِّنْ خِصَالِهٖ اَوْ عَرَّضَ بِهٖ اَوْ شَبَّهَهٗ بِشَيْءٍ عَلٰى طَرِيْقِ السَّبِّ لَهٗ اَوِ الْاِزْرَاءِ

عَلَيْهِ اَوِ التَّغْيِيْرِ لِشَانِهٖ اَوِ التَّنْقِيْصِ مِنَ الْعَيْبِ لَهٗ فَهُوَ سَابٌّ لَهٗ وَالْحُكْمُ
فِيْهِ حُكْمُ السَّابِّ لیکن چونکہ اسمٰعیل کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے
ان تمام اقوال سے توبہ کرلی تھی اس لیے علماء محتاطین نے اس کو کافر
کہنے سے احتیاطاً زبان روکی اور اقوال کو کفر و ضلال بتایا اس کا قرار اللہ کو علم ہے کہ اس نے
واقع میں توبہ کی تھی یا نہیں اگرچہ آجکل کے وہابیہ جو اس کے کفریات کی حمایت و ترویج
کرتے ہیں وہ توبہ کے منکر ہیں چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ
ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے
آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپنے بھی یہ بات کہیں سنی ہے
یا محض افترا ہے اس کے جواب میں لکھتے ہیں توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت
کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص۲۳) لیکن جن علماء نے سنا کہ اسکی نسبت توبہ کی شہرت ہے
انہوں نے احتیاط کی اور منع کرنا ایسا ہی چاہیے جیسا کہ آئمہ دین نے یزید کی تکفیر و لعن سے احتیاط
کی علامہ علی قاری ضوء المعالی شرح بدء الامالی ص۱۰ میں فرماتے لایخفی ان الاستدلال اھر
قلبی غائب من ظاهر الحال ... موجبة ولا يحقق نسبة ... تابا
یجوز لعنه لاظاهر ان لا ... احتمال توبہ کی وجہ سے علماء کرام یزید جیسے بدبخت شقی پلید
کے حق میں بھی احتیاط فرماتے ہیں یہی حال اسمٰعیل کا ہے جس کی توبہ کی شہرت تھی لیکن اسمٰعیل کے
بعد وہابیہ کے اور دوسرے پیشواؤں نے شان انبیاء علیہم السلام میں شدید گستاخیاں کیں اور
توہین کے نہایت ناپاک کلمات لکھے اور باوجود بار بار رد کے ان پر مصر ہیں توبہ کی طرف
مائل نہ ہوئے ان کی تکفیر میں علماء عرب و عجم نے کوئی تامل نہ فرمایا اور نہ ایسی حالت میں
شریعت طاہرہ تامل کی اجازت دیتی ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان کے نیت و حسن عمل کی
جزا عطا فرمائے اور اپنے بندوں کو کفر و ضلالت سے بچائے آمین ۔ وصلی اللہ تعالیٰ

پہلا حصہ ختم ہوا

حیاتِ صدر الافاضل حصہ دوم

خلافت کمیٹی کی فتنہ سامانیاں اور علمائے اہلسنت کی کارگزاریاں

حالاتِ حاضرہ

١٩٢٠ء میں جبکہ خلافت کمیٹی کے پردے میں ہندو مسلم اتحاد
کے نعرے زور شور سے لگائے جارہے تھے اور علماء اہلسنت
کو تحریک خلافت کا دشمن تصور کرکے ان کو سب و شتم، افتراء،
بہتان اور قتل کی دھمکیوں کا نشانہ بنایا جارہا تھا اس زمانہ میں سیدی
صدر الافاضل قدس سرہ نے عنوان بالا کے تحت ذیل کا مضمون
تحریر فرماکر شائع کیا، اگرچہ یہ مضمون خلافت کمیٹی کی فتنہ سامانیوں
کی نقاب کشائی کرتا ہے لیکن نفس مضمون کی افادیت آج بھی
اسی طرح قائم ہے ۔ بیدہ التوفیق (المرتب)

سیاست اور مذہب

حالاتِ حاضرہ اور واقعات موجودہ و جنہیں
ہیں دنیا میں بہت سی چیزیں نام رکھتی
رکھتی ہیں اور تمیں سے ہر ایک کی بحث ایک جداگانہ فن ہوگیا ہے ۔ بادشاہ

کی شخصی اور ذاتی حالت پر کلام کرنا اس کی صحت و تندرستی قوت و طاقت شکل و شباہت عادات و خصائل وغیرہ کی بحثیں ایک چیز ہیں اور اس کی تدابیر ملک داری اور عقل سیاسی و طریق حکمرانی پر گفتگو کرنا یہ ایک علیحدہ امر ہے جس کو امر اول سے کوئی علاقہ نہیں گو یا دونوں ایک ہی شخص کے احوال ہیں مگر ہر بحث بجائے خود ایک مستقل اور علیحدہ امر ہے ان دونوں کو ایک سمجھ لینا اور فرق و امتیاز کو اٹھا دینا سخت غلطی ہے ۔

انسان کے جسمانی عوارض صحت و مرض اور ان کے اسباب و علامات پر سلسلہ سخن دراز کرنا ایک فن ہے لیکن اس کی اخروی سعادت و نجات اور رذائل و فضائل کو معرض بیان میں لانا دوسری چیز ہے ۔ اس کی قوم قبیلہ نسب خاندان کا ذکر ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری شے ہے اس کے طرزِ زندگی اور آپس کے تعلقات اور باہمی روابط و شرکت عمل سے بحث کرنا ان سب کے سوا ایک چوتھا کام ہے غرضکہ جب کسی چیز کے متعدد پہلو ہوں تو ہر پہلو پر مستقل کلام ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے

سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ

حالات حاضرہ میں سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کا معاملہ سب سے اہم ہے جس نے تمام عالم اسلام کو بے چین کر دیا ہے اور اسلامی دنیا اضطراری یا اختیاری طور پر حرکت میں آ گئی ہے جوش کے دریا میں تلاطم کی کیفیت نمایاں ہے اور نوکر سے لیکر امیر اور شیخ تک ہر شخص ایک ہی درد کا شاکی اور ایک ہی صدمہ کا فریادی نظر آتا ہے ۔

سیاسی بحثیں

سیاسیات کی بحثیں ہمارے کلام کا موضوع نہیں اور ہمارے رسالہ کے مقاصد سے خارج

ہیں ۔ لیکن یہ معاملہ صرف ایک سیاسی پہلو ہی نہیں رکھتا اس کا مذہبی رخ ہمارے بحث سے خارج نہیں ہے اس لیے ہم اجمال و اختصار کے ساتھ اس کے مذہبی پہلو پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں ۔

ترکی کی تباہی

سلطنت اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقامات مقدسہ بلکہ مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جسقدر بھی درد ہو کم ہے اور اس درد سے جسقدر بے چینی ہو تھوڑی ہے ، مسلمانوں کا اقتدار خاک میں ملتا ہے ان کی سلطنت کے حصے بخرے کیے جاتے ہیں ارضِ اسلام کا چپہ سے چپہ چھنا جاتا ہے قیامت نما زلازل بلاد اسلامیہ کو تہ و بالا کر ڈالتے ہیں مقاماتِ مقدسہ کی وہ خاک پاک جو اہل اسلام کی چشم عقیدت کے لیے طوطیا سے بڑھ کر ہے کفار کے قدموں سے روندی جاتی ہے ۔ حرمین محترمین اور بلاد طاہرہ کی حرمت ظاہری طور پر خطرہ میں پڑ جاتی ہے مسلمانوں کے دل کیوں پاش پاش نہ ہو جائیں ان کی آنکھیں کیا وجہ ہے کہ خون کے دریا نہ بہائیں سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت خادم الحرمین کی مدد و نصرت مسلمانوں پر فرض ہے ، اسلام نے تمام مسلمانوں کو تن واحد کے اعضاء کی طرح مربوط فرمایا ہے ایک عضو کی تکلیف کا دوسرے اعضاء پر اثر پڑتا ہے اور اعضاء رئیسہ کے صدمہ سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے ع چو عضوی بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار ۔ عالم اسلام کے ہر شخص کا صدمہ دوسرے مسلمان کو محسوس ہونا چاہیے ۔ چہ جائیکہ سلطان المسلمین کا صدمہ خادم الحرمین کا درد

مسلمانوں کی جد و جہد

دوسرے ممالک میں کیا ہو رہا ہے یہ تو ہمیں معلوم نہیں - لیکن ہندوستان میں مسلمان برابر جلسے کر کے پر زور تقریروں میں جوش کا اظہار کر رہے ہیں۔ سلطنت برطانیہ سے ترکی اقتدار کے برقرار رکھنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں - ترکی مقبوضات واپس دینے کے مطالبے کیے جاتے ہیں - اسی مقصد کے لیے ریزولیوشن پاس ہوتے ہیں - وفد بھیجے جاتے ہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تدبیریں کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہیں لیکن امید کے لمبے لمبے ہاتھ دل آزردہ مسلمانوں کی گردنوں میں حائل ہو کر انہیں جا بجا لیے پھرتے ہیں خدا کامیاب کرے مسلمانوں نے ان مساعی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری سمجھا ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور اپنا ہم آواز بنائیں تاکہ ان کی صدائیں زور دار ہوں اور سلطنت ان کی درخواست کان لگا کر سنے۔

مذہب کا فتویٰ

اگرچہ یہ مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے
حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائمردی ہمسایہ در بہشت
لیکن مذہب کا فتویٰ اس کو ممنوع اور ناجائز نہیں قرار دیتا - اور اسقدر جد و جہد جواز میں رہتی ہے۔

صورتِ حالات

لیکن صورت حالات کچھ اور ہے اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر بجا ہے اور درست ہے، پکارتے مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بیجا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان آمین کہنے والے کی طرح ان کے ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں پہلے جو گاندھی کا حکم ہوتا ہے اس کے

پیچھے مولوی عبد الباری کا فتویٰ، مقلد کی طرح سرِ نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے، ہندو آگے بڑھتے ہیں اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے اپنا دین و مذہب ان پر نثار کرتے چلے جاتے ہیں -

پہلے تو ہندوؤں نے سود کے پھندوں میں مسلمانوں کی دولتیں اور جاگیریں لے لیں اب وہ مفلس ہو گئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بیدخل کرنا شروع کر دیا - نادان مسلمانوں نے جس طرح دریاؤں کے ساتھ جائدادیں لٹائیں آج اسی طرح نادانی کے ساتھ مذہب فدا کر رہے ہیں - کہیں ہندوؤں کی خاطر سے قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں - اسلامی شعار مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں - کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے - معاذ اللہ -

کروڑ سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں - مذہب کسی سلطنت کی طمع میں برباد نہیں کیا جا سکتا، مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے بہت خوب فرمایا کہ لعنت ہے اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی جائے - ترکی سلطنت کی بقا کے لیے مسلمان کفر کرنے لگیں شعائر اسلام کو میٹ دیں - لا حول ولا قوۃ الا باللہ اسلام ہی کے صدقہ میں تو اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے ورنہ ہم سے اور ترکوں سے واسطہ مطلب - جو کوشش کی جائے اپنا دین محفوظ رکھ کر کی جائے - مگر ؎

اِذَا کَانَ الْغُرَابُ دَلِیْلَ قَوْمٍ سَیَهْدِیْهِمْ طَرِیْقَ الْهَالِکِیْنَ

جب ہندو پیشوا ہوں اور مسلمان ان کی کورانہ تقلید پر کمر باندھیں پھر
مذہب کا محفوظ رکھنا کیونکر ممکن ہے۔
مسلمانوں کی نادانی کمال کو پہنچ گئی۔ نصاریٰ کے ساتھ ہوئے تو
اندھے ہو کر بموافقت بلاد اسلامیہ میں جاکر لڑے، مسلمانوں پر تلواریں
چلائیں ان کے ملک ان سے چھین کر کفار کو دلائے اب اس خودکردہ کا
علاج کرنے چلے اور شست بعد از جنگ یاد آیا تو ہندوؤں کی غلامی میں
دین برابر کرنے پر تل گئے۔

ہندو نادان نہیں ہندو نادان نہیں ان کی کوئی حرکت عبث اور بیکار
نہیں وہ ہر کام کے لیے کوئی مقصد رکھتے ہیں۔
ان کا ہر عمل اسی مقصد کے محور پر گردش کرتا ہے جب تم نے انھیں پیشوا
بنایا تو وہ اپنے مقصد کو مقدم رکھیں گے یا آپ کے

ترک تعاون انسان مدنی الطبع ہے اس کے کام ایک دوسرے
کی امداد اور شرکت عمل سے پورے ہوتے ہیں
جس طرح چرند پرند اپنے اپنے ضروریات میں اپنے ابنائے نوع سے
مستغنی اور بے نیاز ہیں اپنے پاؤں سے چلتے ہیں اور اپنی روزی خود تلاش
کرتے ہیں اس میں انھیں کسی بنی نوع سے استمداد کی ضرورت نہیں
نہ کسی کی نوکری کرتے ہیں نہ کوئی کارخانہ کھولتے ہیں اپنا آشیانہ خود
بنا لیتے ہیں، اس طرح انسان اپنے ابنائے نوع کی شرکت عمل سے
غنی اور بےپرواہ نہیں اس کو اپنے خورد و نوش کے لیے کاشتکاری کی
ضرورت ہوتی ہے وہ کھیتی کے کام انجام دے کر غلہ بہم پہنچاتا ہے پھر
پیسنے اور پکانے والے کی حاجت پڑتی ہے گرمی سردی بارش سے

محفوظ رہنے کے لیے باندہ کی طرف دست احتیاج دراز کرنا پڑتا
ہے قطع مسافت کے لیے سواری مطلوب ہوتی ہے ضروری سامان محفوظ
رکھنے کے لیے ظروف اور الماریاں وغیرہ لازمی ہوتی ہیں ان ضروریات
کے لیے کارخانے کھولنے پڑتے ہیں نوکری مزدوری، اطاعت فرمانبرداری
پر راضی ہونا پڑتا ہے کوئی آدمی ایسا نہیں جو اپنے تمام ضروریات اپنے
ہی ہاتھ سے انجام دے سکے اور اس کو کسی سے مدد لینے کی ضرورت
نہ پڑے اسی کو تعاون کہتے ہیں ترک تعاون کا یہ مطلب ہے کہ اس
نظام کو مختل کر کے تمدن خراب کیا جائے۔
حکومت کا تعلق ہمارے ساتھ تمدن میں اس قدر نہیں جتنا سیاست
میں ہے تمدن کو فاسد کرنے کا بڑا اثر ہم پر پڑے گا اول
بنالمان اثر ظلم میرسد ؛ پیش از ہدف ہمیشہ کمان نالہ میکند ؛ برابر
والے سے جنگ کرنے میں بھی پہلے اپنے آپ کو تکلیف برداشت
کرنا پڑتی ہے، سامان حرب مہیا کرنا پڑتا ہے اس کی تلاش اور
حملہ کے موقع کی جستجو میں سرگرداں کرنا ہوتی ہے تب کہیں اس
کو تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے اس پر بھی اپنا غلبہ یقینی نہیں۔ جب
زبردست سے مقابلہ ہو تو اپنے آپ کو کس قدر مصیبت برداشت
کرنا پڑے گی اور اس کا برداشت کرنا ہم پر کتنا ہی دشوار ہوگا،
جتنا ہم میں ضعف ہے اور ہمارے حملہ کا تحمل اور برداشت مقابل میں
بقدر اپنی طاقت کے ہوگا، ہمیں تو پہلے حملہ کی تیاری ہی فنا کے دروازے
تک پہنچادے گی اور اپنی انتہائی جدوجہد سے باہزار مشقت ہم نے جو
حملہ کیا تو ہمارا کیا حال ہوگا کیا ہم اس کو برداشت کرسکیں گے، یہ قیاس

صورت یہی ہے کہ ہم ترک تعاون کی تمام منزلیں طے کرلیں لیکن جس قوت کے مقابلہ میں یہ اسلحہ تیز کیے جاتے ہیں وہ ان کے تیز ہونے تک ہمارے ساتھ کیا کرے گی۔ خیر میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ ترکِ تعاون ممکن ہے یا نہیں اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا ہم پر کیا اثر پڑے گا اور گورنمنٹ پر کیا۔

مسٹر گاندھی

میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ترکِ تعاون کا خیال مسٹر گاندھی کے دماغ میں مدت دراز سے مرکوز ہے اُن کے کارنامہ زندگی سے اس کے دلائل ملیں گے، لیکن وہ اپنے اس مقصد میں اپنی خواہش کے موافق کامیابی سے محروم رہے ہیں۔

سلطنتِ اسلامیہ کے معاملہ میں عیسائیوں کی زیادتیوں سے جو مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں کو اوجار کر اپنے اس خیال میں شریک کرلینے کا موقع سمجھا اور تھوڑی سی نقلی شرکت کرکے انھیں اپنے ساتھ لے لیا۔ مگر عجب دانائی کے ساتھ انھیں کو اپنے مقصد میں شریک کیا اپنا ہمنوا اور موافق بھی بنایا اور انھیں کو رہینِ منت اور ممنونِ احسان بھی کیا اب مسلمان ان کی اس عنایت کے صلہ میں کہیں گائے کی قربانی ترک کرتے ہیں کہیں قشقے کھینچتے ہیں کہیں بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ کس کس خرافات میں مبتلا ہیں۔

اس قدر عرض کردینا اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندوؤں کی رضا جوئی کے لیے قربانی کا ترک حرام۔ شعارِ اسلام ہونے کی وجہ سے اس کا ترک صریح اس کے علاوہ ترک قربانی میں ایک سخت جرم ہے جس کو اسلام گوارا ہی نہیں کرسکتا وہ یہ کہ ہندو گائے کی پرستش

کرتے ہیں بتوں کی طرح گائے اُن کا معبود ہے اس کی قربانی انھیں راضی کرنے کے لیے چھوڑنا بت پرستی کی اعانت ہے کیا اسلام اس کو روا رکھ سکتا ہے۔

مسٹر گاندھی کا طرزِ عمل

ایک طرف تو مسٹر گاندھی مسلمانوں سے یہ خطاب کرتے ہیں کہ تمہارے مطالبات بالکل بجا ہیں اور تم حق بجانب ہو میں تمہارے ساتھ ہوں دل آزردہ مسلمان ان الفاظ سے جوش میں آجاتے ہیں اور یہ خیال کرلیتے ہیں کہ مسٹر گاندھی سلطنتِ اسلامیہ کے مقبوضات واپس دلادیں گے۔

دوسری طرف مسٹر گاندھی لہجہ بدل کر یہ فرمادیتے ہیں کہ دیکھو خبردار قانون کے حدود سے باہر قدم نہ رکھنا۔ امن عامہ میں خلل اندازی کرنے سے باز رہنا۔ میں تمہارے ساتھ نہیں، جس سے وہ گورنمنٹ کو مسلمانوں کی شوریدہ سری اور قانون شکنی اور امن عامہ میں فساد انگیزی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو امن عامہ اور قانون کا حامی ظاہر کرتے ہیں؛ مسلمانوں کا طرزِ عمل تو گورنمنٹ کی نگاہوں میں خراب کردیا اور اپنے آپ اِدھر بھی سرخرو رہے اُدھر بھی۔ کیا دانائی ہے۔

مسلمان کیا کریں

سلطنتِ اسلامیہ کی اعانت اور مقاماتِ مقدسہ کی حمایت و حفاظت کے لیے مسلمان ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں لیکن اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھیں اپنے آپ کو ہندوؤں کے ہاتھوں میں نہ دے ڈالیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ اپنی عقل و حواس کو معطل نہ کریں اپنے ہوش و خرد کو کام میں لائیں۔ نہایت فرزانگی کے ساتھ اپنے نیک و بد اپنے انجام و مآل پر نظر ڈالیں۔

بے شک سلطانِ اسلام اور سلطنتِ اسلامیہ کی اعانت فرض ہے لیکن یہاں کے مسلمانوں کی عزت و حرمت اور زندگی کو بے فائدہ خطرہ میں ڈالنا بھی جائز نہیں ہندوستان میں وہ طرزِ عمل اختیار کرنے سے پرہیز لازم ہے جس سے آئندہ اسلام کی بے حرمتی کا اندیشہ ہو اور یہاں کے مسلمان اپنے مذہبی فرائض انجام دینے میں بھی مجبور ہو جائیں لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ۔ حریفانِ وطن کی چالوں سے بھی مطمئن رہنا چاہیے اپنی باگ اپنے ہاتھ میں ہو اپنی تدبیریں اپنی رائے سے کی جائیں ایسی بے رائی کہ ہر بات میں گاندھی پر نظر ہے کچھ کام نہیں آسکتی فرض کرو آج گاندھی تمہارے موافق ہیں اور تم ہر مشورے میں ان کی رائے کے محتاج ہو کل اگر گاندھی کا رنگ بدل جائے تم کیا کرو گے یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم میں کوئی ایک بھی مدبر نہیں اگر ایسا ہے تو خاموش رہنا چاہیے

گورنمنٹ سے مقابلہ

یہ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ بظاہر ہر طرح طاقتور بیدار اور آئین ملک داری سے خوب واقف ہے اور تم انتہا درجہ کے کمزور کمزور کا زبردست سے تصادم ہو تو جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہی ہماری اور گورنمنٹ کی لڑائی کا ہو سکتا ہے ایسی حالت میں گورنمنٹ سے مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا عاقبت اندیشی سے بعید ہے

کیا جہاد فرض ہے

یہ کون کہتا ہے کہ جہاد فرض نہیں آج موقع ہو تو ترکی کا ملک بزور تلوار واپس لیا جائے اور مقاماتِ مقدسہ کو اپنی جانیں نثار کر کے محفوظ کیا جائے اللہ اکبر کے نعرے لگا کر اٹھ کھڑے ہوں اور دشمنوں کی صفیں الٹ دیں، لیکن اپنی طاقت کا دیکھنا بھی تو شرط ہے ۔ ہم نے ہتھیار تو خواب میں بھی نہیں د

معلوم کہ بندوق کدھر سے چلائی جاتی ہے ۔ اپنے اتفاق و اتحاد کا یہ حال کہ دو شخص ایک خیال پر ہی نہیں ۔ آج بھی جب مقرر پر زور تقریریں کر کے مجمع کو ہلا دیتے ہیں اور سلطنتِ اسلامیہ کے درد و غم سے آہ و بکا کا ایک شور برپا ہو جاتا ہے مگر وہ تقریریں کتنوں کے حلق سے نیچے اترتی ہیں اور کتنوں کے دل واقعی رنجیدہ ہوتے ہیں اس کا ثبوت شادی کے ان جلوسوں سے ملتا ہے جو باجے گاجے کے ساتھ آئے دن بازاروں میں نکلتے رہتے ہیں اور جشن و طرب کی محفلیں رقص و سرود کی مجلسیں ترتیب دی جاتی ہیں غیروں کے پنڈال مسلمانوں سے لبریز نظر آتے ہیں کیا انھیں کے قلوب میں سلطنتِ اسلامیہ کا درد ہے کیا یہی بے چین اور مضطرب ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کہ ہم اپنی ہستی کو فنا کر دیں اور کیا کر سکتے ہیں ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب سید عالم علیہ الصلاۃ والسلام کو کفار نے مکہ مکرمہ میں نہ رہنے دیا کعبہ مقدسہ میں بت رکھتے تھے اللہ کا حبیب جس کے اشاروں پر چاند سورج پھرتے تھے اشجار و نباتات مطیع فرمان تھے ملائکہ کے لشکر امداد کے لیے حاضر خدمت رہتے تھے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کو آباد کرتا ہے اس وقت جہاد کا حکم نہیں دیا جاتا تلوار نہیں اٹھائی جاتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لیے اپنی قوت ظاہری کا دیکھنا بھی شرائط میں سے ہے ۔ طاقت نہ ہو تو ایسا خیال غلط و باطل اور اپنی ہستی کو بیکار ضائع کرنا ہے ۔ یہ کچھ ترکی کی اعانت نہیں کہ ہم جیل خانوں کو آباد کریں نہ اس سے سلطنتِ اسلامیہ کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے ۔

مولانا فاخر قید میں

حضرت مولانا مولوی سید محمد فاخر صاحب

بجو دا جل آلہ آبادی جیل میں گئے اور ان کو ایک سال قید بامشقت کی سزا ہوئی
یہ سچ ہے کہ انھوں نے اپنے اجداد کرام کی استقامت و استقلال کا نمونہ
دکھا دیا اور وہ نہایت بہادری اور دلیری کے ساتھ مردانہ مصائب برداشت
کرنے کے لیے شاد شاد جیل پہنچے ان کے جذبات پہنچے تھے اور انھوں
نے امتحان میں اپنی صداقت کا ثبوت دیا۔ جس وقت مولانا موصوف کا خیال
آتا ہے بیساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ جو شخص سیکنڈ کلاس
کے سفر کا عادی تھا جس کے لیے مسلمان آنکھیں بچھاتے تھے جس نے
نہایت آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کی آہ آج وہ جیل میں قید کی
مشقت کس طرح برداشت کرتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ان کو رہا
فرمائے مسلمانوں نے ان کے پسماندوں کے لیے کیا کیا۔ کم از کم دو سو
روپیہ ماہانہ ان کے ضروریات کے لیے درکار ہیں اور سنا گیا کہ مولانا
مقروض بھی ہیں ادائے قرض کی فکروں میں رہتے تھے اب کیا کر سکتے
ہیں قرض کا بار دمبدم بڑھتا ہی جائے گا مسلمانوں نے اس کا انتظام کیا
کیا ہے اگر قوم اس وقت مولانا کی ضروریات اور ان کے اہل و عیال کے
ساتھ ہمدردی کرے اور ان کے اخلاص و ایثار کی قدر کرے تو یہ اس کی سعادت
ہے مولانا عالم ہیں سید ہیں اولیاء کرام کی اولاد ہیں دائرہ شریف کے
سجادہ نشین ہیں ہر طرح خدمت و عظمت کے مستحق ہیں۔ لیکن مجھے علم نہیں
کہ اب تک ان باتوں کا کیا انتظام ہوا ہے جہاں مسلمان ہزارہا روپیہ خرچ
کر رہے ہیں امید ہے مولانا کے لیے دریغ نہ کریں گے اور اپنی قدر دانی
اور دریا دلی کا ثبوت دیں گے اگرچہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مولانا سید محمد فاخر
صاحب نے اپنے جذبات کی صداقت ثابت کر دی لیکن میں ان کے اس

روز عمل سے متفق نہیں۔ ایک عالم کے جیل میں جانے سے مسلمان اس
کے علوم سے محروم ہو گئے، اس کے علاوہ اور کیا فائدہ ہوا۔ کیا ترکی کو
کوئی قوت جسم پہنچ گئی۔ آئین کے اندر رہ کر کوشش کرتے اسلئے بھی گئے۔

ترکوں کی اعانت کا طریقہ

ہر مرض کے علاج کے لیے اس کے اسباب کی تلاش از بس ضروری ہے
ترکی کو یہ روز بد کیوں دیکھنا پڑا مقدر ایسا ہی تھا مگر عالم اسباب میں اس
کے لیے اسباب ہیں سب سے بڑا سبب جو اصل ہے اور دنیا بھر میں مسلمانوں
کو کہیں کسی معاملہ میں کوئی ناکامی ہو اس سب کی علت ہے وہ احکام اسلام
سے علیحدگی ہے مسلمان جب پکے مسلمان ہوں اور ہر امر میں فرمان اسلام
کے سامنے سر نیاز خم کریں تو وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ
انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب بامرادی رہیں گے یہ بحث بہت تفصیل چاہتی
ہے لہٰذا اس کو انھیں الفاظ میں مختصر طور پر سمجھیے۔
ترکی میں مسلمانوں کی خانہ جنگیاں انھیں کمزور کرتی چلی گئیں اگر طاقت
کافی ہوتی تو دشمن انھیں کیا مغلوب کر سکتے۔
ترکوں کے بدخواہ ان کے اپنے حلقوں میں پیدا ہو گئے جنھوں نے
دشمنوں سے موافقت کی اور ترکوں نے ان پر اعتبار کیا۔
طوائف الملوکی اور ہر شخص کا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی سلطنت علیحدہ قائم
کرنے کی طمع رکھنا یہ اسباب تھے جنھوں نے برباد کر دیا۔ اگر ترکی سلطنت
کی اعانت کرنا ہے تو واقعی اعانت جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ یہ اسباب
رفع کئے جائیں۔ کیا اس مقصد کے لیے مسلمانوں کا کوئی وفد قسطنطنیہ
پہنچا۔ جو ترکوں میں اسلامی ہمدردی پیدا کرنے اور غداری سے تائب

ہونے کی کوششیں کرتا اور اسلامی اتحاد کا جوش پیدا کر کے انھیں سلطنت اسلامیہ کی حمایت میں کمربستہ کر دیتا اور ملت فروشوں کی اصلاح کرتا اور آئندہ ملت فروشی کو عام نگاہوں میں ذلیل بنا کر اس زہریلی وبا کے اثر سے وہاں کے باشندوں کو بچانے کی تدابیر کرتا اور مسلمانان دنیا کے جذبات کی ترجمانی کر کے ان میں نئی سرگرمی پیدا کرتا جس سے خود بخود سلطنت کے مردہ قالب میں جان آ جاتی اور دشمن اس کی قوت سے مرعوب ہو کر دست تعدی دراز کرنے میں جری نہ رہ سکتے۔

کیا عربوں کو ترکوں کے ساتھ موافق کرنے کے لیے کوئی جماعت گئی جو وقت کی نزاکت اور عام تباہی اور آنے والے خطرات سے آگاہ کرے۔ انہیں ترکوں کی مدد پر آمادہ کرتی کیا عربوں کی باہمی کشاکش اور جنگجوئی کو روکنے کے لیے کوئی تدبیر عمل میں لائی گئی اگر دو مسلمان لڑیں تیسرا ان میں صلح کرا دے کبھی اس کے لیے کوئی فکر کی گئی یا صرف شریف مکہ کو کوسنے اور برا کہنے سے سارے مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں سلطنت اسلامیہ کی حمایت و اعانت کی یہ تدبیریں ہیں یا یہ کہ فقط سودیشی پر زور دیا کیجیے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کوئی تجارت بھی نہیں! مجھے اس وقت یہ غور کرنا ہے کہ ہمارے ان افعال سے ترکوں کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے، امید کہ اہل الرائے اپنے دماغوں کو عقل زائل کرنے والے جوش سے خالی کر کے اس پر غور فرماویں۔ یہ جو کچھ کیا گیا نظر باسباب ظاہر تھا والامر بید اللہ

حقیقۃ الامر حقیقۃ الامر یہ ہے کہ مشیت الٰہیہ کے سامنے تمام تدابیر ہیچ ہیں وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا

ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ جس کو وہ ذلیل و خوار کرے تمام عالم ایک شمہ اس کی ذلت کم نہیں کر سکتا۔ جس کو وہ غلبہ دے کوئی اس کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ سلطنت ترکی کمزور اور عاجز ہو سکتی ہے بادشاہ اسلام کا اقتدار نابود ہو سکتا ہے برین و بحرین کے مالک کو اتحادی کمشنروں کے سامنے وزراء کی وساطت سے درخواستیں کرنا پڑتی ہیں وہ اپنے ملک میں اپنی رعایا تک نامہ و پیام پہنچانے کے لیے عیسائی افسروں کے اجازت نامے پر مجبور ہو سکتے ہیں جمعہ کی نماز کے لیے بادشاہ کے ساتھ مسلح فوج کا جلوس نکالنے کی غرض سے ترکی فرمانروا کے وزراء کو اتحادی کمشنروں کی خدمت میں عرضی دینے کی نوبت آ سکتی ہے ان کے ازراہ جبروت و اقتدار کا اس طرح خاتمہ ہو سکتا ہے مگر فرمان الٰہی کے نفاذ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی پریذیڈنٹ ولسن کے اصول کالعدم ہو سکتے ہیں لیکن آسمانی عدالت کے فیصلوں اور احکم الحاکمین کے احکام میں کوئی دست اندازی نہیں کر سکتا۔ تمام قوتیں اس کے سامنے عاجز ہیں وہ مغروروں کے غرور کو پشے سے پامال کرا دیتا ہے فرعون کی خود بینی کو دریائے نیل میں غرق کر کے ذلیل کرتا ہے۔ مسلمان اعمال بد سے توبہ کریں اور سچی توبہ۔ استغفار پڑھیں خلوتوں میں تنہائیوں میں عجز و نیاز کے ساتھ الحاح و زاری کے ساتھ خلوص صادق سے پروردگار عالم کے حضور میں اپنی مصیبتیں عرض کریں۔ ترکی سپاہ سے سلاح لیا جا سکتا ہے ان کے ہتھیار چھینے جا سکتے ہیں مگر دردمند کی آہ کا تیر نہیں چھینا جا سکتا۔ مستجاب دعاؤں سے مقابلہ کیا جو عالم میں انقلاب ڈالنے والا اور جہان کے بلند و پست کو زیر و زبر کرنے

والا عاجز کو غالب اور غالب کو مغلوب کرنے پر قادر ہے جو چھوٹے پرندوں
بے حقیقت چڑیوں سے اصحاب فیل کو تباہ کرا کے بیت اللہ کی حفاظت
فرماتا ہے اس کی بارگاہ میں عرض کرو تمہارے وفد ناکام ہو سکتے ہیں۔
ڈیپوٹیشن بیکار ہو سکتے ہیں مسٹر گاندھی کی تدبیریں ضائع جا سکتی ہیں۔
لیکن دردمند کی آہیں مصیبت زدوں کی سحر خواستہ دعائیں اس کے
کرم سے رد نہیں ہو سکتیں مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کا واسطہ دے کر آنسو
بہاتے ہوئے دعا کرو وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا
پھر دیکھو کیسی آسمانی مدد آتی ہے کیسی نصرت ہوتی ہے کیسی فتح مبین عطا
فرماتا ہے کس طرح ظالم تباہ و برباد کیے جاتے ہیں ؎ اجابت از در حق
بہر استقبال می آید۔ (السواد الاعظم ماہ شوال المکرم ۱۳۴۸ھ)

۲۔ میں عالم کا بادشاہ ہوں

میں عالم کا بادشاہ ہوں جہاں کا فرماں روا ہوں، بر و بحر میں میرا حکم
نافذ ہے مشارق و مغارب میں میرا سکہ رائج ہے معمورۂ دنیا میرے زیر نگیں
ہے، تری و خشکی کا چپہ چپہ میری قلم رو ہے، دشت و جبل میں میرے
پھریرے لہراتے ہیں، ہشت اقلیم میں میرے علم بلند ہیں۔ دنیا میرے
دبدبے سے کانپتی ہے جہاں میری سطوت سے تھراتا ہے۔ میرے رعب و
جلالت کے حضور عالم سرافگندہ ہے ہر متنفس میرا بندۂ فرمان ہے، ہر
شخص میرے آگے سر بگریباں ہے، قیاصرہ و اکاسرہ میرے آستانہ بوس
ہیں، ہیبت و اقتدار والے بادشاہ عظمت و جلال والے سلاطین میرے

نقش قدم پر جبیں سا ہیں دنیا کو زیر و زبر کر دینے والے لوگ میرے حلقہ
بگوش ہیں، میری آستانہ بوسی سلاطین کی عزت ہے، خواتین کی آبرو
ہے میں بچپن سے دشمنوں میں پلا بڑھا ہوں، اعدا کے جھگڑوں میں رہا ہوں
ہمیشہ مفسدوں کی جماعتیں میرے مقابلہ کے لیے اٹھیں اور ناکام ہوئیں
شریروں نے سر اٹھائے اور پامال ہوئے۔ بدسگالوں نے مکر و کید کی
چالیں چلیں اور برباد ہوئیں، مخالفت کی ہواؤں میں میں نے نشوونما
پائی، بارہا مصیبت کی آندھیاں آئیں اور میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں، آفتوں
کے طوفان اُمڈے اور میرا کچھ نہ کر سکے بلاؤں کے تلاطم برپا ہوئے اور
مجھے شمہ بھر نہ ہٹا سکے، زمانہ ہمیشہ برسرِ جنگ رہا اور مغلوب ہوا۔
دنیا مدۃ العمر مصروف کید رہی اور خائب و خاسر ہوئی، حوادث کے
لشکر آئے مصائب کی فوجیں ٹوٹیں اور سب کو ہزیمت ہوئی، میرا ستارۂ
اقبال روز بروز بلند ہوتا گیا میری سلطنت و حکومت کے حدود پیہم وسیع ہوتے گئے۔

نہ مٹا پر نہ مٹا دبدبہ میرا لیکن مٹ گئے آپ ہی سب مجھ کو مٹانے والے

ہر چند کہ میرے دشمن ناکام ہوئے، لیکن عداوت کے سمندر میں
طغیان کی موجیں اٹھتی ہی رہیں، میرے مقابلہ کے لیے متحارب قومیں
متحد ہوئیں مختلف قبائل مجتمع ہوئے ملک کے کالی اور ڈراؤنی
گھٹاؤں کی طرح امنڈ امنڈ کر آ گئے۔
دنیا کے نامور بہادروں نے مجھے ضرر پہنچانے بلکہ مٹا ڈالنے کی
قسمیں کھائیں بے شمار گروہوں نے اپنے جان و مال آبرو میری ایذا رسانی
کی فکروں میں ضائع کیے سلطنتیں مجھے نقصان پہنچانے کی تدبیروں میں
مدتوں سرگرداں رہیں، دوست نما دشمنوں نے میری جماعت میں شامل

ہو کر اخلاص و عقیدت کے پردہ میں قرآن مکارانہ چالیں چلیں مگر کسی کی پیش نہ گئی کوئی میرے بڑھتے قدم کو روکنے میں کامیاب نہ ہوا، یہ تمام زندہ تھے اور آہنی دیواریں میرے جنبشِ قدم سے تودہ ہائے خاک کی طرح منتشر ہو گئیں اور اُن کا ذرہ ذرہ آوارہ ہو گیا اور میرے اشاروں سے تمام طلسم ٹوٹ کر رہ گئے میرے دشمن سرنگوں ہوئے اور اُن کے عنادوں کی گرد سامان عمارتیں طرفۃ العین میں نابود ہو گئیں، میں جاہلوں میں سے دنیا کو تہذیب کا سبق دیا، اخلاقِ حمیدہ اور عاداتِ پسندیدہ سکھائے۔ انسان کو آدمی بنایا، علم سے جہاں کو منور کیا، شائستگی اور ادب کو رواج دیا، راست بازی اور نیکوکاری کی بنیادیں رکھیں۔ خداشناسی کی راہیں واضح کیں، معارف و حکم کے درس دیئے، طہارت کے آئین بنائے، عبادت و ریاضت کے طریقے بتائے علم یقین سے خلق کو مالا مال کیا، جہالت و ضلالت کی فوجوں کو شکست دی، اسیرانِ ہوا کو وساوس و اوہام کے پنجوں سے رہا کیا، مردم خواری دل آزاری کی عادتیں چھڑائیں ظلم اور ناانصافی کا بیخ برکندہ کیا۔ الغرض انسان کو رذائل و قبائح کے ناپاک دلدل سے نکال کر پاک کیا۔ اور فضائل و محاسن کے لباس ہائے فاخرہ سے آراستہ و پیراستہ کیا میں نے توحید کے علم بلند کیے، کفر و شرک کے عروج کو پامال کیا، بتکدوں سے بتوں کو نکالا، بتخانوں کو مسجد بنایا، جہاں رسمِ شرک ادا کی جاتی تھیں وہاں توحید کی صدائیں بلند ہونے لگیں، مجھ سے جبروں کی جھوٹی خدائی باطل ہوئی۔ میں نے آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد کر دی، مخلوق پرستی سے مخلوق کو بچایا، یہود و نصاریٰ

ہنود و مجوس گبر و ترسا کی پیشانیاں خداوند عالم کی بارگاہ میں سجدہ کے لیے جھکائیں، میں چھٹی صدی عیسوی میں مکہ مکرمہ کے مقام پر پیدا ہوا اللہ تعالیٰ نے میرا نام اسلام رکھا میں نے کونین کے تاجدار دارین کے سردار حضور سید انبیا محبوب کبریا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوشِ اقدس میں تربیت پائی سردارِ رسل کی گود میرا گہوارہ تھی رحمتِ عالم نے میرے لیے کیا کیا تکلیفیں گوارہ فرمائیں صحابہ نے مجھ پر جانیں تصدق کیں، احد اور تبوک میں حضور کے جان نثاروں نے میرے لیے سر نذر کیے، بیر معونہ میں ستر حافظِ قرآن صحابی مجھ پر فدا ہو گئے اپنے جانبازوں کی کہاں تک شمار کراؤں ہزارہا مقبولانِ بارگاہ ہر زمانہ میں مجھ پر نثار ہوتے رہے، تا آنکہ فاطمہؓ کے لختِ جگر علی مرتضیٰ کے نورِ نظر سلطانِ دارین کے فرزند کربلا کے جلتے ریت میں تین دن بھوکے پیاسے رہ کر اپنے نونہالوں کو مجھ پر قربان کر گئے اور خود بھی مجھ پر قربان ہو گئے اور خود بھی مجھ پر تصدق ہو گئے اُن کی بیبیاں میری وجہ سے بیوہ ہوئیں اُن کے بچے میرے لیے یتیم ہوئے۔ انھوں نے میری وجہ سے کربلا کی زمین کو اپنے خونوں سے لالہ زار بنایا مصطفےٰ کے لاڈلے امام حسین (رضی اللہ عنہ) مجھی پر جان دے گئے، میری ہی وجہ سے ذبح کیے گئے، میرے ہی پیچھے اُن کا تن نازنین (آہ) جو سید انبیاء کا بوسہ گاہ تھا گھوڑوں کے سموں سے روندا گیا، استخوانِ اقدس سرمہ ہو گئیں، نرگس نیم خواب نے خاک پر بستر کیا، گلاب کی پتیاں خاک میں مل گئیں سرو و گلچہرہ پیوندِ زمین ہو گیا، سر مبارک نیزے پر تشہیر کرایا گیا، بے گناہ اسیر بنائے گئے، سید زادے دشت بدشت

چھڑائے گئے ، کیسی کیسی نفیس جانوں کی میرے لیے قربانیاں ہوئیں ، کیسے کیسے قیمتی خون میرے لیے دریا کی طرح بہائے گئے ، جنید و شبلی میرے ہی پروانے تھے معروف و کرخی سری و سقطی بھی پسنے والے تھے ، امام اعظم بھی میرے ہی غلام ہیں ، مالک و شافعی میرے ہی خدام ہیں ، بلاد اسلامیہ کے کتب خانے میرے ہی احکام سے لبریز ہیں قرآن پاک کے اوراق میں میرے ہی حسن و جمال کی توصیف ہے ، ممالک و بلدان اقطار کا سے وطن مالوف چھوڑ کر لاکھوں عاشق میرے ہی لیے بحر و بر کے سفر کرکے احرام پوش جاں فروش بن کر ہر سال میرے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں دشت و جبل میں میرے فداکار میری دعوت پر لبیک پکارتے ہیں ، روزانہ پانچ وقت میرے حکم سے روئے زمین کے ہر طبقے اور خطے میں گردن فرازوں کے سر خاک پر رکھے جاتے ہیں ہر سال عید الاضحیٰ کے زمانے میں کفار کے معبود مجھ پر قربان کیے جاتے ہیں میرا بول بالا ہے اور میرا حکم اعلیٰ گو کہ ہر زمانے میں دشمن میری عداوت کے لیے کمربستہ رہے اور بدکاروں نے اپنی چالوں میں فروگذاشت نہیں کی لیکن دور حاضر کے دوست نما دشمن پہلوں سے بڑھ گئے ، یہ میرا نام لے کر میری حمایت کے پردے میں میری بیخ کنی چاہتے ہیں میری مدد کی آڑ میں میری ہستی مٹانے کی کوشش کرتے ہیں میرے بدخواہ بن کر میرے دشمنوں کی امداد کرتے ہیں اور ان کی مردہ حسرتوں میں جان ڈالنے کے لیے مسیح الملک بن جاتے ہیں ، گائے کی قربانی جو میرا شعار ہے ہنود کا معبود ہونے کی وجہ سے چھڑانے کے درپے ہوتے ہیں ، اللہ کی خوشنودی کے لیے سب کو ناخوش کرتے ہیں ، رضاکاران اسلام نام رکھ کر رام لیلا کے انتظام کرتے ہیں اور کفر کی ترویج میں کفار کی معاونت اور میری مخالفت کرتے ہیں ، ٹیکے لگاتے ہیں قشقے کھینچتے ہیں عام جلسے کرکے میرے حلقہ بگوشوں کو

میرے شعار ترک کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کفار کو پیشوا بناتے ہیں ، بت پرستوں کو رہنما ٹھہراتے ہیں ، انبیاء علیہم الصلوٰۃ سے منحرف ہوتے اور دشمنان اسلام کو نبی اعتقاد کرتے ہیں ، (مولوی اسحاق علی ظفر الملک نے رفاہ عام لکھنؤ کے جلسہ عام میں کہا " اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے بالفاظ دیگر یہ کہ مسٹر گاندھی بالقوہ نبی ہے اگر بالفعل نہ سہی " (دبدبہ سکندری یکم نومبر ۱۹۲۰ء) مجھے ان سے جو صدمے پہنچے ہیں وہ بہت سخت ہیں ، میں پروردگار عالم کے حضور میں ان کی شکایت کروں گا سید انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے روضۂ طاہرہ پر فریاد کرجاؤں گا ، اور عرض کروں گا ۔

اے بسرا پردۂ طیبہ بخواب   خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

کفر کا زور ہے اسلام دبا جاتا ہے ع المدد اے شہ دیں کفر مٹانے والے

لیکن یہ یاد رکھیں کہ قرون سابقہ میں میرے لاکھوں بدخواہ اور مٹا ڈالنے والے خود مٹ گئے یہ بھی بے نام و نشان ہو جائیں گے اور میری سطوت و صولت نہ گھٹا سکیں گے اگرچہ ان کا مزہ پہلوں سے بڑھ کر ہے مگر یہ کب تک اور ان کا مزہ کب تک آخر میرے حلقہ بگوش غالب ہوں گے یہ ناکام اور میرا ہی بول بالا ہوگا ، سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں ۔ لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وَاَنْتُمْ یَکُوْنُوْا وَلَا یَقْنَطُوْا ۔

(السواد الاعظم ۔ ماہ صفر ۱۳۳۹ھ)

ہندوؤں اور غیر مسلموں سے ہر قسم کی دوستی و تعاون حرام ہے

۱۹۲۰ء میں جبکہ خلافت کمیٹی کے کارپردازوں نے نان کواپریشن یعنی ترک تعاون کی تحریک اٹھائی تھی مگر ہندوؤں اور غیر مسلموں سے ہر قسم کی دوستی و تعاون میں برابر بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے، اس وقت سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ نے ایک جامع اور بسیط مقالہ تحریر فرما کر ملک کے گوشہ گوشہ میں شائع کرایا تھا۔ اس مقالہ کو موالات کے عنوان سے موسوم فرمایا ہے اگرچہ یہ مسئلہ اس وقت مسلمانانِ ملک کیلئے بروقت رہنمائی تھی۔ مگر نفس مضمون کی جامعیت اور اس کی افادیت آج بھی اسی طرح قائم و باقی ہے، عامۂ اہلسنت کے علاوہ علماء اہلسنت کے لیے ایک نصیحت آموز درس ہے، بنظر غائر مطالعہ کریں اور صاحب تحریر قدس سرہٗ کو دعاؤں اور ایصال ثواب سے یاد کریں۔ (المرتب)

موالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید انبیاءہ ورسلہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

موالات اور ولاء اور تولّی سب کا مادہ وَلْیٌ ہے جو لغت میں قرب و اتصال کے معنی میں آتا ہے، چونکہ یار و مددگار و دوست محرم اسرار اور رفیق مختار کار کو بھی قرب و اتصال حاصل ہوتا ہے، اس لیے ان کو بھی ولی کہتے ہیں اور کسی کو ایسا دوست بنانا **موالات** کہلاتا ہے کہ اس کو ناصر و مددگار یا مصاحب و واقف اسرار یا اپنے امور

میں متصرف و مختار بنایا جائے، قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں وارد ہے۔ **موالات** کا مفہوم بتانے کے لیے دوستی ایک جامع اور اچھا لفظ ہے

موالات بکفار

کفار کے ساتھ دوستی و موالات کی چند صورتیں ہیں ۱۔ کافر میں دو حیثیتیں ہیں (۱) مذہبی (۲) شخصی

مذہبی حیثیت سے کفار کے ساتھ محبت و وداد و ربط و اتحاد و دوستی و یکدلی تو مومن سے ممکن ہی نہیں اور بالغرض کسی شخص کو کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت یا ادنیٰ میلان رغبت ہو یعنی اس وجہ سے کہ یہ اس کے دین کو محبوب رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے تو وہ مومن نہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

آیت (۱) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ۔ (سورہ مجادلہ ع ۳)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں:

المعنی انہ لا یجتمع الایمان مع وداد اعداء اللہ وذلک لان من احب احدا امتنع ان یحب مع ذلک عدوہ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص [illegible])

معنی یہ ہیں کہ ایمان دشمنانِ خدا کی دوستی کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اور اس لیے کہ جو کسی کو محبوب رکھتا ہے نہیں ہو سکتا کہ باوجود اس کے اس کے محبوب کے دشمن کو بھی محبت رکھے

آیت (۲) وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ (سورہ مائدہ ع)

اور اگر وہ اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان رکھتے تو کفار کو دوست نہ بناتے۔

تفسیر مدارک میں ہے،

یعنی ان موالات المشرکین تدل علی نفاقھم (تفسیر مدارک جلد صفحہ ۴۸۵)

یعنی مشرکین سے ان کا دوستی کرنا اس پر دلیل ہے کہ وہ منافق ہیں۔

آیت (۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ (سورہ مائدہ رکوع ۸)

اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائے گا تو انہیں میں سے ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

ای من یتخذھم اولیاء فانہ منھم ای من علی دینھم وحکمھم فی النار وھذا اذا اتفق لھم دینھم (تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ)

جو ان کو دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہے یعنی ان کے دین پر ہے اور ان کے ساتھ ہے دوزخ میں اور یہ اسی صورت میں ہے جبکہ انہیں ان کے دین کی وجہ سے دوست بنایا ہو۔

امام فخر الدین رازی انکم اذا مثلھم کے تحت فرماتے ہیں۔

قال اھل العلم ھذا یدل علی ان من رضی بالکفر فھو کافر۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۹

اہل علم نے فرمایا کہ یہ اس پر دلالت کرتا ہے جو کفر کے ساتھ راضی ہوا وہ کافر ہے۔

مفتی ابو السعود نے آیہ کریمہ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا کی تفسیر میں فرمایا۔

أَتُرِيدُونَ بِذَٰلِكَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ حُجَّةً بَيِّنَةً عَلَى أَنَّكُمْ مُنَافِقُونَ فَإِنَّ مُوَالَاتَهُمْ أَوْضَحُ أَدِلَّةِ النِّفَاقِ۔ (تفسیر ابو السعود جلد [illegible])

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے اوپر اپنے منافق ہونے کی ظاہر حجت قائم کرو کیونکہ کافروں سے موالات کرنا منافق ہونے کی واضح تر دلیل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر سے اس کے دین کی وجہ سے دوستی کرنا یا اس کے دین کو پسند کرنا یا اس کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے اور کسی مومن سے بحالت ایمان ممکن نہیں کہ ایسی دوستی کر سکے اور بالفرض کسی نے ایسا کیا تو وہ مومن نہ رہا۔

(۲) دوسری حیثیت شخصی و ذاتی ہے، یعنی کافر کے ساتھ اس کے دین و ملت کی وجہ سے تو دوستی نہیں ہے مگر اس کی ذات کے ساتھ انس و محبت ہے، یہ محبت بھی اگر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ کافر دوست کے دین اور شعار دین کی نفرت قلب سے نکل جائے یا کم ہو جائے، یا وہ دین اسلام کی مخالفت اور اس کے ساتھ استہزاء کرے اور اپنی محبت کی وجہ سے اس پر راضی رہے یا صبر کرے تو یہ محبت بھی منافی ایمان اور آیات مذکورہ بالا کے عموم میں داخل ہے۔

آیت (۵) وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا

اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا

اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرے گا۔ (سورۂ نساء رکوع ۲۱)

خازن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

یعنی انکم ایھا الجالسون مع المستھزئین بآیات اللہ اذا رضیتم بذلک فانتم وھم فی الکفر سواء قال العلماء وھذا یدل علی ان من رضی بالکفر فھو کافر

یعنی اے آیات الٰہیہ کے ساتھ ہنسی کرنے والوں کے ہمنشینو جب تم اس کے ساتھ راضی ہوئے تو تم اور وہ کفر میں برابر ہو، علماء نے فرمایا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کفر کے ساتھ راضی ہو وہ کافر ہے (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۴۱۲)

تفسیر ابو السعود میں ہے :

ای لا تقعدوا معھم فی ذلک الوقت انکم ان فعلتم ذلک کنتم مثلھم فی الکفر (ھکذا فی البیضاوی وروح البیان) (تفسیر ابو السعود جلد ۲ صفحہ ۴۲۹)

یعنی اس وقت تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو بیشک اگر تم یہ کرو گے تو کفر و عذاب میں ان کی مثل ہو جاؤ گے۔

آیت (۶)- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

اے ایمان والو نہ بناؤ تم اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست اگر وہ کفر کو ایمان پر محبوب رکھیں اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائیں۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۂ توبہ ع ۳) بیشک وہی ظالم ہیں۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں :

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُرِيْدُ مُشْرِكًا مِّثْلَهُمْ لِاَنَّهٗ رَضِيَ بِشِرْكِهِمْ وَالرِّضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ

اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائیں وہ ظالم ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جو ان سے دوستی کرے وہ ان کی طرح مشرک ہے اس لیے کہ وہ راضی ہوا ان کے شرک کے ساتھ اور کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۰۹)

امام رازی نے آیہ کریمہ لا تجد قوما (الآیہ) کی تفسیر میں عدم اجتماع ایمان مع وداد کفار کی دو وجہیں ذکر کیں ان میں اول یہ ہے۔

احدھما انہ لا اجتماع فی القلب بین الایمان ووداد اعداء اللہ لم یحصل فیہ الایمان فیکون صاحبہ منافقا

ایک وجہ یہ ہے کہ ایمان اور کفار کی محبت قلب میں جمع نہیں ہوتی پس جب دل میں دشمنان خدا کی محبت حاصل ہوئی اس میں ایمان حاصل نہیں ہوتا تو وہ شخص منافق ہوا۔

اور اگر محبت اس درجہ پر نہیں پہنچی تو اس کے دو حال ہیں یا وہ محبت جبلی ہوگی جیسے اولاد کو والدین کے ساتھ یا ماں باپ کو اولاد کے ساتھ، یا بھائی کو بھائی کے ساتھ طبعاً بے اختیار ہوتی ہے، تو یہ مرتبہ محبت جس پر اختیار نہیں، زیر حکم نہیں اور امر و نہی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کیونکہ مدار تکلیف وسعت و اختیار ہے جو چیز اختیار سے باہر ہے بندہ اس پر مکلف بھی نہیں۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

تفسیر مدارک میں ہے،

لان التکلیف لا یرد الا بفعل یقدر علیہ المکلف کما فی شرح التاویلات

کیونکہ تکلیف اسی پر وارد ہوتی ہے جس پر مکلف قدرت رکھے۔

مفتی ابو السعود فرماتے ہیں۔

احب الیک من اللہ ورسولہ بالحب الاختیاری المستتبع لاثرہ الذی ھو الملازمۃ وعدم المفارقۃ لا الحب الجبلی الذی لا یخلو عنہ البشر فانہ غیر داخل تحت التکلیف الدائر علی الطاقۃ

(اگر باپ اولاد وغیرہ) تمہیں اللہ، رسول سے زیادہ محبوب ہوں، محبت اختیاری جو اپنا اثر ملازمت، عدم مفارقت اپنے ساتھ رکھتی ہے، نہ جبلی محبت جس سے بشر خالی نہیں ہوتا کیونکہ تکلیف جو طاقت پر دائر ہے یہ اس کے تحت داخل ہی نہیں۔ (تفسیر ابو السعود جلد ۲)

تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے تحت میں ہے۔

المراد الحب الاختیاری دون الطبعی فانہ لا یدخل تحت التکلیف التحفظ عنہ (تفسیر بیضاوی ص ۳۴۳)

مراد محبت اختیاری ہے، نہ طبعی کیونکہ محبت طبعی سے بچنا تحت تکلیف داخل نہیں۔

اور جو محبت طبعی و جبلی نہیں، اور اس درجہ پر بھی نہیں کہ کفر و شعار کفر کی نفرت قلب سے کم کر دے یا دین میں مداہن بنا دے، یعنی امورِ خلاف شرع پر انکار و اعراض اور کراہت و نفرت برقرار رکھے اور اس سے اسلام یا مسلمانوں کو ضرر بھی نہ ہو، جب بھی شانِ مومن کے خلاف اور ممنوع ہے اور مطلقاً مودۃ کفار کی ممانعت میں اس قدر آیات وارد ہیں کہ مختصر میں ان کا جمع کرنا دشوار ہے۔

آیت (۷)۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الآیہ) (سورۂ ممتحنہ ع ۱)

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو، دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں، اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔

آیت (۸)۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ الآیہ (سورہ مجادلہ ع ۳)

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے۔

آیت (۹) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ الآیہ (سورہ ممتحنہ ع ۲)

اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔

آیت (۱۰)۔ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (سورۃ مائدہ ع ۸)

تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے،

آیت (۱۱)۔ وَلَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ

اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس کے نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف

مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۔
(سورہ مائدہ ع ۷)

اتا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی آیت (۷) کے تحت لکھتے ہیں۔

فان قلت كيف قال لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء والعداوة والمحبة لكونهما متنافيتين لا تجتمعان فى محل واحد والنهى عن الجمع بينهما فرع امكان اجتماعهما قلت انما كان الكفار اعداء المؤمنين بالنسبة الى معاداتهم الله ورسوله ومع ذلك يجوز ان يتحقق بينهم الموالاة والصداقة بالنسبة الى الامور الدنيوية والاغراض النفسانية فنهى الله تعالى عن ذلك يعنى فلم يتحقق وحدة النسبة من الوحدات الثمان وحيث لم يكتف بقوله عدوى بل زاد قوله وعدوكم دل على عدم مروتهم

اگر تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا کہ تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ بجائیکہ عداوت و محبت منافاۃ کی وجہ سے ایک محل میں جمع نہیں ہو سکتیں اور ان کو جمع کرنے سے ممانعت کرنا ان کا اجتماع ممکن ہونے کی فرع ہے، (یعنی محبت و عداوت کا ایک محل میں جمع ہونا ممکن ہو تب تو اس کی ممانعت کی جائے اور جب ممکن ہی نہیں تو ممانعت کے کیا معنی) میں اس کے جواب میں کہتا ہوں، بیشک کفار اللہ اور رسول کے دشمن ہونے کے باعث مومنین کے دشمن ہیں، اور باوجود اس کے ممکن ہے کہ دنیوی اور نفسانی اغراض کی وجہ سے کافر

ومنتهى فانه يطلق فى موضعه والعلة فى ترك موالاتهم كونهم اعداء الله سواء كانوا اعداءهم ام لا۔ (روح البیان جلد ۹ ص ۴۸۴)

اور مومن میں موالات و دوستی کے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا منطق کے پیرایہ بیان میں حاصل جواب یہ ہے کہ آٹھ وحدتوں میں سے جو تناقض میں شرط ہیں وحدت نسبت نہ پائی گئی تو تناقض نہ رہا اجتماع ممکن ہوا اور نہی درست) اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے عدوی پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ عدوکم زیادہ کیا یہ (کفار سے دوستی کرنے والوں کی) عدم مروت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان کی عداوت و ترک موالات کے لیے کفار کا دشمن خدا ہونا ہی کافی ہے خواہ وہ ان کے دشمن ہوں یا نہ ہوں۔

آیت (۱۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورہ توبہ)

اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو، اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

امام علامہ علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علیہ الرحمۃ آیہ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لما امر المؤمنين بالتبرى من المشركين قالوا كيف يمكن ان يقاطع الرجل اباه واخاه وابنه فذكر الله ان مقاطعة الرجل اهله واقاربه فى الدين واجبة فالمؤمن

جب مسلمانوں کو مشرکین سے بیزاری کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ آدمی اپنے باپ اور بھائی اور اپنے بیٹے سے مقاطعہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا

لا یوالی الکافر وان کان اباہ او اخاہ او ابنہ (خازن جلد ۴ صفحہ ۲۴۳)

کہ دین کے معاملہ میں آدمی کا اپنے اہل و اقارب سے مقاطعہ کرنا واجب ہے، پس مومن کافر کو دوست نہیں بناتا، خواہ وہ اس کا باپ ہو یا بھائی یا بیٹا۔

انھیں علامہ نے لَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ کی تفسیر میں فرمایا۔

ھذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاۃ لان موالاۃ الکفار والمنافقین لا تجوز بحال۔

یہ استثنا (جو آیت میں مذکور ہے) قتل کی طرف راجع ہے نہ موالات کی طرف کیونکہ کفار و منافقین کی دوستی کسی حال میں جائز نہیں۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

امام فخر الدین رازی آیہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الآیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

والثانی انھما تجتمعان لکنہ معصیۃ وکبیرۃ وعلی ھذا الوجہ لا یکون صاحب ھذا الوداد کافرا بسبب ھذا الوداد بل کان عاصیا فی اللہ۔

دوم یہ کہ وہ دونوں (موالاۃ کفار اور ایمان) جمع ہو جائیں لیکن کفار کی دوستی گناہ کبیرہ ہیں اور اس درجہ پر یہ دوستی کرنے والا اس دوستی کی وجہ سے کافر نہ ہوگا بلکہ گناہگار ہوگا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۱)

صورت اخیرہ کے سوا محبت کفار کی باقی صورتوں کے احکام سابق میں مذکور ہو چکے کہ وہ منافی ایمان ہیں، اس صورت کا حکم امام رازی علیہ الرحمۃ نے یہ بتایا کہ معصیت و کبیرہ ہے۔

پھر اس صورت کی ممانعت میں مبالغہ فرمانے کے وجوہ میں پہلی وجہ

وجہ تو وہی ذکر فرماتے ہیں کہ یہ صورت ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی، اس کا پہلی صورتوں میں ذکر ہو چکا ہے دوسری وجہ میں فرماتے ہیں:

قولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم والمراد ان المیل الی ھؤلاء اعظم انواع المیل ومع ھذا یجب ان یکون ھذا المیل مغلوبا مطروحا بسبب الدین (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۱)

آیہ کریمہ ولو کانوا اباءھم الآیہ میں مراد یہ ہے کہ باپ بیٹوں بھائیوں عزیزوں کی طرف میل و رغبت کے اقسام میں بہت بڑی چیز ہے اور باوجود اس کے واجب ہے کہ دین کی وجہ سے یہ میل و رغبت مغلوب و مطروح ہو۔

اس سے چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:

المعنی ان من انعم اللہ علیہ بھذہ النعمۃ العظیمۃ کیف یمکن ان یحصل فی قلبہ مودۃ اعداء اللہ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۱)

معنی یہ ہیں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس نعمت عظیمہ ایمان کے ساتھ انعام فرمایا، کیونکر ممکن ہے کہ اس کے دل میں دشمنانِ خدا کی محبت حاصل ہو سکے۔

امام علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

من الممتنع ان تجد قوما مؤمنین یوادون المشرکین والمراد انہ لا ینبغی ان یکون ذلک وحقہ ان یمتنع ولا یوجد بحال مبالغۃ فی النھی حسیۃ بالتصلب فی مجانبۃ اعداء اللہ ومباعدتھم والاحتراز عن مخالطتھم ومعاشرتھم

یہ ناممکنات سے ہے کہ آپ ایمانداروں کو مشرکین سے دوستی کرتے پائیں، مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیئے اور اس دوستی کا حق ہی یہ ہے کہ یہ ناممکن ہو اور کسی حال میں نہ پائی جائے، یہ دشمنانِ خدا کی مخالطت و معاشرت سے پرہیز اور دوری و

علیحدگی پر سختی سے قائم رہنے کے لیے زور دیا جاتا ہے۔

اس مضمون پر کثرت سے آیات و عبارات منقول ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو۔

مذکورہ بالا آیات و عبارات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت کرنا تو مومن سے ممکن و متصوّر ہی نہیں اور اگر بالفرض کسی کو ایسی محبت ہو تو وہ مومن نہیں کافر ہے۔

اور کافر کی ذات سے[1] اس درجہ کی محبت ہونا کہ اسلام کی مخالفت و اہانت پر یہ شخص اس محبت کی وجہ سے راضی ہو جائے یا کافر دوست کی رضا جوئی کی وجہ سے صبر کرے یا کافر کی محبت کے باعث کفر و شعار کفر کے ساتھ اس کے قلب کو نفرت تامہ نہ رہے تو یہ بھی دولت ایمان سے محروم اور زمرۂ کفار میں داخل ہے، اور اگر محبت اس درجہ کی نہیں کہ اپنے دین کی پرواہ نہ رہے یا کافر کے دین کی نفرت دل سے کم ہو بلکہ باوجود اس کے کہ دل میں کفر اور شعار کفر و مراسم کفر کی پوری نفرت اور اپنے دین کی اہانت و مخالفت گوارا نہ کر سکے تو بھی کافر کی طرف قلب کا میلان اور اس کے ساتھ محبت کرنا (بشرطیکہ یہ محبت جبلی و طبعی نہ ہو) معصیت و کبیرہ اور ممنوع و ناجائز ہے اور مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔

[1] گوارا نہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ فقط دل سے اس کے ساتھ راضی نہ ہو اور اسے برا جانے مگر خاموش رہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ ایسا ہو تو اپنی ناگواری کا اظہار کرے اور ان کی مجلس سے اٹھ جائے۔ تفسیر روح البیان میں لا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ کی تفسیر میں فرمایا فیہ دلالۃ علی ان المراد بالاعراض عنھم اظھار المخالفۃ بالقیام عن مجالسھم لا الاعراض بالقلب او بالوجہ (تفسیر روح البیان جلد ۱ صـ ۵۰۵)

مومن جو اللہ سبحانہ پر ایمان رکھتا ہے، اس کی شان نہیں کہ دشمنان خدا کی محبت اس کے قلب میں رہے اور اس کے دل کو ان کے ساتھ ربط و وابستگی ہو، ایمان اس کا روادار نہیں کہ انسان حلاوت ایمان کی لذت سے پورے طور پر بہرہ مند ہونے کے بعد بلکہ یوں کہیئے کہ محبوب حقیقی کی محبت کے ذوق سے آشنا ہو کر دشمنان خدا کی مودت و دوستی کی تلخی برداشت کر سکے اور اس کا دل جو محبوب حقیقی کے عشق و محبت کی جلوہ گاہ بن چکا ہے مغضوبان الٰہی کی الفت و وداد کی تاریکیوں کو قبول کر سکے، جو زبان شیرینی کی عادی اور خوگر ہو وہ تلخی سے استلذاذ کرے یہ متصوّر نہیں، مجازی و معمولی محبتوں میں محبوب کے دشمنوں کے ساتھ قلب کو نفرت ہو جاتی ہے اور دوست کا ادنیٰ مخالف دشمن سے بدتر معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ قرابتوں کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عشق الٰہی کی دولت سے مالا مال ہو کر کوئی دل کفار کی طرف مائل ہو سکے اور باوجود ایمان کے دل میں محبت کفار کی گنجائش رہے، یہ آیات و عبارات مذکورۃ الصدر کا حاصل و مفاد ہے اور اس سے محبت و مودت کفار کا حال معلوم ہوا۔

کفار کے ساتھ مخالطت و معاملت

یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مخالطت و معاملت مطلقاً داخل موالات اور ممنوع ہیں، کیونکہ موالات اور دوستی کا اطلاق جیسا کہ محبت و ربط قلب پر ہوتا ہے ایسے ہی رفیقانہ اختلاط اور دوستانہ میل جول پر بھی ہوتا ہے کفار کے ساتھ ایسی مجالست و مصاحبت و مواکلت و مشاربت و تناصر و تعاون بھی ممنوع ہے، انہیں رازدار بنانا اپنے امور ان کے ہاتھ میں دینا

بھی ناجائز ہے، اس کی قدرے تفصیل گزارش کروں،

(۱) کفار کے ساتھ ایسا طرزِ عمل، ایسا میل جول ایسا معاملہ جو دوستی اور محبت کی صورت رکھتا ہو اور علامت موالات ہو سکے گو محبت و مودت کے ساتھ نہ ہو، وہ بھی داخل موالات اور ناجائز ہے۔

علامہ شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

ای جانبوهم مجانبة كلية ولا تقبلوا منهم ولاية ولا نصرة ابدا (كذا فى تفسير ابى السعود)

ان سے بالکل علیحدہ رہو اور اُن کی نصرت و ولایت ہرگز نہ قبول کرو (روح البیان جلد ۱ صـ ۴۰۳)

علامہ مفتی ابو السعود وَلَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی کی تفسیر میں فرماتے ہیں؛

ای لا يتخذ احد منكم احدا منهم وليا بمعنى لا تصافوهم مصافاة الاحباب ولا تعاشروهم معاشرتهم لا بمعنى لا تجعلوهم اولياء لكم حقيقة فانه امر ممتنع فى نفسه لا يتعلق به النهى (تفسیر ابو السعود جلد ۳ صـ ۵۹۵)

تم میں سے کوئی ان میں سے کسی کو ولی نہ بنائے یعنی تم ان سے یاری نہ گانٹھو اور ان کے ساتھ دوستوں کا سا معاملہ اور ان کی سی معاشرت نہ کرو یہ معنی نہیں کہ انہیں حقیقتاً اپنا دوست نہ بناؤ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں انکے ساتھ نہی کیونکر متعلق ہو

(۲) جو تعلق اور میل جول کہ حقیقتاً محبت و مودت کے ساتھ نہیں ہے اور نہ دوستی و موالات کی علامت ہو سکتا ہے، مگر اس سے مسلمان کا کوئی مقصد اور حاجت معتبرہ بھی نہیں اور کفار کا اس میں نفع ہے، وہ بھی موالات کیساتھ ملحق اور ناجائز ہے کیونکہ یہ اگر علامت موالات نہیں تو کم از کم صورتِ موالات تو ہے ہی؛ تفسیر ابو السعود صفحہ ۵۹۵ میں ہے؛

وفيها زجر شديد للمؤمنين عن اظهار صورة الموالاة لهم وان لم تكن موالاة فى الحقيقة۔

اس میں مومنین کو کفار کے ساتھ صورت موالاۃ ظاہر کرنے پر زجر شدید فرمایا ہے۔ گو حقیقتاً موالات نہ ہو۔ (کذا فی روح البیان)

(۳) جس تعلق میں ربط قلب و مودت بھی نہ ہو اور وہ علامت دوستی بھی نہ ہو اور مسلمان کا اس میں کوئی مقصد بھی ہو، مگر اسلام یا مسلمانوں کے حق میں اس سے کوئی ضرر ہوتا ہو وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق اور ناجائز ہے جیسے مسلمانوں سے لڑائی کے وقت بطمع زر لشکر کفار میں داخل ہونا یا انہیں رسد یا مال سے مدد پہنچانا وغیرہ اس کے امثال؛

تفسیر خازن میں وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ کے تحت میں فرماتے ہیں؛

يعنى ومن يتول اليهود والنصارى دون المؤمنين فينصرهم على المؤمنين فهو من اهل دينهم وملتهم (خازن جلد ۱ صـ ۴۷۲)

جو مومنین کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کو دوست بنائے اور مومنین کے مقابلہ میں ان کی مدد کرے وہ انہیں کے دین و ملت والوں میں سے ہے؛

تفسیر مدارک میں فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

فى معاونتهم على المؤمنين وموالاتهم

(جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ) کفار کے ساتھ موالات اور مومنین کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنے میں جلدی کرتے ہیں، خلاصہ یہ کہ موالات کی مسطورہ بالا صورتیں ممنوع ہیں جن کے احکام مع دلائل مفصلاً مذکور ہو چکے اور جن کا لب لباب یہ ہے کہ کفار کو دوست بنانا ان پر اعتماد کرنا ان کو رازدار ٹھہرانا، ان کو مددگار سمجھنا

ان کو اپنے امور کا والی اور دخیل کار قرار دینا نہیں قوت پہنچانا ان سے بے ضرورت دوستانہ میل جول اختلاط و ارتباط کی رسمیں برتنا مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی امداد کرنا۔ یہ سب باتیں ممنوع اور داخل موالات ہیں۔ اور قرآن پاک میں ان کی ممانعت فرمائی گئی ہے، لیکن شریعت مطہرہ کے احکام سراسر حکمت ہیں اور مسلمانوں کی مصلحتیں ان میں محفوظ۔ جہاں کفار کا غلبہ ہو یا وہ حاکم و والی ہوں اور مجانبت کلیہ و انقطاع تام سے مسلمانوں کے ضرر کا اندیشہ ہو۔ وہاں ان کے ساتھ ایسے امور میں شرکت جو ممنوع نہیں ہیں۔ اور جس سے اسلام اور اہل اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے، جائز ہے، قلب کفر و کفار کی محبت سے فارغ ہونا چاہیئے۔

آیت: ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقاۃ ؕ

اور جو ایسا کرے گا (کافروں سے دوستی کا برتاؤ کریگا) اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے:

الا ان تخافوا من جھتھم امرا یجب اتقاؤہ ای الا ان یکون الکافر علیک سلطان فتخافہ علی نفسک ومالک فحینئذ یجوز لک اظھار الموالاۃ وابطان المعاداۃ۔

مگر یہ کہ تمہیں انکی طرف سے کسی ایسی بات کا خوف ہو جس سے ڈرنا ضروری ہے یعنی مگر جبکہ کافر کو تم پر غلبہ ہو اور تم کو اس سے اپنی جان و مال کا خوف ہو اس وقت تمہیں موالات

اور ابطان معادات جائز ہے۔

تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

معنی الآیۃ ان اللہ نھی المؤمنین

معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

عن موالاۃ الکفار ومداھنتھم ومباطنتھم الا ان یکون الکفار غالبین ظاھرین او یکون المؤمن فی قوم کفار فیداھنھم بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان دفعا عن نفسہ من غیر ان یستحل دما حراما او مالا حراما او غیر ذلک من المحرمات یظھر الکفار علی عورات المسلمین۔

مومنین کو کفار کی موالات اور ان کے ساتھ مداہنت اور رازداری کی ممانعت فرمائی مگر جبکہ کافر غالب ہوں یا مومن قوم کفار میں ہو تو اپنی جان سے دفع ضرر کے لیے زبانی مداہنت کر سکتا ہے بشرطیکہ دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو اور کسی خون حرام یا مال حرام کا استحلال یا اور کوئی حرام کام نہ کرنا پڑے نہ کفار کو مسلمانوں کے راز پر آگاہی دے۔

(۴) جو تعلق مذکورۂ بالا باتوں سے خالی ہو۔ یعنی وہ نہ حقیقت میں محبت کی بنا پر ہو نہ اس کی علامت و دلیل نہ اس سے اسلام یا مسلمانوں کا ضرر و نقصان متصور ہو، نہ کفار کا فائدہ و نفع مقصود اور اس میں مسلمانوں کی کوئی حاجت و ضرورت یا مقصد صحیح ہو تو وہ جائز ہے اور موالات محرمہ میں داخل نہیں۔

روح البیان میں من یتولھم منکم فانہ منھم کی تفسیر فرماتے ہیں:

ای من جملتھم وحکمہ حکمھم فی النار وھذا اذا تولاھم لدینھم واما الصحبۃ والمعاملۃ لغرض دنیوی منھم او طلب علم منھم مع المخالفۃ فی الاعتقاد

جو ان سے دوستی کریگا وہ انہیں میں سے ہے یعنی ان کے دین پر اور انکے ساتھ دوزخ میں یہ جب ہے کہ ان سے ان کے دین کی وجہ سے دوستی کی ہو، لیکن صحبت کسی

والامور الدينية فليس فيه هذا الوعيد

معاملہ خرید و فروخت کے لیے یا ان سے کوئی کام خدمت لینے کے لیے باوجود مخالفت اعتقاد اور مخالفت امور دینی کے یہ اس وعید میں داخل نہیں۔

یہی علامہ آیہ لاتجد قوما الآیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

واما المعاملة للمبايعة او للمجاورة او للمرافقة بحيث لاتضر بالدين فليست بمحرمة۔ (روح البیان جلد ۹ ص [illegible])

لیکن معاملہ کرنا خرید و فروخت کے لیے یا پڑوس کی وجہ سے یا ہمراہی کے سبب اس طور پر کہ اس سے دین میں ضرر نہ ہو حرام نہیں۔

اس قسم کے معاملات میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ محل و موقع رحسب حاجت مکارم اخلاق کا برتاؤ بھی جائز ہے، تاکہ وہ بھی اہل اسلام کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں، ہدایہ میں ہے۔

وان علم انهم يأخذون منا ربع العشر او نصف العشر يأخذ منهم بقدره وان كانوا يأخذون منا الكل لا يأخذ الكل لانه غدر وان كانوا لا يأخذون منا اصلا لا يأخذ ليتركوا الاخذ من تجارنا ولانا احق بمكارم الاخلاق۔

اگر یہ معلوم ہو کہ وہ (اہل حرب) ہم مسلمانوں سے چہارم عشر یا نصف عشر لیتے ہیں تو اتنا ہی لے اور اگر مسلمانوں کا کل مال لے لیتے ہوں تو یہ کل نہ لے اس لیے کہ یہ غدر ہے اور اگر وہ بالکل نہ لیتے ہوں تو یہ بھی بالکل نہ لے تاکہ وہ ہمارے تجار سے لینا ہی چھوڑ دیں، اس لیے کہ ہم اخلاقِ کریمہ کے سزاوار تر ہیں۔

ہنود و نصاریٰ اور محارب و غیر محارب کا فرق

کفار خواہ کوئی بھی ہوں۔ مجوس یا ہنود، نصاریٰ یا یہود و موالات سب سے ممنوع اور منہی عنہ ہے اس باب میں محارب و غیر محارب میں کوئی فرق نہیں، بات یہ ہے کہ کفار سب ہی اسلام و اہل اسلام کے دشمن ہیں الکفر ملة واحدة اپنے موقع پر کوئی بھی مسلمانوں سے درگزر کرنے والا نہیں، جس کو موقع ملا اس نے جنگ کی جس کو موقع نہیں ملا وہ ہر دم موقع کی تلاش میں ہے اور اس کے سینے میں بھی وہی عداوت بھرا ہوا ہے وہی جوش غضب ہے جو محارب کے دل میں۔ یہ اس سے کسی طرح کم نہیں، لڑائی بھی قسم قسم کی ہے۔ کوئی تلوار لے کر مقابلہ میں آتا ہے، کوئی دوست بن کر خفیہ تدابیر سے کام کر جاتا ہے، اور صیاد کی طرح گرفتارِ مصیبت کرنے کے لیے دانہ سامنے رکھتا ہے اور جال خاک میں چھپاتا ہے اور اپنی کیادی و مکاری سے ضررِ عظیم پہنچاتا ہے، مسلمانوں کا دوست ان میں ایک بھی نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰۤاَنْتُمْ اُولَاۤءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا

اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں درگذر نہ کریں گے، ان کی آرزو ہے جتنی تمہیں ایذا پہنچے دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی اور جو ان کے سینے پوشیدہ رکھتے ہیں اور بھی بڑا ہے ہم نے تمہیں کھول کر نشانیاں سنا دیں

يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ - اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ -

اگر تمہیں عقل ہو سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے، حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی گھٹن میں اللہ خوب جانتا ہے، دلوں کی بات تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کئے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑیگا بیشک ان کے سب کام اللہ کے احاطہ میں ہیں۔

کفار کی عداوت قرآن پاک نے اس صراحت کے ساتھ بیان فرمائی اور ان کے آتشِ عناد کے تیز شراروں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا، ہر صاحبِ عقلِ سلیم اور ہر ذی ہوش جانتا ہے کہ جن کے قلوب عداوت سے لبریز اور جن کے باطن دشمنی و عناد کا دریائے طوفان خیز ہیں ان سے غافل و مطمئن ہونا ان کو خیر خواہ اور دوست سمجھنا خودکشی کا مرادف ہے؛ عداوت جس کی طبیعت بن گئی وہ موقع نہ پانے سے دوست سمجھ لینے کے قابل نہیں ہو جاتا، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سانپ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو مجھ پر حملہ کر چکا وہ تو بیشک احتراز کے قابل ہے۔ لیکن دوسرا وہ جس نے مجھ پر کوئی حملہ نہیں کیا ہے اس سے احتراز کرنا کم ہمتی اور بدخلقی

ہے، حملہ آور اور غیر حملہ آور کے ساتھ ایک سلوک نہایت بیجا ہے بایں دلیل کالے زہریلے سانپ سے احتراز نہ کرے اس کو گود میں پرورش کرے تو اس کو لا یعقل و نادان کہا جائے گا، اور ہلاکت اس کا مآل کار ہوگا؛ قرآن پاک نے اس پر جا بجا تنبیہ فرمائی ہے اور مسلمانوں کو باخبر اور ہوشیار کیا ہے؛

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ -

کفار اگر تم پر موقع پائیں تو تمہارے دشمن ہونگے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بدی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

تفسیر خازن میں فرماتے ہیں؛

ان یثقفوکم - ای یظفروا بکم ویروکم یکونوا لکم اعداء و یبسطوا الیکم ایدیھم و السنتھم بالسوء - ای بالضرب والقتل والشتم والسب (ودوا) ای تمنوا (لو تکفرون) ای ترجعون الی دینھم کما کفروا والمعنی ان اعداء اللہ لا یناصحونھم لما بینھم من الخلاف فلا توالوھم انتھی ملخصا

(کفار اگر تم کو پائیں) یعنی اگر تم پر دسترس پائیں اور تمہیں دیکھ لیں (تو تمہارے دشمن ہو جائیں گے؛ اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بدی کے ساتھ دراز کرینگے یعنی ضرب و قتل اور سب و شتم کے ساتھ) اور آرزو کریں گے کہ تم کافر ہو جاؤ، یعنی ان کے دین کی طرف پھر جیسا کہ وہ کافر ہو گئے؛ اور معنی یہ ہیں کہ دشمنانِ خدا اللہ والوں کے ساتھ اخلاص و محبت نہیں کرتے کیونکہ ان کے درمیان مخالفت ہے

پس تم بھی ان سے دوستی و محبت نہ کرو۔"

تفسیر مدارک میں ہے:

(ان یثقفوکم) ان یظفروا بکم ویتمکنوا منکم (یکونوا لکم اعداء) خالصی العداوۃ ولا یکونوا لکم اولیاء کما انتم (ویبسطوا الیکم ایدیهم والسنتهم بالسوء) بالقتل والشتم (وودوا لو تکفرون) وتمنوا لو ترتدون عن دینکم فاذاً موادۃ امثالهم خطاء عظیم منکم، والماضی وان کان یجری فی باب الشرط مجری المضارع ففیه نکتة کانه قیل وودوا قبل کل شیء کفرکم وارتدادکم یعنی انهم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس وتمزیق الاعراض وردکم کفارا وسبق المضار عندهم ولولا علمهم ان الدین اعز علیکم من ارواحکم لانکم بذالون لها دونه والعدو اهم شیء عنده ما صاحبه

یعنی اگر تم پر موقع پائیں اور قادر ہوں تو تمہارے دشمن خالص العداوۃ بن جائیں، اور تمہاری طرح وہ تمہارے دوست نہ ہوں اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور زبان بدی کے ساتھ دراز کریں قتل و شتم کے ساتھ اور تمنا کرتے ہیں کہ تم اپنے دین سے مرتد ہو جاؤ۔ ایسی حالت میں ان لوگوں سے دوستی کرنا خطائے عظیم ہے اور ماضی اگرچہ باب شرط میں مضارع کے قائم مقام ہوتی ہے پس اس میں نکتہ ہے گویا کہ کہا گیا کہ انہیں ہر چیز سے پہلے تمہارے کافر و مرتد ہو جانے کی آرزو ہے، یعنی وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دینی و دنیوی ضرر پہنچائیں جانوں کا قتل آبرو ریزی اور تمہیں کافر بنانا سب سے پہلا ضرر ہے ان کے نزدیک کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ دین تمہیں جانوں

جانوں سے زیادہ پیارا ہے کیونکہ اس کے لیے انہیں خرچ کرنے والے ہو اور دشمن کے نزدیک وہی چیز اہم ہوتی ہے جو اس کے حریف کے نزدیک سب سے اہم ہو۔

قرآن پاک نے صاف بتا یا کہ مسلمانوں کی عداوت کفار کے قلوب میں راسخ ہے، وہ ان کی مصیبت سے خوش اور راحت سے ناخوش ہوتے ہیں، ان کی زبانوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، دلوں میں اس سے سخت تر عناد ہے وہ اگر موقع پائیں تو ہاتھ اور زبان سے تکلیف پہنچائیں، قتل کریں، ماریں، گالیاں دیں، پر انہیں کوئی تکلیف ایسی نہیں ہے جو ان کے اختیار میں ہو اور وہ در گزر کر جائیں۔

اب ثابت ہو گیا کہ ترک موالات کا حکم تمام کفار سے ہے، محارب و غیر محارب اور ہنود و نصاریٰ کا فرق باطل ہے، موالات تمام کفار سے ممنوع ہے اور ہنود تو بدترین کفار میں سے ہیں۔

بعض صاحبوں کا یہ خیال کہ ہنود ہم سے برسرِ جنگ نہیں ہیں، انہوں نے ہمیں گھروں[1] سے نہیں نکالا، وہ ہمارے اخراج پر مظاہرہ نہیں کرتے اس لیے ان کے ساتھ موالات جائز اور نصاریٰ کے ساتھ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ وہ برسرِ جنگ ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ یہ بیان واقع کے خلاف ہے رات دن کے حالات ظاہر، مخفی عداوتیں، حریفانہ چالیں، قسم قسم کی ایذائیں جو ہنود پہنچاتے رہتے ہیں آرہ[2] اور کٹارپور کے واقعات مسلمانوں کو قتل کرنا

[1] اور اب کفار کا بغض و عناد قیام پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء اور اس کے بعد سے آج تک ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام اور گھروں سے اخراج! عمل واضح ہو چکا ہے (ق)

[2] یہ واقعات ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۶ء تک ہوئے۔

عورتوں، بچوں کو جلانا گھروں کو پھونکنا، قرآن شریف اور مسجدوں کی بے حرمتی کرنا اور طرح طرح کی ایذائیں سب اس کے مکذب ہیں، ان سب سے قطع نظر کیجیے تو یہ تفرقہ قرآن پاک کی کثیر آیتوں کے خلاف ہے جو اوپر مذکور ہو چکیں، اور جو اس سے زیادہ ہیں کہ مختصر میں جمع کی جائیں

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ ...... وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ	اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اس موقع پر استدلال میں پیش کرنا مستدل کی فاحش غلطی ہے اس لیے کہ اول تو یہ آیت جس معنی پر مستدل کو نفع دے سکے منسوخ ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے:

وھذا قبل الامر بالجهاد۔	یہ حکم جہاد سے قبل تھا (تفسیر جلالین ص۴۵۵)

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی رسالہ ناسخ و منسوخ میں لکھتے ہیں:

سورة الممتحنة فيها من المنسوخ ثلثة احكام الحكم الاول قوله تعالى لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين الى قوله تعالى ان الله يحب المقسطين نسخ بقوله تعالى اقتلوا المشركين۔	سورۂ ممتحنہ میں تین حکم منسوخ ہیں حکم اول لاینھاکم تا مقسطین آیہ اقتلوا المشرکین سے منسوخ ہوا

تفسیر کبیر میں ہے

وقال قتادة نسختها اية القتال	قتادہ نے کہا کہ اس کو آیت قتال نے منسوخ کیا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۹۰)

اور بالفرض اگر آیت منسوخ نہ ہو تو بھی اس سے یہ استدلال کسی طرح درست نہیں، کیونکہ اَلَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ سے کفار ہی مراد ہوں، اس پر کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔

(۱) اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے اہل عہد مراد ہیں۔ جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ترک قتال و مظاہرہ پر عہد کیا تھا اور وہ قوم خزاعہ تھی۔ اس آیت میں حضور کو حکم کیا گیا کہ اس معاہدہ کی مدت تک وفا فرمائیں، یہ قول ابن عباس اور مقاتلین اور کلبی کا ہے۔

(۲) مجاہد کا قول ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں، جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی۔

(۳) اور کہا گیا ہے کہ وہ عورتیں اور بچے ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ آیت اسماء بن ابی بکر (رضی اللہ عنہم) کے حق میں نازل ہوئی جن کے پاس ان کی والدہ بحالت شرک ہدیہ کے طور پر چند چیزیں لیکر آئی تھیں اور انہوں نے نہ ان کا ہدیہ قبول کیا نہ انہیں گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ حضور نے ان کو حکم فرمایا کہ ہدیہ قبول کریں اور انہیں گھر میں داخل ہونے دیں اور ان کے ساتھ احسان و اکرام کریں۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی ہاشم کی ایک قوم مراد ہے۔

(۶) حسن سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ صلہ و احسان کی اجازت چاہی، بہرحال اقوال بہت ہیں، والکل فی التفسیر الکبیر۔ اس پر جزم کر لینا کہ آیت من الذین سے کفار ہی مراد ہیں کس طرح ممکن ہے جائز ہے کہ وہ کافر مراد ہوں جو لڑنے کے قابل نہیں جیسے عورتیں بچے بوڑھے چنانچہ مفسرین کے یہ تمام اقوال ملتے ہیں۔

اور فرض کرو کہ کافر ہی مراد ہیں تب بھی استدلال صحیح نہیں کہ مراد کفار معاہدین ہیں، کیونکہ آیت سے ان کے ساتھ بر و اقساط ثابت ہوگا اور وہ ان سے ترکِ موالات کے منافی نہیں نہ اس سے موالات کا جواز لازم آتا ہے، موالات ممنوع ہونے پر بھی ان کے ساتھ بر و اقساط ممکن ہے، الحاصل آیت سے یہ ثابت کرنا کہ ہنود سے غیر محارب ہونے کی وجہ سے موالات جائز ہے کسی طرح صحیح نہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

کان الظاهر من امر المقابلة فی الاٰیتین ان یقال فی الاولی ان تولوهم کما فی الثانیة او یعکس ویقال فی الثانیة ان تبروهم کما فی الاولی او یذکر کل منهما فی الاٰیتین لکن الدلائل العقلیة والشواهد النقلیة دلت علی ان موالاة الکافر غیر جائزة مقاتلا

دونوں آیتوں میں جو مقابلہ ہے اس کے لحاظ سے ظاہر یہ تھا کہ پہلی آیت میں ان تبروھم فرمایا جاتا اور دوسری میں پہلی کی طرح ان تبروھم فرمایا جاتا۔ یا ہر ایک کو دونوں آیتوں میں ذکر کیا جاتا لیکن دلائل عقلیہ و شواہد نقلیہ اس پر دال ہیں کہ کافر کی موالات ناجائز ہے خواہ وہ مقاتل

کان او غیره بخلاف المبرة فانها جائزة لغیر المقاتل غیر جائزة للمقاتل کالموالاة۔

ہو یا غیر مقاتل بخلاف مبرۃ کے کیونکہ غیر مقاتل کے لیے جائز اور مقاتل کے لیے یہ بھی موالات کی طرح ناجائز ہے۔

ان عبارات سے لازم ہوا کہ کافر سے مطلقاً موالات ممنوع ہے، خواہ یہ گروہ محارب ہو یا غیر محارب اور یہ مضمون آیات کثیرہ سے ثابت ہے۔

آیت - یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔

اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری برائی میں کمی نہ کریں گے

تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وقیل المراد بهذه جمیع اصناف الکفار ویدل علی صحة هذا القول معنی الاٰیة لان الله تعالیٰ قال لا تتخذوا بطانة من دونکم فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانة من دون المؤمنین فیکون ذلک منعا من جمیع الکفار۔

کہا گیا اس سے کفار کے جمیع اصناف مراد ہیں اور اس قول کی صحت پر آیت کے معنی دلالت کرتے ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم تو مومنین کو غیروں کے راز دار بنانے سے منع فرمایا یہ تمام کفار کے لیے ممانعت ہوئی۔ (خازن جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

آیت: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۔

اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پلٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت مسطور ہے

قیل هو عام فی جمیع الکفار وهی للمؤمنین ان یجانبوهم ولا یخالطوهم فی شیء حتی لا ینجروا بهم الی موافقتهم۔

کہا گیا کہ یہ تمام کفار کے حق میں عام ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے علیحدہ رہیں کسی بات میں ان کا کہا نہ مانیں تاکہ وہ انہیں اپنی موافقت پر مجبور نہ کریں۔ (تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۹۱)

تفسیر کبیر میں یاایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء کی تفسیر میں ہے

اعلم ان الله تعالیٰ نهی فی الآیة المتقدمة عن اتخاذ الیهود والنصاری اولیاء وساق الکلام فی تقریره ثم ذکر ههنا النهی العام عن موالاة جمیع الکفار وهو هذه الآیة۔

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے ممانعت فرمائی اور اس کی تقریر میں کلام جاری فرمایا پھر یہاں تمام کفار سے موالات کی عام ممانعت فرمائی۔

ان آیات و عبارات سے معلوم ہوا کہ کفار حربی ہوں - خواہ غیر حربی جنگجو ہوں یا نہ ہوں سب سے موالات ممنوع اور انقطاع واجب ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ اخوان و انصار و ظہیر و مددگار بن کر آئیں تو بھی ان کے ساتھ موالات ناجائز اور مجانبت واجب ہے اور ان کی نصرت و امداد نامقبول۔

آیت: لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین

مومن ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

تفسیر مدارک میں ہے

عن ان یوالوا الکافرین بقرابة

کفار سے موالات اور دوستی سے

بینهم او صداقة قبل الاسلام او غیر ذلک۔

مسلمانوں کو ممانعت کی گئی خواہ دوستی کسی قرابت کی وجہ سے ہو یا اسلام سے پہلے رسم و راہ کی وجہ سے (تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۲۷)

تفسیر خازن میں ہے :

قیل ان عبادة بن الصامت کان له حلفاء من الیهود فقال یوم الاحزاب یا رسول الله ان معی خمسمائة من الیهود وقد رأیت ان استظهر بهم علی العدو فنزلت هذه الآیة وقوله لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء یعنی انصارا واعوانا من دون المؤمنین والمعنی لا یجعل المؤمن ولایته لمن هو غیر مؤمن نهی الله المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوهم لقرابة بینهم او محبة او معاشرة والمحبة فی الله والبغض فی الله باب عظیم واصل من اصول الایمان

کہا گیا ہے کہ عبادہ بن صامت کے یہودی حلفاء تھے عبادہ رضی اللہ عنہ نے جنگ احزاب کے روز حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ پانچ سو یہودی ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ دشمن کے مقابلہ میں ان سے مدد لوں - پس یہ آیت نازل ہوئی اور لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء کے معنی یہ ہیں کہ مومن کفار کو اعوان و انصار نہ بنائیں اور مسلمانوں کے سوا کسی کو یار و مددگار نہ ٹھہرائیں مطلب یہ کہ مومن کے ولا و دوستی غیر مومن کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار کی موالات اور ان کے ساتھ ملاطفت سے منع فرمایا خواہ کسی قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے ہو اور اللہ کے لیے دوستی اور اسی کے لیے دشمنی ایمان کے اصول میں سے بڑی اصل ہے۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

تفسیر خازن میں آیہ لا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا کے تحت ہے

یعنی ینصرکم علی اعدائکم لانھم اعداء۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

یعنی کفار کو ایسا مددگار نہ بناؤ کہ وہ تمہارے دشمنوں پر تمہاری مدد کریں کیونکہ وہ دشمن ہیں۔

مدارک شریف میں اسی آیت کے تحت میں فرمایا۔

وان بذلوا لکم الولایۃ والنصرۃ فلا تقبلوا منھم (تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۴۳)

اگر وہ تمہارے لیے ولایت و نصرت صرف کریں تو ان سے قبول نہ کرو۔

تفسیر کبیر میں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الآیہ کی تفسیر میں ہے

لاشک ان الولایۃ المنھی عنھا ھی الولایۃ بمعنی النصرۃ — جلد ۳ صفحہ ۶۲۲

اس میں شک نہیں کہ ولایت ممنوعہ ولایت بمعنی نصرت ہی ہے

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

انما ذکر اللہ ھذا الکلام تطییبا لقلوب المؤمنین وتعریفا لھم بانہ لا حاجۃ بھم الی اتخاذ الاحباب والانصار من الکفار وذلک لان من کان اللہ ورسولہ ناصرا لہ ومعینا لہ فای حاجۃ بہ الی طلب النصرۃ والمحبۃ من الیھود والنصاری۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۲۰

اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اس لیے ذکر فرمایا کہ مومنین کے قلوب کو مسرت حاصل ہو اور ان کو معرفت کرائی جائے کہ انہیں کفار کو یار و مددگار بنانے کی ضرورت و حاجت نہیں ہے کیونکہ اللہ و رسول جس کے ناصر و مددگار ہوں، اس کو یہود و نصاریٰ سے مدد چاہنے اور محبت کرنے کی کیا حاجت،

پھر اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والمراد ان اللہ تعالیٰ امر المسلمین

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان

لا یتخذوا الحبیب والناصر الا من المسلمین (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۶۲۲)

کو حکم فرمایا کہ دوست اور مددگار نہ بنائے مگر مسلمان کو۔

اور آگے چل کر فرماتے ہیں۔

فلا تتخذوھم اولیاء وانصارا واحبابا فان ذلک کالامر الخارج عن العقل والمروءۃ۔

تم انہیں اولیا اور یار و مددگار نہ بناؤ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی بات عقل و مروت سے خارج ہو۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۲۳)

کفار غیر محارب کفار تو ہیں دوستی و موالات تو اہل بدعت اور فساق و فجار سے بھی ممنوع ہے۔

تفسیر خازن میں لا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ کی تفسیر میں فرمایا:

قال ابن عباس دخل فی ھذہ الآیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الی یوم القیامۃ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں قیامت تک کے بدعتی داخل ہیں۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۴۱)

تفسیر کبیر میں آیۂ لا تجد قوما کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

فالآیۃ زجر عن التودد الی الکفار والفساق عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول اللھم لا تجعل لفاجر ولا لفاسق عندی نعمۃ فانی وجدت فیما اوحیت لا تجد قوما الآیۃ۔

آیت میں کفار و فساق کی دوستی و محبت سے بزجر منع کیا گیا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضور یوں دعا فرماتے تھے، یارب مجھ پر کسی فاجر و فاسق کا احسان مت رکھ کہ میں نے قرآن پاک میں یہ آیت پائی ہے لا تجد الآیہ (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۸۱)

تفسیر روح البیان میں ہے:

وینبغی ان یعلم ان المؤمن کما یلزم له ان یقطع الموالاۃ عن الکفار کذالک یقطع ذالک عن الاقرباء الفجار۔

جاننا چاہیے جیسا کہ مومن پر کفار سے قطع موالات لازم ہے ایسا ہی بدکار فاجر رشتہ داروں سے بھی مقاطع ضروری ہے۔

اسی روح البیان میں ہے:

عن سهل بن عبد الله التستری قدس سره من صحح ایمانه فانه لا یانس الی مبتدع ولا یجالسه ولا یؤاکله ولا یشاربه ولا یصاحبه ویظهر من نفسه العداوۃ والبغضاء۔ (تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۲۶۵)

سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ سے منقول ہے جس نے اپنا ایمان درست کر لیا، اس کو اہل بدعت سے انس نہ ہوگا نہ وہ اس کے ساتھ ہمنشینی کرے نہ اس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو نہ اس سے یارانہ کرے اور اس سے نفرت و عداوت ظاہر کرے گا۔

اسی تفسیر میں ہے:

ینبغی للمؤمن الکامل ان یقطع عن صحبۃ الکفار والفجار واهل البدع والاهواء وارباب الغفلۃ والانکار

مومن کامل کو چاہیے کہ کفار و فجار اور اہل بدع و ہوا، اور ارباب غفلت و انکار کی صحبت سے انقطاع کرے۔ (تفسیر روح البیان جلد ۱ ص ۵۸۸)

تفسیر احمدی میں ہے:

ان القوم الظالمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع

قوم ظالم مبتدع اور فاسق و کافر سب کو عام ہے اور سب کے ساتھ

کلهم ممتنع۔ (تفسیر احمدی ص ۳۰۸)

بیٹھنا ممنوع ہے،

جب کہ مبتدع اور فاسق و فاجر کے ساتھ بھی موالات ممنوع ہے تو کافر کے ساتھ ممنوع ہونے میں کیا تامل ہے، کافر غیر محارب کافر تو ہے، اس سے ترک موالات کوئی تعجب کی بات نہیں، شریعت مطہرہ فاسق مومن سے بھی ترک موالات کا حکم فرماتی ہے، اور ہنود تو مشرک و بت پرست ہونے کی وجہ سے بدترین کفار میں سے ہیں: تفسیر خازن میں تحت آیہ یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم هزوا الایۃ فرمایا۔

انما فصل بین اهل الکتاب والکفار وان کان اهل الکتاب من الکفار لان کفر المشرکین من عبدۃ الاوثان اغلظ و افحش من کفر اهل الکتاب۔ (تفسیر خازن جلد ۱ ص ۴۶۵)

اہل کتاب اور کفار کا جدا جدا ذکر فرمایا اگرچہ اہل کتاب داخل کفار ہیں اس لیے کہ مشرکین بت پرستوں کا کفر اہل کتاب کے کفر سے اغلظ و افحش ہے۔

اب ظاہر ہو گیا کہ ہنود سے بھی ترک موالات فرض ہے، اور آیت لا ینهٰکم الله الایۃ سے کفار غیر محاربین کے ساتھ جواز موالات ثابت کرنا باطل محض ہے، ہنود نہ تو غیر محارب ہیں نہ ذمی، بلکہ وہ اہل کتاب سے بدرجہا بدتر ہیں ان سے موالات درکنار بر و احسان بھی جائز نہیں، کیونکہ آیت ممتحنہ سے اگر بر و احسان کا جواز ثابت ہوتا ہے تو ذمی کے لیے، نہ کہ حربی کے لیے۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

الاولی فی جواز الاحسان الی الذمی والثانیۃ فی عدمه الی الحربی۔

پہلی آیت ذمی کے ساتھ جواز احسان کے بیان میں ہے اور دوسری اس کے عدم جواز میں حربی کے ساتھ۔ (تفسیر احمدی ص ۵۰۷)

اور موالات تو کسی کافر کے ساتھ جائز نہیں، حربی ہو یا غیر حربی اس مدعا پر آیات کثیرہ پیش ہو چکی ہیں .... آیت ممتحنہ میں جواز موالات پر کوئی دلالت نہیں، تفاسیر کی عبارتیں گزر چکیں، موالات تو کجا کفار سے خواہ وہ غیر محارب بلکہ ذمی سے بے ضرورت سلام تک جائز نہیں، چہ جائیکہ موالات۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے :-

عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ لا باس بالسلام فی کتاب ولا فی غیرہ وعن ابی یوسف رحمہ اللہ لا تسلم علیہم ولا تصافحہم۔ (تفسیر احمدی صفحہ ۲۲۹)	امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کافر ذمی سے خط وغیرہ میں ابتدا السلام جائز نہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی

ہے کہ ان پر سلام نہ کرو نہ ان سے مصافحہ کرو۔

جب سلام و مصافحہ بھی جائز نہیں تو موالات کہاں سے جائز ہو گئی، شریعت مطہرہ نے نکاح تک میں مسلمانوں پر کافر کی خواہ وہ کوئی بھی ہوں ذمی یا غیر ذمی شہادت تو جائز نہیں رکھی (ہدایہ صفحہ ۲۸۶ میں ہے)

ولابد من اعتبار السلام فی انکحۃ المسلمین لانہ لا شہادۃ للکافر علی المسلم۔	مسلمانوں کے نکاحوں میں اسلام کا اعتبار ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں پر کافر کی گواہی جائز نہیں ہے

نیز ہدایہ میں ہے :-

لا ولایۃ الکافر علی مسلم لقولہ تعالی ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا ولھذا لا تقبل شہادتہ علیہ۔ (ہدایہ صفحہ ۲۹۸)	کافر مسلمانوں کا ولی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مسلمانوں پر راہ نہ کرے گا۔ اسی لیے مسلمان پر

کافر کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔

اگر اس مسئلہ میں عبارات فقہیہ کا التزام کیا جائے تو بہت زیادہ ہوں، لہٰذا میں اسی قدر پر اکتفا کر کے کلام ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہی توفیق دے کر قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ

محمد والہ واصحابہ اجمعین

کتبہ العبد المعتصم بذیل سید المرسلین محمد نعیم الدین المراد آبادی غفرلہ ولوالدیہ

یہ تھا تحریک پاکستان کا پہلا تعمیری قدم

غیر مسلموں سے اختلاط و ارتباط محبت و موالات پر سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ کا جامع و بسیط مقالہ آپ نے ملاحظہ فرمایا اور یہ بات بھی واضح طریق پر معلوم ہو گئی کہ غیر مسلموں سے دوستی و موالات تک جائز نہیں تو ان کو سیاست میں شریک کار اور معاملات میں دخیل بنانا کہاں جائز ہو گا۔ اب تقریباً چالیس برس پہلے یہ مسلمانوں کو دو قومی نظریہ کا سبق پڑھایا اور ان کو ہندوؤں اور غیر مسلموں سے جدا رہنے کا ارشاد فرمایا گیا تو اب آزادی ہند حصول پاکستان یا اکھنڈ بھارت کے لیے ان سے اتحاد و داد کیسے جائز ہو گا، پاکستان کی تعمیری بنیاد گویا سب سے پہلے مسلمانانِ ہند کے پہلے سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ نے رکھی، جب مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تحریک پاکستان کا نعرہ بلند کیا تو وہی لوگ اس نعرہ کے

حامی و مددگار بنے جو شروع سے اس اختلاط و ارتباط سے مجتنب تھے یعنی اہلسنت وجماعت ہی کی مساعی جمیلہ تھی کہ پاکستان کی تحریک کے وقت نظریۂ پاکستان کی صدق دل سے مسلمانوں نے متحدہ کوشش کی مگر یہ اختلاط و ارتباط کے حامی اور ہندوؤں کے ساتھ مخلوط کوشش کرنے والے خدا اور رسول کے باغی اور ملت کے غدار مسلمان اور علماء آخر وقت تک وطنیت پرستی کا ہی نعرہ لگاتے رہے اور آج بھی اس نظریہ کے اکثر و بیشتر حامی علماء و عوام پاکستان کے سخت دشمن ہیں اور ہندوؤں، غیر مسلموں کی جے پکارتے ہیں اکھنڈ بھارت کے شرمندہ تعبیر نہ ہونے والے خواب دیکھتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے۔ اب میں دیگر اعاظم و اکابر علماء اہلسنت کی تحریرات پیش کرتا ہوں، جنہوں نے گاندھی گردی کی آندھی اور خلافت کمیٹی کی نقشہ پردازی کے موقع پر مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھائی تھی

اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ اور ترکوں کی حمایت
مسلمانوں کیلئے مفید مشورے

چنانچہ گزشتہ جنگ عظیم میں ترکوں پر اندوہناک مصائب اور دشمنان اسلام کے ظالمانہ طرز عمل نے مسلمانان عالم میں ایسی بے چینی پیدا کر رکھی تھی کہ اس کو ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا!

مگر افسوس کہ حسد ور طینتیں ترکی کی اعانت اور مقامات مقدسہ کی حمایت کے پردے میں خاصان خدا کو اپنے حسد و عناد کا آلہ بنا کر بدنام کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہٗ اور دیگر علماء اہلسنت کی نسبت وہ وہ بہتان و الزام تراشیاں کیں کہ العظمۃ للہ۔

کبھی کہا گیا کہ ان کو سلطنت ترکیہ سے کوئی ہمدردی نہیں اور کبھی کہا گیا کہ وہ انگریزوں سے تنخواہ پاتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کبھی کہا گیا کہ اعلیٰحضرت ترک موالات کے مخالف ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ترک موالات کا سبق انہیں سے سیکھا تھا، لیکن حسد ورد انہیں پر غراتے تھے اس کا وبال ان پر یہ رہا کہ ترک موالات کے مسئلہ میں منہ کے بل گئے ہے، اور جو راہ عمل بھی بنائی وہ غلط ہی رہی۔

ایسے خطرناک دور میں اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی ایک تحریر منیر اخبار "دبدبہ سکندری" رامپور نمبر ۱ جلد ۵۷ ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی بعد کو سیدی صدر الافاضل نے "السواد الاعظم" جلد ۳ ر ۱ ۱۳۳۹ھ میں شائع کی، جس میں اعلیٰحضرت نے مسلمانان ہند کی حالت اور پالیٹکس کے متعلق اپنی رائے مبارک اور مسلمانوں کے طرز عمل کے متعلق چار مخصوص مفید باتوں کی ہدایت فرمائی اور سلطنت ترکی کی امداد کی ترغیب دی، اس سے اعلیٰحضرت قدس سرہ کے جذبات صادقہ اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے، کاش اگر اس وقت سے ان ہدایات پر عمل کیا گیا ہوتا تو آج مسلمان بہت کامیاب ہو چکے ہوتے، اب بھی ان ارشادات کو دستور العمل بنائیں تو مسلمانوں کا تشتت و افتراق اور ان کی بے بسی کا خاتمہ ہو سکتا ہے، افادہ عوام کے لئے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی وہ تحریر من و عن نقل کی جاتی ہے۔ جو ملک التجار حاجی لعل خانصاحب کلکتہ کے مکتوب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کے جواب میں ہے۔

مکتوب حاجی لعل خانصاحب مرحوم

بہ قبلہ و کعبہ حضرت مرشدی و مولائی دام ظلکم العالی تنائے

قدمبوسی کے بعد مؤدبانہ گزارش المؤمنین کے پرچے پہنچے ملاحظہ سے گزرے ہیں، ارشاد ہو کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اور امداد ترک کا کیا طریقہ ہے۔

الجواب

ملاحظہ محترم ذوالکرم حامیِ سنت ماحیِ بدعت برادر طریقت حاجی علی خاں صاحب دام مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ المؤید کے چھ پرچے آئے، انہیں بالاستیعاب دیکھا گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہو۔ مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں۔ بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گزرے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کرسکتی صدمہ کے لئے کیا کم تھے کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا۔ جس نے میرے خیال کی تصدیق کردی ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ بیشک اللہ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا۔ جبتک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے۔ اصلاح قلوب واحوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے۔ غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام ومسلمین کو غلبہ قاہرہ دے آمین الٰہ الحق آمین۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مگر بے دل نہ چاہیے۔ لا تیأسوا من روح اللہ انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکفرون۔ اللہ واحد قہار غالب علی کل غالب اس دین کا حافظ وناصر ہے وکان حقا علینا نصر المؤمنین

وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ حضور سیدنا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یأتی امر اللہ وہم علی ذلک غالباً یہاں امر اللہ وہ وعدہ صادقہ ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہو گئے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا۔ تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی۔ اگر معاذ اللہ وہ وقت آگیا ہے۔ جب تو کوئی چارہ کار نہیں۔ شدنی ہو کر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اس کے متصل ہی حضرت امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول اجلال فرمائینگے، اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا، تمام روئے زمین پر ملت ایک ملتِ اسلام ہوگی، اور مذہب ایک مذہب اہل سنت۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے، پھر اس کی عطا سے اُسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہانتک نظر کرتا ہے ابھی وہ وقت نہیں آیا، اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الٰہیہ ترقی فرمائے گی، اور کفار ملاعنہ کردار کو پہنچیں گے۔ بہرحال بندگی بجا لانا، دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت پر رحم فرمائے، اور اپنی نصرت اتارے، یہی جھٹکے جو پہنچ رہے ہیں انہی پر زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا کو ختم فرمادے اور اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ کی بشارت سنادے وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

آپ پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے، اسکا جواب میں کیا دے سکتا ہوں اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کی جان ومال جنت کے عوض خرید رہے ہیں، اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ مگر ہم ہیں کہ بیع دینے سے انکار، اور دشمن کے خواستگار، چند ہی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن ومال واہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس جائیں، اور

میدان میں مسلمانوں کا ساتھ دیں، مگر یاں تو دے سکتے ہیں اسکی بھی حالت
سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں، وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے، یہاں
وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی تھیٹر وہی سینما، وہی امنگ، وہی تماشے
وہی بازیاں، وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کو بھی کمی نہیں
ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار روپئے دیئے،
ایک عورت نے ایک چنیں وچناں بزرگ کو پچاس ہزار روپے دیئے، ایک رئیس نے
ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ روپے دیئے، اور یونیورسٹی کے لیے تو تیس لاکھ روپے سے
زائد جمع ہوگیا، ایک رات میں ہمارے اسی مفلس شہر سے اس کے لیے چھبیس ہزار
روپے چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجہ کے شخص نے صرف ایک کوٹھی چھبیس ہزار
روپے کو خریدی، فقط اسلیے کہ اسکے وسیع مکان سکونت سے ملحق تھی جسے میں بھی
دیکھ آیا ہوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لیے جو کچھ جوش دکھائے جارہے ہیں
آسمان سے بھی اونچے ہیں، اور جو عملی کارروائی ہورہی ہے زمین کی تہ میں ہے
پھر کس بات کی امید کیجائے، بڑی چھلانگ یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا
بائیکاٹ ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں
اول تو یہ کہنے ہی کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کرینگے نہ ہرگز اس کو نباہیں گے
اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہونگے، جنکی گزر بغیر یورپین
اشیاء کے نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اسپر
کتنوں نے عمل کیا، اور کتنے دن نباہا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا اور ہو
بھی تو کیا فائدہ؟ کہ وہ سو ترکیبوں سے اس سے دس گنا وہ ضرر پہنچا سکتے ہیں
لہٰذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی۔
بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں

اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں۔ ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے تو ان
لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہئیے تھا کہ اولاً باستثناء ان معدودے
باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں
لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و
وکالت میں کھپے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔
ثانیاً اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی حرفت
وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا
کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر
آپ کو دے جائیں اور اسکے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لیجائیں۔ ثالثاً بمبئی
کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں
کے لیے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع
لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے، اور اسکا ایک نہایت
آسان طریقہ کتاب "کفل الفقیہ الفاہم" میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں سے
نفع بھی لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا، انکے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن
جو مسلمانوں کی جائدادیں جو بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے
اگر مدیون کی جائداد ہی لیجاتے تو مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان
ننگے اور بنیے چنگے۔ رابعاً سب سے زیادہ اہم سب کی جان سب کی اصل اعظم
وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا
چاردانگ عالم میں انکی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں
کا مالک بنایا، اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا فانا للہ
وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دینِ متین علمِ دین کے دامن سے وابستہ ہے، علمِ دین سیکھنا، پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہان کی زندگی جانتے' وہ انھیں بتا دیتا کہ اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے، جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔ مسلمان اگر یہ چار باتیں کرلیں تو انشاءاللہ العزیز آج انکی حالت سنبھل جاتی ہے۔ آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے، مگر یہ تو فرمائیے کہ سوال وجواب سے حاصل کیا؟ جب کوئی اس پر عمل کرنیوالا نہ ہو۔ عمل کی حالت ملاحظہ ہو۔

اوّل تو یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے حصے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں۔ اور کچہری جاکر اگرچہ گھر کی بھی جائے تو شوق سے پسند۔ گرہ گرہ زمین پر طرفین سے دو دو ہزار اٹھ جاتے ہیں۔ کیا اب ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں فہل انتم منتہون

دُوم کی یہ کیفیت کہ اول تو خاندانی لوگ حرفت وتجارت کو عیب سمجھتے ہیں، اور ذلت کی نوکریاں کرنے، ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر و عزت۔ اور جو تجارت کریں بھی تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں گرچہ پیسہ زائد ہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے۔ اہلِ یورپ کو دیکھا ہے دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لینگے، اور ولایتی گراں خریدینگے۔ ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے مسلمان چوّنی سے کم پر راضی نہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا، بلکہ خراب، ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں۔ ناچار خریدنے والے مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں۔ کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو؟ فہل انتم منتہون۔ سوم کی یہ حالت کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے، ناچ رنگ وغیرہ، بیحیائی یا بیہودگی کے کاموں میں ہزاروں، لاکھوں

آڑے آوے؟ وہ ناموری ہے یا ریاست ہے۔ اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوار۔ اور جنھوں نے بنیوں سے سیکھ کر لین دین شروع کیا وہ جائز۔ نفع کی طرف توجہ کیوں کریں، دین سے کیا کام، اللہ و رسول کے احکام سے کیا غرض۔ غضب یہ ہے کہ انھیں مسلمان کیا؟ اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی اس سے زائد کیا ضرورت ہے۔ نہ انھیں مرنا ہے، نہ اللہ واحد قہار کے حضور جانا نہ اعمال کا حساب دینا انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ آنے مانگے، تو یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہیں ہوں۔ ناچار حاجت مند بنیوں کے متھے چڑھتے ہیں، اور جائدادیں انکے نذر کر بیٹھتے ہیں۔ چہارم کا حال ناگفتہ بہ ہے، انٹرینس پاس کو تاقیامت معلق سمجھا ہے، وہاں تو نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے، خاص نوکری میں اسکی حاجت پڑے، اپنی ابتدائی عمر کہ تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے، تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لوٹے چلے جاتے ہیں؟ اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کیے جاتے ہیں، پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا، تو اب نوکری کا پتہ نہیں، اور ملی بھی تو صریح ذلت کی، اور رفتہ رفتہ دنیاوی عزت بھی پالی، تو وہ عند الشرع نرا ذلت۔ کہیے پھر علمِ دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا وقت کونسا آئے گا۔ لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں، اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بیہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بالغرض غلط اگر ترقی بھی ہوئی، تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی۔ کیا تم علمِ دین سے غفلتیں ترک کرو گے فہل انتم منتہون یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا، حماقت نہیں تو کیا ہے۔ اس نے تمہیں ذلیل کر دیا، اس نے غیر قوموں کو تم پر ہنسوایا۔

اس نے جو کچھ کیا وہ صرف اس نے۔ اور آنکھوں کے ابتک اس اوقد کی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں۔ ہائے قوم، وائے قوم! یعنی ہم تو اسلام کی رسمی گتھیوں سے نکل کر آزاد ہو گئے، تم کیوں قل بنے ہوئے ہو؟ حالانکہ حقیقۃً یہ آزادی ہی سخت ذلت کی قید ہے، جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں، اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کر دیں، پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کیے کیا ہوتا ہے۔ ہر ایک نے یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کریگا، بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے۔ یوں انشاء اللہ تعالیٰ سب کر لینگے۔ چند جگہ جاری تو کیجئے، پھر خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا۔ اسوقت آپ کو اسکی برکات نظر آئینگی وہی آیۂ کریمہ کہ ابتدائے سخن میں تلاوت ہوئی اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ الآیہ جس طرح روبہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ ہے، یونہی نیک روش کی طرف تبدیل پر بشارت ہے کہ اپنے یہ کو تک چھوڑ دوگے، تو ہم تمہاری اس ردی حالت کو بدل کے ذلت کے بدلے عزت دینگے، اے رب ہمارے ہماری آنکھیں کھول اپنے پسندیدہ راستہ پر چلا، صدقہ رسولوں کے سورج، مدینہ کے چاند کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وبارک وکرم۔ آمین

تحریر عریضہ تو ختم ہو چکا ہے، مسلمان ان چار باتوں میں سے ایک کو بھی اختیار کرتے نہیں معلوم ہوتے، مگر ضرورت امداد و ترک کی نسبت کہئے! مرثیے ہزاروں پڑھے گئے، مگر سوا بعض غرباء کے امراء و رؤسا بلکہ دنیا بھر کے والیانِ ملک نے بھی کوئی قابل قدر حصہ لیا؟ وہ جو فوجی مدد دے سکتے تھے، وہ جو لاکھوں پونڈ بھیج

سکتے تھے، وہ ہیں اور بے پرواہیں، گویا انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ انھیں جانے دیجئے وہ جانیں اور ان کی مصلحت، آپ جتنی کہئے اکتنا چندہ ہوا ہے جس پر ہجوم دینی اسلام کا دعویٰ ہے۔ مصارفِ جنگ کچھ ایسے ہلکے ہیں، جتنا چندہ جا چکا ہے، ایک دن کی لڑائی میں اس سے زیادہ اٹھ جاتا ہے۔ اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر، فقیر، غریب، رئیس اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنی ایک مہینے کی آمدنی دے دے تو گیارہ مہینے کی آمدنی میں بارہ مہینے گزر کر لینا کچھ دشوار نہ ہوگا اور انشاء اللہ عزوجل چاہے تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں۔ یونیورسٹی کے لیے غریبوں کا پیٹ کاٹ کر بس لاکھ سے زیادہ جوڑ لیا اور اس پر شور مل رہا ہے کہ اسکی مقدار بھی جہاں تک ہزار سے زائد ہو چکی ہے، اور وہ بنی بھی نہیں، یہ روپے تو کثرت سے دنیا بھر میں اسلامی کو اللہ واحد قہار کی راہ میں بھیج دیجئے، اسلام باقی ہے تو یونیورسٹی نہ بنتا عزیز نہ دے گا، اور اسلام نہ رہا تو یونیورسٹی کیا بخشوا لیگی، بلکہ ہم کہے دیتے ہیں کہ اسوقت ہرگز ہرگز بن بھی نہ سکے گی، اسوقت جو گت ہوگی اُسکا بیان پیش از وقت ہے۔ اور بالفرض تنگدل اور بخیل ہاتھ بڑا یا مال بھی یوں دینے کو نہ ہو تو یہ تمام وکمال روپے سلطنتِ اسلام کو بقائے اسلام کے لیے بطور قرض حسن ہی دیدیجئے، اور زیادہ کیا کہوں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

غرضکہ تحریراتِ بالا سے علماءِ اہلِ سنّت وجماعت کا موقف اور مقصد واضح ہو گیا ہو گا۔ علماءِ اہلِ سنّت کو اس سے ہرگز خلاف نہیں تھا کہ حدودِ شرع میں رہتے ہوئے جائز طریقوں سے بقدرِ استطاعت سلطنتِ اسلامی کی حمایت، اور اماکنِ مقدسہ کی حفاظت میں سعی کی جائے، البتہ خلاف تھا، تو اس سے تھا کہ مشرکین سے وداد واتحاد، اور انھیں حلیف ومعاہد نہ بنایا جائے، اور نہ اُن کو رازدار و دخیل کار ٹھہرایا جائے۔

افسوس ان غدارِ ملت مسلمانوں نے انھیں یار و مددگار و غمگسار بنایا، خود پس رو بنکر غیر مسلموں کو پیشوا مانا، قرآن وحدیث کی تمام عمر بُت پرستی، یا بُت پرستوں پر نثار کی، "قرآن و رامائن" کو ایک ساتھ ڈولے میں رکھ کر پوجا کی، اور مشرکین وشعارِ مشرکین کی بڑی بڑی تعظیمیں کیں۔ ہندوؤں کو مسجدوں میں لیجا کر واعظ وخطیب بنایا۔ ہندو ومسلم کا امتیاز اُٹھا کر سنگم و پریاگ مقدس علامات بنایا۔ ان غداروں نے اپنے ماتھوں پر قشقے لگوائے۔ ہندوؤں اور گئو ماتا کی جے پکاری۔ "بندے ماترم" کے نعرے لگائے۔ گاندھی کا نام خطبۂ جمعہ میں "مقدس ذات، ستودہ صفات" جیسی تعریفات و توصیفات کے ساتھ داخل کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

مولانا ابوالکلام آزاد سے علماءِ اہلسنّت کا مکالمہ آزاد کی توبہ اور انحراف

خلافت کمیٹی کے شباب کے زمانہ میں علماءِ اہلِ سنّت نے جگہ بجگہ جلسے کیے، مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کی، ہندو وکفار سے اتحاد واختلاط کی مضرتیں بتائیں، چنانچہ اس موقع پر صرف ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں، جو "السوادالاعظم" جلد ۲ شمارہ ۵ ۱۳۳۹ھ میں حضرت صدرالافاضل قدس سرہ نے شائع فرمایا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی اعلیحضرت قدس سرہ کے خدام واحبابِ اہلِ سنّت نے قایم کی تھی۔ اسکے اجلاس میں خود بنفسِ نفیس حضرت سیّدی قدس سرہ موجود تھے، آپ واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ :۔

"وسط رجب ۱۳۳۹ھ کو بریلی میں جمعیۃ العلماء کے جلسے عظیم اجتماعوں کے ساتھ منعقد ہوئے۔ اشتہارات میں رمز وکنایہ کے ساتھ مقابلہ کے اعلان بھی کیے گئے۔ اس موقع پر "جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی" نے مناسب سمجھا گفتگو کر کے معاملہ صاف کر لیا جائے، اور مسلمانوں کو اُن غلطیوں سے بچایا جائے جنمیں وہ مبتلا ہو رہے ہیں، چنانچہ مناظرہ کے لیے جناب مولانا مولوی امجد علی صاحب اور "مولوی" ابوالکلام صاحب آزاد کے درمیان تحریریں ہوئیں، مگر تحریروں سے معاملہ طے نہ ہوتا دیکھ کر علماءِ اہلِ سنّت کی یہی رائے ہوئی کہ وہ خود جلسہ میں پہنچیں۔ چنانچہ اہلِ سنّت کے غالباً دس بارہ عالم جلسہ میں پہنچے، اور انھوں نے صدرِ جلسہ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد سے وقت مانگا، انھوں نے ۲۵ منٹ وقت دیا، جناب مولانا مولوی سیدشاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری نے تقریر فرمائی۔ مجمع میں پہلے سے جوش پیدا کر دیا گیا تھا لیکن مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب

نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ اپنے اعتراضات بھی پیش کر دیے اور ان کی غلطیاں بھی دکھلائیں، اور مجمع میں کوئی بے چینی بھی پیدا نہ ہوئی، بلکہ مجمع قبول کے کانوں سے حضرت مولانا کی تقریر سنتا رہا، بار بار **اللہ اکبر** کے نعرے اور تحسین و آفریں کی صدائیں سننے میں آرہی تھیں۔ **مولانا کی تقریر میں قربانی** ترک کرنے، شعائرِ اسلام کو چھوڑنے، شعارِ کفر میں مبتلا ہونے کا تذکرہ تھا۔ حضرت مولانا نے یہ بھی بیان کیا کہ موالات تمام کفار سے ناجائز و ممنوع ہے عام ازیں کہ نصاریٰ ہوں یا ہنود۔ آیت **لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ** سے موالاتِ ہنود ثابت کرنا غلطی ہے۔ آج تیرہ سو برس تک کسی مفسر نے اس آیت کو آیاتِ تحریمِ موالات عن الکفار کا ناسخ نہیں سمجھا، پھر اس آیت میں جواز برِ اقساط مذکور ہے نہ جوازِ موالات۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ سلیمان اشرف صاحب نے مولوی عبد الباری صاحب کے خط کا تذکرہ بھی کیا جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ فقیر نان کو اپریشن کے مسئلہ میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے ان کو اپنا رہنما بنا لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں، میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت ⁂ رفتی و نثارِ بت پرستے کردی

اور بتایا کہ کافر کو دینی مسئلہ میں رہنما بنانا، آیات و احادیث کی عمر کو بت پرست پر نثار کرنا، شانِ اسلام سے کس قدر بعید ہے۔ یہ ایمان ہے یا کفر ہے کیا ہے؟ اسی طرح مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے اراکین خلافت کمیٹی کی بے راہیاں اور سخت فاحش شرعی غلطیاں ذکر کیں اور فرمایا کہ مسلمان گاندھی یا کسی اور کے پس رو اور متبع نہیں ہو سکتے، کسی کے جھنڈے کے نیچے نہیں آسکتے، البتہ اگر کوئی غیر مسلم ملکی مفاد کے لیے ہمارے جھنڈے کے نیچے آکر ہماری زیر سیادت کوشش کرے

تو ہم اس سے کام لے سکتے ہیں۔ مذہب کسی سلطنت پر فدا نہیں کیا جاسکتا، اسلام وہ مذہب ہے جس پر سلطنتیں فدا کیجاتی ہیں۔ ہم اپنے مذہب میں ہندوؤں سے اتحاد نہیں کر سکتے۔ ہمیں مقاماتِ مقدسہ خلافتِ اسلامیہ کے مسائل سے اختلاف نہیں، خلاف ان حرکات سے ہے جو منافیِ دین ہیں، مخالفِ اسلام ہیں، انکی روک تھام کے لیے عوام کو ان سے باز رکھیے۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے اس بحث پر نہایت حجت اور زبردست و مؤثر تقریر فرمائی۔ مولانا کی تقریر کے بعد "مولوی" ابو الکلام آزاد نے ایک مختصر سی تقریر کی، جس میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کیساتھ اپنے سابقہ تعلقاتِ دوستی و محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا کے تشریف لانے اور تقریر فرمانے پر بہت کچھ اظہارِ مسرت کیا، اور مولانا کے اکثر اعتراضات سے پہلو تہی کر کے صرف دو ایک باتوں کے متعلق کچھ کہا، جس میں سے بہت بڑی تو یہ ہے کہ "مولوی" ابو الکلام صاحب نے اس عام مجمع میں تسلیم کیا کہ موالات جیسی نصاریٰ کے ساتھ حرام ہے، ہنود کے ساتھ بھی حرام ہے، اس پر یہاں تک زور دیا کہ ہندوستان کے ۲۲ کروڑ ہندو گاندھی ہو جائیں اور مسلمان انکا اتباع کریں تو میں کہوں گا کہ وہ سب بت ہیں اور یہ بت پرست اور اسکے ساتھ زور کے لہجہ میں یہ کہا کہ کس ذمہ دار شخص نے ہندوؤں کے ساتھ موالات جائز کہی ہے۔ الحاصل اس مجمع میں "مولوی" ابو الکلام نے حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب کے بہت سے اعتراضات کا تو جواب بھی نہیں دیا، اور جنکی نسبت کچھ لب کشائی کی انکو تسلیم کیا، کسی کسی بات میں غیر ذمہ دار شخصوں کی آڑ بھی پکڑی، مگر مجمع نے "مولوی" ابو الکلام کی تقریر سے انکے عجز و اعترافِ قصور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اسکے بعد جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب نے

فرمایا کہ حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ کی حفاظت خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت و طاقت فرضِ عین ہے، اس میں ہمیں خلاف نہ ہے نہ تھا، اسی طرح سلطانِ اسلام و جماعتِ اسلامی کی خیرخواہی میں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا، تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین وغیرہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں۔ ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلافِ شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں، اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام "اتمامِ حجتِ تامہ" آپ کو پہنچے ہوئے ہیں، انکے جواب دیجئے۔ جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع شائع نہ کر دینگے، اور ان سے عہدہ برآ نہ ہو لینگے ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔ اور اسکے بعد خدمت و حفاظتِ حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ ملکر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔

"مولوی" ابوالکلام صاحب خاموش رہے، اور "اتمامِ حجتِ تامہ" کا نام سنکر ایسا اڑ گئے گویا شناہی نہیں۔ اسی ضمن میں حضرت مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب نے خود "مولوی" ابوالکلام صاحب سے بالخصوص مخاطبہ فرماکر یہ کہا کہ "حضرت! آپ کو بھی تو اپنی حرکات سے توبہ کرنا ہے"؟ اس پر ابوالکلام صاحب نے کہا کہ میری کیا حرکات ہیں؟ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ آپ نے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف پڑھی۔ ابوالکلام صاحب نے اس سے سخت انکار کیا اور کہا کہ میری طرف یہ نسبت کذب ہے۔ اور انھوں نے اسکے قائل پر لعنت کی۔

"مولوی" ابوالکلام صاحب کی یہ حالت دیکھکر مجمع نے یقین کر لیا کہ اعلیٰحضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ کی طرف سے ان پر جسقدر اعتراضات کیے جاتے ہیں وہ سب درست ہیں، اور مخالفین کے ایک زبردست مقرر کو بھی

انکے سامنے سرِ تسلیم ہی خم کرنا پڑتا ہے، کبھی وہ واقعات پر مجبور ہو جاتا ہے، کبھی تبرّی و تحاشی کے لیے اپنے اوپر لعنت کرنے لگتا ہے، مگر مخالف کی یہ تمام کروٹیں کس کام کی نہیں جبتک کہ وہ توبۂ صادقہ کر کے اپنی روش نہ بدلے، اور صراطِ مستقیم پر نہ آئے۔

"مولوی" ابوالکلام صاحب نے اسی جلسہ میں ان تمام امور سے توبہ بیزاری شائع کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، مگر دیکھیے کب تک وہ ایسا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے، اور قبولِ حق میں کوئی مقدمہ مانع نہ آئے۔ آمین

اور اب تو آزاد صاحب قیدِ زندگی سے بھی آزاد ہو کر آنجہانی ہو چکے ہیں لیکن آخر دم تک ہندوؤں، غیر مسلموں، اور ملت کے غداروں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حق و باطل کا مقابلہ اور حق کی فتح

مولانا عبدالباری پر مواخذہ اور انکی توبہ

حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتوں اور قولوں پر اعلیٰحضرت قدس سرہ نے جو مواخذے فرمائے، ان سے انھوں نے جس حسن و خوبی سے علی الاعلان توبہ فرمائی، اس کی تفصیل حضرت ملک العلماء مولانا مفتی محمد ظفر صاحب بہاری قدس سرہ کی تحریر سے ملاحظہ فرمایئے، جو ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوئی۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"دنیا میں باطل کا سکہ بہت رائج ہے، اور اسکی نظر فریب آب و تاب کبھی کبھی اہلِ خرد کو بھی دھوکہ میں ڈال دیتی ہے، اور مدتوں تک وہ اس کے گرویدہ

اور وابستۂ عقیدت رہتے ہیں۔ ظاہر بیں طمع کی چمک دمک سے فریب کھاتا ہے
اور اس کی ظاہری آب و تاب اسکو اسقدر معتقد بنا لیتی ہے کہ بصیرین کی تحقیق
سے استفادہ اور فائدہ اٹھانا اسکے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔ ایک جعلی تمسک
بیچنے والے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ پہلی مرتبہ اصلی تمسک دکھاتا ہوں، اسکے
بعد اپنا خانہ ساز جعلی و نقلی تمسک پیش کرتا ہوں، اور بیشتر خریدار اصلی کو چھوڑ کر
نقلی ہی کو پسند کرتے ہیں۔ ہر چند کہ زمانہ میں باطل کو خوب گرمیِ بازار حاصل ہے
لیکن ایک نہ ایک دن، کسی نہ کسی وقت باطل کا پردہ فاش ہو جاتا ہے، اور
آفتابِ حق و صداقت کے پائدار اور نہ مٹنے والے انوار کے سامنے اُس کی
جھوٹی چمک دمک فنا ہو کر رہتی ہے۔

اس موقع پر مجھے خاص طور پر عالیجناب مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کا
تذکرہ کرنا ہے، مولانا فرنگی محل لکھنؤ کے ایک ممتاز فاضل تھے، اور اس زمانہ
میں اُنھیں جو شہرت حاصل ہو چکی تھی، وہ اس سے غنی کرتی ہے کہ اُنکا تعارف
کرایا جائے۔ مولانا نے موجودہ زمانہ کی جد و جہد میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے۔
اور وہ علمی امتیاز کی وجہ سے اپنی جماعت کے سرخیل رہے ہیں۔ ہنود کے اختلاط
سے یا سادگی، یا جوش، یا اور کسی وجہ سے مولانا سے بھی بہت سی لغزشیں اور
غلطیاں سرزد ہو گئیں، جن میں سے بعض حدِ کفر تک پہنچتی ہیں۔

مولوی عبد الباری صاحب چونکہ ایک عالم شخص تھے اُن کے علم نے اُن کو
اس غلطی سے بچایا، اور جب اعلیٰحضرت نے اُنکے اقوال و افعال پر گرفتیں فرمائیں
اور بعض اقوال یا افعال پر کفر اور بعض پر ضلال اور بعض پر بدعت کا حکم لگایا،
تو مولوی عبد الباری صاحب نے حق پسندی کی ایک بے مثال روش کی۔ اس
فتوے کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، اور اپنی ان تمام لغزشوں اور غلطیوں سے

۳۰ مئی سنہ ۱۹۲۱ء کے اخبار ہمدم لکھنؤ میں توبہ شائع کر دی جسکی نقل ذیل میں ہے
انھوں نے اس توبہ سے صرف اپنے آپ ہی کو نہیں بچا لیا ہے، بلکہ عام
مسلمانوں پر احسان کیا ہے، جو انکو پیشوا سمجھ کر بے راہی میں مبتلا ہو رہے تھے
مولانا نے جس ہمت اور حوصلہ کا کام کیا ہے، اُسکی تعریف سے زبان قاصر ہے۔
اللہ تعالیٰ دوسرے لیڈروں کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ توبہ کریں۔

مواخذات یہ مواخذات ایک توبہ نامہ کی شکل میں ہیں، جو حضرت
مولانا عبد الباری صاحب کی طرف سے لکھ کر اعلیٰحضرت
قدس سرہٗ نے اپنے فرزندِ اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ
صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ اور تاجدارِ اہلِ سنت حضرت
صدر الافاضل قدس سرہٗ لیکر اُنکے پاس گئے تھے، تاکہ وہ اس پر صرف دستخط
فرما دیں، لیکن انھوں نے بہت اخلاص کے انداز میں ان امور سے توبہ
شائع فرمائی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

مولانا عبد الباری صاحب کی دعائے توبہ

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے مولانا عبد الباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات
و بیانات پر ایک سو ایک وجوہ کفر و ضلال و اضلال قائم کیے تھے جو مقالات اور بعض
دیگر وجوہ کی بنا پر چھوڑے جاتے ہیں، مگر مولانا مرحوم نے ان سب کی زبانی
فراخدلی اور اعتماد کے ساتھ تصدیق کی اور مواخذات سے کلی رجوع کیا
حسب ذیل عبارت اپنے قلم سے ارقام کر کے زیادہ کی۔ — مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ! میں نے بہت سے گناہ بغض تیرے کیے ہیں، اور بہت گناہ وہ کیے ہیں

جن میں مخلوق کو بھی لگاؤ ہے۔ میں دونوں قسم کے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں تو معاف کر اور معاف کرا دے۔ اے اللہ! میں نے بہت گناہ ظاہر کیے ہیں اور بہت سے چھپا کر کیے، دونوں کو بخش دے۔ اے اللہ! میں نے بہت سے گناہ دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ کیے، سب کی توبہ میں کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرا استغفار قبول فرما۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً، تحریراً و تقریراً بھی کیے ہیں جنکو میں گناہ نہیں سمجھتا ہوں مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اُن کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا، اُن سب سے اور انکے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے کوئی قدوہ میرے لیے نہیں ہے، محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! اے اللہ! توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کر، اور مجھے توفیق دے کہ تیری معصیت کا ارتکاب نہ کروں، اور وہ امور بجالاؤں جو تیری رضامندی کا باعث ہوں اور تیرے حبیب کی شفاعت کا استحقاق پاؤں۔ اے اللہ! تیرے حبیب کی محبتِ عظیم کا واسطہ مجھے بخش دے اور مجھ سے اپنے دین کی نصرت کرا اور اپنے دشمنوں کو ذلت دے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

فقیر محمد عبد الباری عفا اللہ عنہ

علی برادران کی توبہ

اسی طرح سیّدی صدر الافاضل قدس سرہٗ اتمامِ حجت اور خوفِ آخرت سے ہوشیار کرنے کے لیے مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے مکان پر دہلی تشریف لے گئے، مولانا کو اسلامی احکام سے روشناس کراتے ہوئے آخرت کے عذاب و خسران سے ڈرایا، اور کفار و ہنود و غیر مسلموں سے اتحاد و وداد کے نتیجہ سے آگاہ فرمایا۔

خدا کی شان ہے کہ وہ ایسا وقتِ سعید تھا کہ حضرت کی زبانِ فیض ترجمان سے نکلے ہوئے ایک ایک حرف نے اُنکے دل میں اثر کر لیا۔ وہ کہنے لگے، مولانا آپ گواہ رہیں، میں اب توبہ کرتا ہوں، آئندہ کبھی ہنود و غیر مسلموں سے اتحاد و وداد نہ رکھوں گا۔ حضرت نے فرمایا، میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمائے، لیکن مجھے کسطرح معلوم ہو کہ آئندہ فی الحقیقۃ آپ مجتنب ہوگئے ہیں؟ کہنے لگے، مولانا! میں نے ہندوؤں کے ساتھ اتنک میل جول رکھ کر مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے، دعا فرمائیے کہ باقی عمر میں اس نقصان کی تلافی کر سکوں اب میں گاندھی کے پاس جا رہا ہوں، آپ دیکھیں گے کہ یہ میری اُس سے آخری ملاقات ہوگی، اور اُس سے اب اتمامِ حجت کے بعد انقطاع ہو جائے گا۔

چنانچہ جب وعدہ گاندھی کے پاس گئے، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے رسما چند فارمولے بتائے۔ گاندھی بڑا عیار تھا، اُس نے ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ نتیجہ میں مولانا اُس سے لڑکر واپس آگئے، اور اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا خدا کی قدرت اس توبہ سے تین مہینے بعد لندن میں گول میز کانفرنس کے موقع پر ان کا انتقال ہو گیا، اور مقابرِ انبیاء علیہم السلام فلسطین میں دفن کیے گئے۔ مولیٰ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور اُن کے تمام عیوب دکوتاہیوں سے درگزر کرے۔ آمین

مولانا شوکت علی مرحوم نے بھی اسی طرح مراد آباد آکر حضرت قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور اپنی آخرت سنواری۔

چنانچہ مولانا شوکت علی مرحوم جب بغرض توبہ مراد آباد آئے، تو اچانک سیّدی قدس سرہٗ آستانۂ اقدس پر بلا اطلاع چلے آئے۔ چونکہ حضرت قدس سرہٗ کی نشست بالائی منزل پر ہوتی تھی، اور زینہ بہت تنگ تھا اور مولانا عظیم الجثہ تھے

ایک آدمی کے ذریعہ اُوپر اپنی آمدگی اطلاع کرائی، چنانچہ اُوپر سے چند کرسیاں نیچے لائی گئیں۔ حضرت سیدی قدس سرہٗ نیچے تشریف لائے، اور مولانا نے نہایت فراخدلی سے گاندھی گردی، اور خلافت کمیٹی، مسلۂ ہندو نوازی اور احکام اسلامی سے انحراف، سب سے توبہ کرلی۔

غرضکہ اس فتنۂ عظیمہ میں جنکو مولیٰ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی وہ کسی نہ کسی طریقہ پر رجوع و توبہ کرتے چلے گئے، اور جو شقی ازلی اور غدار رقت تھے وہ بدستور آج تک اسی نظریہ پر قائم ہیں۔

استاذ الشعراء کی رحلت

جس مہینہ میں حضرت مولانا عبد الباری صاحب مرحوم کی توبہ ہوئی، یعنی رمضان المبارک کی ۲۵ر تاریخ جمعۃ الوداع کے روز سیدی استاذی حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کے والد ماجد استاذ الشعراء حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پرانی وضع کے مقدس عالم اور بزرگ تھے۔ آپ کے اوقات عبادتِ الٰہی میں گزرتے تھے۔ ملک الشعراء داغ کے تلامذہ میں سے صرف یہی باقی تھے۔ آپ کے شاگرد بہت زیادہ ہیں آپ کا کلام بلاغت نظام سند مانا جاتا تھا، فکر بلند، طبیعت نازک، زبان فصیح رکھتے تھے۔ آپ ۷۰ سال کی عمر میں چار دن بخار میں مبتلا ہو کر نفی و اثبات کا ذکر کرتے ہوئے راہی ملک بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت کے انتقال پُر ملال کی خبر جب اعلیٰحضرت امام اہل سنت قدس سرہٗ کو کچھوچھوی میں کو پہنچی، تو آپ نے فوراً حسب ذیل مکتوب گرامی تعزیت میں ارسال فرمایا۔

صحیفۂ عالیہ اعلیٰحضرت امامِ اہلسنت قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المبجل المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن جعل کاسمہ نعیم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ان للہ ما اخذ وما اعطی وکل شیٔ عندہٗ باجل مسمی انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب، وانما المحروم من حرم الثواب۔ غفر اللہ لمولانا معین الدین ورفع کتابہ فی علیین، وبیض وجہہٗ یوم الدین۔ والحقہ بنبیہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ آلہ واٰزواجہ اجمعین واجمل صبرکم واجزل اجرکم وجبر کسرکم ورفع قدرکم اٰمین۔

یہ پُر ملال کارڈ روزِ عید آیا، میں نمازِ عید پڑھنے نہیں جا سکا گیا ہوا تھا، شب کو بے خواب رہا تھا اور دن کو بے خورد و خواب، اور آتے جاتے ٹھنڈی میں چھٹی ملی کا گھر دوسرے دن بعد نمازِ صبح سو رہا، سو کر اُٹھا تو یہ کارڈ پایا، اُسی وقت یہ تاریخیں خیال میں آئیں، ایک بے تکلف قرآن عظیم سے اور انشاء اللہ تعالیٰ فالِ حسن ہے، دوسری حسب فرمائش سامی فارسی میں، مگر دو شعر کے لیے فرمایا تھا، یہ پانچ ہو گئے اور مادے میں ایک کا تخرجہ کرنا ہوا جسکا میں عادی نہیں، مگر اس میں کوئی لفظ قابل تبدیل نہ تھا، لہٰذا یونہی رکھا، اور اسی روز سے مولانا المرحوم کا نام تاحیات انشاء اللہ تعالیٰ روزانہ ایصال ثواب کے لیے داخل وظیفہ کرلیا، وہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت اچھے گئے، مگر دنیا میں اُن سے ملنے کی حسرت رہ گئی

مولیٰ تعالیٰ آخرت میں زیرِ لوائے سرکارِ غوثیت ملائے۔ آمین اللّٰھم آمین

تاریخ از قرآنِ عظیم

رَازِقُ رَبِّكَ خَيْرٌ

۱۳ ۳۹

دیگر

یک شہادت وفات در رمضاں ۔ مرگِ جمعہ شہادتِ دگر ست
مرضِ تپ شہادتِ سومیں ۔ بھر برسہ شہادتِ خبر ست
دو مزار ست چشم وا یعنی ۔ بہرِ دیدارِ یار منتظر ست
مردہ ہرگز نہ معین الدین ۔ کہ ترا چوں نعیم دیں بہر ست

از رضا سال بے سر اہمال
قرب صدق بلیک مقتدر ست

۱۳۴۰ - ۱ = ۱۳۳۹ھ

شبِ جمعہ کی بے خوابی اور دن کو بے خورد و خواب اور دوپہرے سفر کا پیچ و تاب اسکے سبب کل شام تک حالت ردی رہی۔ میں قابلِ حاضری ہوتا تو سر سے چل کر مزار کی زیارت اور آپ کی تعزیت کرتا۔ مصطفیٰ رضا کل صبح بریلی گئے، میں نے کہہ دیا ہے کہ تعزیت کے لیے حاضرِ خدمت ہوں۔ کل شام تک طبیعت کی بہت خبر حالت نے اس نیاز نامہ میں تعویق کی، اور آج اتوار تھا لفافہ نہ مل سکتا تھا اب حاضر کرتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام، سب احباب کو سلام

شب پنجم شوال مکرم ۱۳۳۹ھ از بھوالی

حیاتِ صدر الافاضل

حصہ سوم

تاجدارِ اہلِ سنت کی سیاسی بصیرت

علم السیاست وہ کٹھن منزل ہے جس میں موجودہ دور کے اچھے اچھے دینی علم اس سے نابلد ہیں، اور یہ قدرتِ حق کی خاص نعمت ہے جسکو بھی سیاست میں صحیح اندازِ فکر مرحمت فرمائے۔ حضرت قدس سرہٗ اس میدانِ سیاست کے نہ صرف شہسوار تھے، بلکہ عملی دنیا میں اسکو ثابت کرکے دکھایا۔ بڑی بڑی تیز و تند آندھیاں چلیں، بڑے بڑے کوہِ علم علماء اس آندھی سے محفوظ نہ رہے اور تنکوں کی طرح ادھر ادھر پہلو بدلتے رہے۔ کچھ جنکو سیاست دانی کا دعویٰ ہے وہ اپنی سابقہ زندگی کے ادوار کا آئینہ دیکھیں کہ میدانِ سیاست میں کیسی کیسی قلابازیاں کھاچکے ہیں، اور آج بھی انکے جو نظریات ہیں وہ اقتدار کی آندھیوں سے ڈگمگا رہے ہیں۔ کل جس نظریہ پر کسی غرض خاص سے قائم تھے ہلکی جنبش نظر آج اسکے برعکس ہیں، اور آج جسکے برعکس ہیں ضروری نہیں کہ وہ مضبوط اور مستحکم نظریہ ہو، بلکہ ہ۔ م۔ ع کے ساتھ چلنے پر اپنی خود غرضی کے ماتحت ڈانواں ڈول ہیں، حالانکہ سیاست ایک بساطِ شطرنج ہے کہ اسکے مہرے اور پیادے جبتک صحیح رفتار پہ نہ چلائیں اور مستحکم نظریات کا موازنہ نہ کھینچیں، مقصد میں کامیاب نہ ہونگے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے ؎

حریفاں بادہا خوردند و رفتند ۔ تہی خمخانہا کردند و رفتند

آج دنیا میں نہ مبصرین سیاست ہیں، نہ مفکرین حکومت۔ ہر ایک اپنی اپنی
کرسی کا خواہشمند ہے، انکی بلا سے قوم ڈوبے یا ترے، ملک رہے یا نہ رہے
نظام بگڑے یا سنورے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان مہروں کی اصلاح فرمائے
جو آنکھ پر پٹی باندھے خود غرضی کے بہاؤ میں بہے چلے جارہے ہیں۔

میرے مخدوم حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء کی ہستی ایک کوہِ گراں تھی،
کہ انکی اوٹ میں ہزاروں کوہِ رواں کوہِ گراں بنگئے۔ جنھوں نے گاندھی کو مذکّی
کہا، "منذر" مانا، جو کانگریس کی آندھیوں میں ہندو تنظیم کی پرخار وادیوں میں
گمراہ ہو چکے تھے، انکو حکمتِ عملی سے راہِ راست پر لایا گیا، جو منحرف ہو چکے تھے انھیں
اپنا بنایا، جو دشمن بن گئے تھے انھیں اپنا بنالیا۔ آہ! آج وہ ہماری آنکھوں سے
اوجھل ہیں، مگر اُنکے فیضِ روحانی سے ہم آج بھی مایوس نہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت صدر الافاضل کی سیاستِ دانیؒ اور کیاستِ دینی دونوں
بے مثل تھیں۔ آپ نے ہر سیاسی مسئلہ کو کتاب و سنّت کی روشنی میں جانچا
اور پرکھا، دین سے خارج کسی نظریہ کو نہ اپنایا، اور اسی اصول پر آخر عمر تک
قایم رہے۔ اور اہلِ سنّت میں سے کوئی بھی انکے نظریہ کے خلاف نہ ہو سکا۔
عناد، حسد، خود وری، خود غرضی سے جو مخالف ہوئے بھی تو انھیں آخر
حضرت کے نظریہ کی ہمنوائی کرنی پڑی۔ پھر وہ دن آیا کہ اسٹیجوں پر مخالف،
موافقت میں بولے، اور حضرت قدس سرہٗ کی تائید میں صدائیں بلند کیں۔
کسی تحریک کے ابتدائی خد و خال بظاہر خلاف نظر آتے تھے اور بعید معلوم ہوتے تھے
کہ آپ نے مآل پر جو نظریہ قایم کیا ہے وہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، لیکن زمانے نے
دیکھ لیا کہ جو کہا اور جو بتایا وہی ہو کر رہا۔ ملک میں بڑی بڑی تحریکیں اُٹھیں اور
آپ ہر اُس تحریک سے مجتنب رہے جس کا انجام بے دینی اور قوم کی تباہی تھا

آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ اس رجلِ عظیم کے نظریات اٹل تھے، اور آج اسکی مخالفت
کرنے والے کفِ افسوس مل رہے ہیں۔ چنانچہ پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں
خلافت کمیٹی کا دور دورہ ہوا، بڑے بڑے افاضل اس کی ظاہری صورت سے
متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، لیکن آپ نے شروع سے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ یہ تحریک
ایک صورتِ فریب اور دھوکہ سے زیادہ نہیں ہے، نتیجہ میں ہندو غالب آجائینگے
اور یہ سب کچھ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جارہا ہے۔ زمانے نے دیکھ لیا کہ خلافت کمیٹی
کا کام گاندھی پرستی، اور کانگریس نوازی سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ملک و ملت کا
بیشمار سرمایہ یا تو لیڈروں کی شکم پُری کے کام آیا، یا وہ کانگریس کے استحکام میں
صرف ہوا۔ اسکے بعد پھر کانگریس کا دور دورہ ہوا، ملک میں وہ عنصر جو "جدید
مکتبِ فکر" کا بانی مبانی تھا جس نے گلے پھاڑ پھاڑ کر مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی
کہا تھا، وہ ہی بالآخر مشرکوں کا بغل خوار تھا، جبّہ و دستار کو گاندھی و نہرو پر
نچھاور کرنا فخر جانا۔ اور آج بھی اس جدید نظریہ کے مرکزی مقامات کے
اکثر متعلقین انکی حمایت کو فخر سمجھ رہے ہیں۔

حضرت قدس سرہٗ نے اس نکتہ کو سمجھا اور غیر مبہم الفاظ میں کانگریس میں
شرکت اور اسکی تائید کو خلافِ تعلیماتِ اسلام بتایا، مگر نجدی و دیوبندی
کھل کر کانگریس کے حامی ہو گئے۔

ہندوؤں نے جب یہ دیکھا کہ انکی گود میں ایسے لوگ آگئے ہیں کہ ان کو
حرص اور لالچ دیکر جو چاہے کرایا جا سکتا ہے۔ تو انھوں نے یہ چال چلی کہ اپنی
مذہبی تبلیغ کو تیز کر کے مسلمانوں کو یا تو مرتد کیا جائے، یا ان کا قتلِ عام کیا جائے
چنانچہ شدھی تحریک جو ۲۴-۲۵ء میں چلی، اسکا پس منظر یہی امر تھا۔ آپ نے
اس فتنۂ ارتداد کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ جماعتِ رضائے مصطفےٰ قایم کی گئی

اور اسی جماعت کے ذریعہ آپ اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب، مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری، حضرت امیر ملت قبلۂ عالی محدث علیپوری، مناج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ حضرت مولانا ابو الحسنات صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا نثار احمد صاحب کانپوری، حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب، حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اعاظم علماء اہلِ سنّت کی معیت میں آگرہ، متھرا، بھرت پور، گوڑگانواں، گوبند گڑھ، مضافاتِ اجمیر، جیپور اور کرشن گڑھ وغیرہ تک مسلسل دورے کئے اور مبلغین بھیجے۔ چنانچہ موضع جھجرہ میں مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری، مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی اور حضرت علامہ مولانا ابو الحسنات صاحب قادری، شردھانند کے مقابلہ میں عین رمضان شریف کی تاریخوں میں روزہ کے ساتھ پہنچے، اور فتنۂ ارتداد پر فتحیاب ہو کر وہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا، جس میں ملکانہ شدھاکروں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ حضرت امیر ملت محدث علیپوری رحمۃ اللہ علیہ اس تبلیغی جد و جہد کے سلسلہ میں آگرہ ایک مدت مدید تک جلوہ افروز رہے۔ اور حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے اپنا ہیڈ کوارٹر آگرہ کو بنایا، آخر کار الحق یعلو ولا یعلیٰ کی جلوہ گری ہوئی، اور شردھانند کا شورشا اور ہزارہا مرتد داخلِ اسلام ہوئے اور لاکھوں مسلمانوں کو آریوں کے چنگل سے بچایا۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کا یہ کارنامہ تفصیل کا محتاج ہے یہاں مختصراً ہی عرض کیا گیا ہے۔

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی اول تاسیس

اسکے بعد ہندوؤں نے ایک اور منصوبہ بنایا، گورو گوکل کی تحریک چلائی، جس کا

مقصد یہ تھا کہ ایسے گئو شالے، کالج، بھون، آشرم، قائم کیے جائیں جس میں نوعمروں کو داخل کر کے انکو باقاعدہ ٹریننگ دیکر ان میں مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب اور نفرت و حقارت کا جذبہ اُبھارا جائے۔ اس پر آپ نے یہ نظریہ قائم کیا کہ گو بظاہر یہ تعلیم کا پرچار ہے، لیکن نتیجہ میں اب سے بیس پچیس سال بعد ویسے لوگ تیار ہو جائینگے جو خون کی ہولی کھیلیں گے، اور اسوقت اس فتنہ کا مقابلہ آسان نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ملک کے ہر ایک سُنّی عالم کو جھنجھوڑا اور انکو ان خطرات سے آگاہ و باخبر کیا اور فرمایا، اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی اور سلک میں منسلک نہ ہوئے، تو پھر جو انجام ہونا ہے اسکے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپنے ملک کے تمام اعاظم و اکابر اہلِ سنّت علماء و مشائخ کو مراد آباد میں مدعو کیا، ملک کے کونے کونے سے کھنچکر سب جمع ہوئے، چار روز غور و فکر کیا گیا، بالآخر "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی داغ بیل ڈالی گئی، جسکے ناظمِ اعلیٰ آپ، اور صدر امیر ملت قبلۂ عالم پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علیپوری قدس سرہٗ بالاتفاق رائے منتخب ہوئے۔ آپ نے ملک کے گوشہ گوشہ میں سُنّی کانفرنسیں قائم کیں، اور سُنّی مسلمانوں کو متحد کرنے کی جد و جہد شروع کر دی۔

سُنّی کی تعریف

حضرت قدس سرہٗ نے سُنّی کانفرنس میں سُنّی مسلمانوں کی شمولیت کے لیے سُنّی کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں فرمائی جسکو قرطاس رکنیت کی ہدایات میں شامل کر کے چھاپا۔

"سُنّی وہ ہے جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفاء راشدین، مسلم مشائخ طریقت، اور متاخرین علماء دین سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی،

حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری، اور حضرت مولانا مفتی شاہ
احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہوں۔"

کانگریس کی عبوری حکومت

پھر جب ۱۹۳۶ء میں انگریزوں نے عبوری حکومت قائم کر کے عنان حکومت کانگریس کے سپرد کی، اسوقت تک کانگریس اور مسلم لیگ متحد تھیں، لیکن بہت جلد ہی زمانہ نے دیکھ لیا کہ کانگریس کو حکومت ملتے ہی ملک کا امن وامان اٹھ گیا، اور وہ حکومت سنبھالنے میں ناکام رہی، آخرکار انگریزوں نے کانگریس سے عنان حکومت واپس لے لی۔

مسٹر جناح کی کانگریس سے علیحدگی

۱۹۳۷ء میں کانگریس کی ایک میٹنگ لکھنؤ میں ہوئی، جسمیں مسٹر محمد علی جناح بھی مسلم لیگ کی طرف سے شریک ہوئے۔ اسوقت کسی بات پر نہرو نے کہا ہمیں مسلمانوں کی ہوا کی ضرورت نہیں، انکو ہم اپنے ماتحت رکھینگے، چونکہ نہرو کو بھروسہ تھا کہ انکے ساتھ ایسے لوگ ہیں، جنکو تھوڑا سا ٹکڑا ڈال کر سب کچھ کرایا جاسکتا ہے، اور انکے جبہ و دستار کو خریدا جاسکتا ہے، وہ بھلا محمد علی جناح کی کیا پرواہ کرتے، مگر محمد علی جناح یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ:

"ہم باعزت مساویانہ شرکت کر سکتے ہیں
ذلیل وماتحت ہوکر نہیں رہ سکتے۔"

اس پر نہرو نے کمال بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا، اور مسٹر محمد علی جناح کانگریس سے نکل کر مسلم لیگ کی علیحدہ تنظیم کرنے میں مصروف ہوگئے۔

جب یہ باتیں منظر عام پر آگئیں اور ہندوؤں نے اپنا چھپا ہوا کینہ کھول کر سامنے رکھدیا، تو اسوقت حضرت قدس سرہ نے پھر فرمایا:

"دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ ہندوؤں پر بھروسہ کرنا کسی وقت میں بھی صحیح نہ تھا

لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۖ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ
وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۚ الآیہ فرمانِ حق، حق نکلا، کفار سے
مسلمانوں کی فلاح وبہبود کی توقع رکھنا محض نادانی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔"

اسوقت آپ نے خیال کیا کہ انگریز اب زیادہ عرصہ ملک میں نہیں رہیگا، لامحالہ اسکو ملک چھوڑتے وقت کسی نہ کسی کو سپرد کرنا ہے۔ اگر نیشنل پارٹی یعنی کانگریس کو ملک سپرد کیا گیا، یا کم ازکم انکی بالادستی رہی تو مسلمانوں کا وہی حشر ہوگا، جو قرآن کریم کا فرمان ہے، اور جسکا عملی نمونہ ۱۹۳۶ء کی کانگریسی وزارتوں میں دیکھا جاچکا ہے۔ مسلمانوں کی فلاح اور انکی مذہبی وملی روایات کی بقاء اسی میں ہے کہ جن صوبوں میں مسلم اکثریت ہے، انکو متحد کر کے ایک علیحدہ مسلمانوں کی مرکزی حکومت بنائی جائے، اور ان صوبوں میں جو غیر مسلم آباد ہیں، اُن کو اقلیتی یا معاہد کی حیثیت دے کر، اُن صوبوں کے مسلمانوں کیلئے جو غیر مسلم اکثریت میں بستے ہیں بطور یرغمال محفوظ رکھا جائے۔ آپ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ

تحریکِ پاکستان

۱۹۴۰ء میں لاہور میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا، جسمیں قائداعظم محمد علی جناح اور دیگر زعماء مسلم لیگ نے مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدہ مرکزی حکومت کی قرارداد پاس کی تو اب وہ مسلمان جن کو علماء اہل سنت نے کانگریس اور اسکے بڑے نیشنلسٹ کے پنجے سے محفوظ رکھا تھا، مسلم لیگ کا ہاتھ مضبوط کرنے میں مصروف ہوگئے۔

تحریکِ پاکستان اور سُنّی علماء

ادھر علماء اہل سنت نے محسوس کیا کہ اب ضرورت ہے کہ سُنّی علماء متحد ہو کر نظریۂ پاکستان کو مستحکم کریں، اور ملک کا بٹوارہ کرا کے مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدہ "اسلامی ریاست" بنانے میں معاون ہوں۔

قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں سُنّی کانفرنس کی مساعی

تحریکِ پاکستان کا آغاز ہوتے ہی حضرت صدرالافاضل قدس سرہٗ نے نظریۂ پاکستان سے روشناس کرنے کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے غیر منقسم برصغیر کے ہر شہر و قریہ میں علماء اہلِ سنت کی جماعت کے ساتھ دورے شروع کر دیئے۔ صوبجات مدراس و گجرات، کاٹھیاواڑ، جونا گڑھ، اودے پور، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، غیر منقسم بنگال میں کلکتہ، ہگلی، چوبیس پرگنہ اور ڈھاکہ، کرنافلی، چاٹگام، سلہٹ، پشرو وغیرہ میں بغیر سکون و وقفہ کے دورے شروع فرمائے۔

پھر ۱۹۴۳ء میں سنی کانفرنس کی تنظیم کو تیز تر کر دیا۔ صوبائی و اضلاعی اور قریہ جاتی مکمل تنظیم کرائی، اور جلد ہی ایک آل انڈیا اجلاس بلانے کا اعلان کر دیا۔ اسی دوران اس راقم الحروف غلام معین الدین نعیمی کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے مرکزی دفتر کا "منتظم" مقرر فرمایا۔

ملک کے اکابر و اعاظم علماء و مشائخ کرام کو نظریۂ پاکستان کی پرزور حمایت اور سنی کانفرنس کی تنظیم و احیاء کے سلسلہ میں دن رات جھنجھوڑا جاتا رہا۔

اس سلسلہ میں راقم الحروف کو حضرت علامہ ابوالحسنات قدس سرہٗ سابق صدر "پنجاب سنی کانفرنس" کے نام حضرت قدس سرہٗ کے چار خطوط میسر آ گئے جن میں سے تین خط تو حضرت کے اپنے دستِ اقدس سے تحریر ہیں، اور چوتھا خط منشی کے قلم سے ہے، اور آخر میں حضرت کے دستخط ثبت ہیں، ان خطوط کو ملاحظہ فرمائیے اور آپ کی سیاسی بصیرت اور اولوالعزمی کو دیکھئے۔ یہ خطوط راقم السطور کے پاس محفوظ ہیں، زیارت کی جا سکتی ہے۔ افسوس کہ مزید خطوط دستیاب نہ ہو سکے۔

تحریکِ پاکستان اور تنظیمِ سُنّی کانفرنس کے سلسلہ میں حضرت کے چند خطوط

بنام حضرت مولانا ابوالحسنات قدس سرہٗ صدر پنجاب سُنّی کانفرنس

مکتوبِ گرامی ۱

حضرت مولانا المحترم اکرمکم الاکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حج و زیارت کی نعمتیں مبارک۔ تشریف آوری کی اطلاع کا منتظر ہی رہا، وقت پر خبر نہ ہو سکی، اب بھی دل آپ کے دیدار کا متقاضی ہے، ضعف بھی زیادہ ہے، تنفس کا مرض ہے، جو وقت بھی افاقہ ہوا اور موقع ملا آپ کی صحبت و برکات سے لطف اندوز ہونے کا قصد رکھتا ہوں۔ ملک بھر میں سنی کانفرنسیں قائم ہو گئیں اور ہو رہی ہیں، پنجاب سنی کانفرنس آپ کے وجودِ مسعود کے لیے چشم براہ تھی، دنیا میں تمام جماعتیں بیدار ہیں۔ کیا سنیوں ہی کی قسمت میں خوابِ غفلت ہے۔

امید یہ تھی کہ آپ حضرات کے اثر و اقتدار سے پنجاب کی سنی کانفرنس تمام صوبوں پر فائق ہو گی، مگر ابھی تک جمود ہی نظر آ رہا ہے۔

براہِ کرم چشمِ عنایت کا کام فرمائیے، اور تھوڑا وقت اس دینی اہم خدمت کی نذر کیجئے۔

مولانا ابوالبرکات مولوی سید احمد صاحب سے سلام مسنون کے بعد یہی مضمون عرض کر دیجئے۔ والسلام

سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

مکتوبِ گرامی ۲

عزیز محترم سلمہٗ دعوات دارین و سلام مسنون کے بعد مکشوف ہو۔ آپ کا خط مسرت نمط ملا، ما شاء اللہ آپ کا جذبہ معلوم ہو کر نہایت خوشی ہوئی۔ آپ نے جمہوریت پنجاب قائم فرمائی

جزاکم المولیٰ تعالیٰ۔ آپ نے جو خط چھاپا ہے اُسکی دو سو چار سو جسقدر کاپیاں آپ عنایت کر سکیں فوراً بھیج دیجئے۔ دیوان صاحب اڈیٹر شرق کی تشریف آوری کا اندراج سہواً ہو گیا، اس کی اصلاح درکار ہے۔ استفسارات کے جواب ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

(۱)۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام "جمہوریت اسلامیہ مرکزیہ" ہے۔ یہ دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی۔ ایک ایوان عام۔ ایک ایوان علماء۔ ایوان علماء کا نام "جمہوریت عالیہ" ہے۔ آپ دستور اساسی طبع کرانے کے مجاز ہیں۔ اگر چھپوائیں تو ۲ ہزار ہماں کے لیے بھی چھپوالیں، مصارف ادا کیے جائینگے۔

(۲)۔ دستور پر نظر ثانی کرکے بعد اصلاح ارسال کیا جاتا ہے۔

(۳)۔ روداد ابھی طبع نہیں ہوئی، مرتب کی جا رہی ہے۔

(۴)۔ خطبۂ استقبالیہ طبع ہو رہا ہے۔ صوبائی جمعیتیں اسکی جسقدر کاپیاں چاہیں گی مناسب قیمت پر دی جائینگی۔

(۵)۔ پاکستان کی تجویز سے "جمہوریت اسلامیہ" کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اسکے حامی رہیں یا نہ رہیں۔ مشارق مشن کی تجویز سے ہمارا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔

(۶)۔ روزانہ اخبار کی ضرورت ہے۔ ابھی اسکے لیے کوئی باہمت طیار نہیں ہوا۔ عزیزی سلمہٗ مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ سے سلام مسنون فرما دیں۔ والسلام

سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

مکتوب گرامی ۴۳

عزیز القدر سلمہٗ وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہٗ

آپ کا گرامی نامہ ملا پاکستان کو شرعی پابندیوں کے ساتھ وجود میں لانا کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

صوبائی سنی کانفرنس جلد قائم ہونی چاہیئے۔ تاکہ اسکے ماتحت اضلاع کی اور انکے ماتحت مضافات کی جمعیتیں قائم ہو سکیں اور اس نظام کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے مؤثر مساعی عمل لائی جا سکیں۔

الیکشن کے موقع پر کانگریس کے حق میں رائے دینے سے مسلمانوں کو روکنا بالکل بجا ہے۔ اور اس میں کچھ بھی تامل نہیں، مگر اس سے آگے قدم بڑھانے کی اجازت میں آپ کو نہیں دیتا، اور آگے بڑھنے میں ہمارے اپنے مفاد خلل پذیر ہوتے ہیں، جوش میں اپنے آپ کو قابو میں رکھنا مردانگی ہے۔

مولوی .... صاحب کے بچے کو مولیٰ سبحانہٗ صحت عطا فرمائے، میں انکے لیے دعا کرتا ہوں۔ براہ کرم مجھے اُسکی صحت سے مطلع فرمائیے۔ مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ لیگ کانگریس سے بدتر ہے۔ غلط بھی ہے اور بہت خطرناک بھی۔ اگر یہ کلمے کانگریسیوں کے کان میں پہنچ جائیں تو وہ مسلمانوں کو آزار پہنچانے میں ان سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ حضرت کریم برحق، مولوی صاحب موصوف کی ذہنیت درست فرما دے۔ نہ وہ کسی کی سنتے ہیں، نہ کسی سے دریافت کرتے ہیں۔ اپنی رائے کو خدا جانے کیا سمجھتے ہیں۔ مولیٰ سبحانہٗ حق کی ہدایت فرمائے ہمیں بھی اور انھیں بھی، اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کو آمین والسلام۔

(دستخط) سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

مکتوب گرامی ۴۴

عزیزی سلمہٗ دعوات وافرہ وسلام مسنون

فوری طور پر ایک اطلاع دیدی گئی تھی، جس میں تنبیہ و باکا علاج مقصود تھا۔ اس کی مکمل تجویز طبع شدہ آپکے پاس خطبہ صدارت کے ساتھ بھیج رہا ہوں آپ کے خیال میں جو راہ اختیار کی وہ اس ماحول پر نظر کرتے ہوئے کچھ ابعد نہیں ہے جس میں اب تک آپ ہیں، اور رائے جیسی بھی ہو اسکا اظہار میرے نزدیک پسندیدہ ہے

سُنّی کانفرنس کے شرکاء کی تعداد کروڑ سے تو ضرور متجاوز ہو چکی ہے، تو کیا آپ کی رائے میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد میں کوئی بھی عقل و دماغ والا انسان نہیں ہے؟ اس میں علماء بھی ہیں، انگریزی داں بھی ہیں، وکلاء بھی ہیں، اگر سب طبقے ناکارہ ہیں صرف چار ہی آدمی ایسے قابل ہیں جو سیاست کی گاڑی چلا سکیں، تب تو مسلمانوں کو صبر کر کے بیٹھ جانا چاہیے۔ میرے نزدیک تو اللہ کے فضل سے مسلمانوں میں بہت سے سمجھدار لوگ ہیں جو اس کام کو خوبی سے کر سکتے ہیں، اور ان میں سے خود آپ بھی ہیں اس وقت جو کونسلیں حکمرانی کر رہی ہیں، ان کے ارکان پر نظر ڈالیے، کیسے کیسے بے علم ہیں، اور آپ کے علماء میں بھی اللہ کے فضل سے ہر قابلیت کے لوگ موجود ہیں، یہاں تو مدعا ہی اور تھا۔ بہر حال آپ غور کر لیجیے، جو مضمون خط میں لکھا ہے اگر آپ کی رائے میں مناسب ہو تو تار کے ذریعہ سے مجھے بھیج دیجیے۔ اور آپ کی ملاقات یقیناً فائدہ بخش اور ضروری ہے، اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ۲-۳-۴ شعبان کو جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسے ہیں، اور اس کے ساتھ سُنّی کانفرنس کے اجلاس بھی ہیں، حضرت محدث صاحب بھی تشریف فرما ہوں گے، اور علماء بھی ہوں گے، آپ دونوں بھائی بھی تشریف لائیں، تو بہت اچھا موقع گفتگو کا ملے گا۔ سفر خرچ تشریف آوری پر حاضر کیا جائے گا۔

آپ کے استفسارات کے جوابات اور آپ کے جوانمردانہ عمل پر مسرت کا اظہار میں آپ کا پہلا خط پا کر لکھ چکا ہوں، تعجب ہے کہ آپ کو وصول نہیں ہوا۔

دستور اساسی چھاپنے کی قطعی اجازت ہے۔

خطبہ صدارت آپ ملاحظہ فرمائیں، اس میں سے کچھ کم نہیں کیا گیا ہے۔ والسلام

(دستخط)

سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا انعقاد

سن ۱۹۴۶ء میں ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ اپریل کو بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چار روزہ اجلاس منعقد ہوئے۔ جس میں غیر منقسم ملک کے تقریباً پانچ ہزار علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی، اور عام اجلاس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین کا اجتماع ہوتا تھا۔ ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں کے علماء و مشائخ سمٹ کر وہاں نہ آ گئے ہوں۔ اِن اجلاس میں مسلمانوں کو **پاکستان** کے قیام کے مقصد و غایت سے روشناس کرایا گیا۔ بنارس کا خطبہ استقبالیہ جو کہ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عظیم شاہکار ہے جسے راقم الحروف نے ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور کے زیر اہتمام دوبارہ یہاں شائع کرایا ہے پڑھا گیا پانچ ہزار علماء و مشائخ مسند دین کے اجتماع میں منظور شدہ قرار دادوں کو اجتماع عام میں سنایا جاتا رہا۔ تمام اہل بصیرت کا اس پر اتفاق ہے کہ علماء و مشائخ کا اتنا عظیم اجتماع، پاک و ہند میں کبھی چشم فلک نے نہ دیکھا تھا۔

حضرت قدس سرہ نے اس اجلاس میں شرکت کے لیے لندن سے آیا ہوا وزارتی مشن کرپس وغیرہ کو بھی مدعو کیا تھا لیکن عین آخر وقت میں ملک میں ہنگاموں کی مصروفیت کے باعث عدم شرکت کی معذرت کا تار بھیجا۔

اس عظیم الشان فقید المثال اجلاس میں حسب ذیل قرار داد بالاتفاق منظور کی گئی

قرار داد برائے تحریک پاکستان

(۱) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سنت، اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو

کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قایم کریں، جو قرآنِ کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کیلیے مکمل لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :-

حضرتؒ مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرتؒ صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب ۔ حضرتؒ مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب ۔ حضرتؒ صدرالشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب ۔ حضرتؒ مبلغ اعظم مولانا مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی ۔ حضرتؒ مولانا مولوی عبدالحامد صاحب قادری بدایونی ۔ حضرتؒ مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف حضرتؒ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب لاہور ۔ حضرتؒ مولانا شاہ قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف ۔ حضرتؒ پیر سید شاہ عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ) ۔ حضرتؒ مولانا شاہ سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف خان بہادر حاجی بخشی مصطفیٰ علی صاحب (مدراس) ۔ حضرتؒ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور ۔

(۳) :- یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرلے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبوں کے نمائندے لیے جائیں۔

نوٹ :- بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس کا خطبۂ استقبالیہ جو حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے پڑھا تھا ادارۂ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لاہور سے چالیس پیسے کے ٹکٹ بھیجکر حاصل کر سکتے ہیں۔

تعمیرِ پاکستان کے سلسلہ میں گاندھی کے پرستاروں کی رخنہ اندازی

تعمیرِ پاکستان کے دوران میں گاندھی کے اشارہ پر ان تمام نیشنلسٹ علماء نے جو ہندوستان کے دیوبندی مکتبِ فکر کے علماء تھے ایک شوشہ چھوڑا اور نعرہ بلند کیا کہ "ہندو مسلم دو قومیں نہیں ہیں، سب ایک بھارت کے پوت ہیں، ملت وطنیت سے بنتی ہے دونوں کا وطن بھارت ہے، لہٰذا مسلم ملت کے وجود کو علیحدہ ثابت کرکے ملک کی تقسیم کرانا صحیح نہیں"۔

ڈاکٹر اقبال نے بسترِ مرگ پر ایک قطعہ میں کیا خوب ان کی غلطی کھول کر فرماتے ہیں :- ؎

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ	ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است	چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی ست
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست	اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

بالآخر سنی علماء کی مساعی و ہمدردی، اور مسلم لیگ کے لیڈروں کی ہمواری سے اسلام کے نام پر ملک تقسیم ہوا۔

حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آنا، علماء کی شان کے لائق نہ سمجھا، لیکن علماء نے مسلم لیگ کے حریفوں کا سرگرمی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور یہ مسلم لیگ پر کوئی احسان نہیں، بلکہ ہمارا نقطۂ نظر شروع سے ہی اسلامی تعلیمات کے ماتحت تھا۔ اس جماعت نے ہر دور میں کبھی غیر مسلموں پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا، اب جو ایک قدم مسلم لیگ نے قرآن و سنت اور اسکے اسلامی احکام کی تنفیذ و ترویج کا اُٹھایا، تو علماء نے اسلام کی سربلندی کے لیے مسلم لیگ کے حریفوں کا مقابلہ کیا، اور اُن تمام

ہذا خواروں کو جنہوں نے پہلے سلطنتِ مغلیہ کے دور میں انگریزوں کی ہمنوائی میں بڑی بڑی رشوتیں لیں، جسکے صلہ میں "شمس العلماء" "خان بہادر" وغیرہ خطاب پائے، جاگیریں لیں، اور وہی سب ہندوؤں کے ٹکڑوں پر بک کر مسلمانوں کی پشت پر خنجر مارنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں، بہر وہ فاش کیا لیکن ان سب ہنگامہ زُست وخیز میں مسلم لیگ نے جہاں ملک کی تقسیم کا فرض بخوبی سرانجام دیا، وہاں چند فاش غلطیاں بھی کیں، جس کی بناء پر بقول مولانا حسرت موہانی مرحوم "لنگڑا پاکستان" بنا۔

(۱)۔ پہلی غلطی یہ کہ دو صوبوں کے بُعد المشرقین کے اتصال کے لیے بحری (خشکی) راستہ اپنے نصب العین میں شامل نہیں کیا۔ جب حضرت قدس سرہ اور سنی کانفرنس کی طرف سے شدت کے ساتھ مطالبہ ہوا، تو آخر وقت میں مسٹر جناح نے مطالبہ میں شامل کیا، مگر وہ بعد از وقت تھا۔

(۲)۔ دوسری غلطی یہ کہ مسلم اکثریت کے دو عظیم صوبوں کی اندرونی تقسیم گوارا کرلی، جس کی بناء پر ۱۹۴۷ء کے ہوشربا، قیامت خیز، خوں ریزی ہلاکت خیزی اور بے پناہ تبادلۂ آبادی کی نوبت آئی، جس سے پاکستان غایت درجہ کمزور ہوگیا، اور اسی کی بدولت کشمیر کا مسئلہ پیش آیا۔

(۳)۔ تیسری سب سے بڑی اور اہم غلطی یہ کہ آنکھ بند کرکے ریڈکلف پر اعتماد کیا، اور یہ نہ سوچا کہ تاریخ میں کبھی انگریز، مسلمانوں کا بھی خیرخواہ نہیں رہا تو اب کیسے رہیگا، وہ اصول و انصاف کو مدِ نظر رکھ کر خطِ تقسیم کیسے صحیح کھینچے گا! اور اس میں کوئی چور دروازہ نہیں چھوڑے گا، جس سے کبھی مسلمان چین سے نہ بیٹھ سکیں۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ گورداسپور ضلع جیسی مسلم اکثریت کی ریاست ہی نہیں، بلکہ مالیر کوٹلہ وغیرہ بھی ہندوستان کو دیدیا۔ پھر لطف یہ کہ ہندو نوازی میں بعض تحصیلیں ہی ہے

ان دیہاتوں کو بھی جن میں غیر مسلم تھے، کاٹ کر انڈیا سے ملا دیا۔ جو نا گڑھ مانا ودر وغیرہ کے ساتھ جو بے انصافی کرکے ہندوؤں کے حوالے کر دیا، وہ صریح انصاف کا خون ہے۔ اسی نے کشمیر کو ہم سے دور کیا، حالانکہ عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں کشمیر بہرحال ہمارا ہے۔

(۴)۔ چوتھی غلطی یہ کہ مسلم لیگ نے قائدِ اعظم کو مملکت کا پہلا گورنر جنرل بنایا۔ حالانکہ بہتر یہ تھا کہ قائدِ اعظم کو کسی قانونی شکنجہ میں پھانسنے کی بجائے انھیں ملت کا مستقل علیحدہ، اور ان کو لیڈر کی حیثیت سے رکھا جاتا۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ لیڈرشپ حکومت کی باندی و غلام بنکر رہ گئی، اور ملک کے عوام اور حکومت میں کافی کشیدگی اور بُعد المشرقین ہوگئی۔ عوام بہت جلد ایسی حکومت سے بیزار ہوگئے جو لیڈری سے سربراہی پر پہنچے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن سے تاریخ کبھی انکار نہیں کرسکتی۔

قیامِ پاکستان کے بعد

حضرت صدرالافاضل کا پاکستان میں ورودِ مسعود!

۱۹۴۷ء میں حضرت صدرالافاضل قدس سرہٗ بمعیت حضرت محدثِ اعظم ہند ابوالمحامد سید محمد صاحب کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس، حضرت تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی نائب ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس، اور یہ فقیر نعیمی غلام معین الدین منصرم آل انڈیا سنی کانفرنس، قیام پاکستان کے بعد سنی کانفرنس کی قرارداد کے تحت جب دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز مارچ کے مہینے لاہور مغربی پاکستان تشریف لائے، یہاں اسلامی دستور پاکستان کے سلسلہ میں، مقامی علماء و زعماء

تبادلۂ خیالات کیا، اسکے بعد کراچی تشریف لے گئے، وہاں مقامی علماء و زعماء سے اسی سلسلہ میں گفتگو میں فرمائیں۔ اور مرکزی وزراء سے مقامی علماء نے اسلامی دستور کے سلسلہ میں متعدد ملاقاتیں کیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ پاکستان کے لیے "اسلامی دستور" کا خاکہ اسلامی اصول و ضوابط کے تحت حضرت صدر الافاضل قدس سرہ مرتب فرمائیں۔ ہم اسکو پاکستان کی قومی اسمبلی سے منظور کرائیں گے

چنانچہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے اسکا وعدہ فرمایا کہ میں مراد آباد واپس جاکر پاکستان کے لیے "اسلامی دستور" مرتب کر کے بھیجدونگا۔ مگر مشیتِ ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کراچی کے دورانِ قیام میں ہی سخت علیل ہو گئے تھے۔ اپنا قیام مختصر کر کے لاہور واپس تشریف لائے تقریباً ایک ہفتہ مدرسہ حزب الاحناف دہلی دروازہ صاحبِ فراش رہے۔ جب حالت زیادہ خراب ہو گئی، اور رو باصلاح کی صورت نظر نہ آئی، تو آپ نے مراد آباد واپسی کا ارادہ فرمایا۔ اتفاق سے ایک اسپیشل ہوائی جہاز دہلی جا رہا تھا اُس میں نشستیں ریزرو کرائی گئیں۔ جب مراد آباد روانگی کا دن آیا، تو علماء و زعماء کا ایک جمِ غفیر والٹن ہوائی اڈہ پر رخصت کرنے آیا۔ حضرت قدس سرہ کی حالت کو دیکھ کر تمام لوگ چشم پرنم، اور ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ اب یہ نورانی صورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہو رہی ہے۔

غرضکہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ مراد آباد پہنچنے کے بعد علالت کے باوجود پاکستان کے علماء و زعماء سے کیے گئے "اسلامی دستور" کی تدوین و ترتیب کے وعدے کے ایفاء کا عزم صمیم فرمایا۔ مختلف ممالکِ اسلامیہ اور ترکی خلافتِ عثمانیہ کے دساتیر و قوانین کی کتابیں جمع فرمائیں، اور پاکستان کے لیے "اسلامی دستور" کے خاکہ کے لیے ذیل کے چند صفحات رقم فرمائے، جو کہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے

اپنے دستِ مبارک کے تحریر کردہ ہیں اور اصل تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن اتبعہ ووالاہ

پاکستان

تعریف:۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تشریحات کے مطابق پاکستان سے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے، جو ہندوستان کے اندر شریعتِ طاہرہ کے مطابق فقہی اصول پر قائم کی جائے گی۔

(۱) :۔ اس حکومت کا فرمانروا ایک سُنّی امیر ہو گا۔

(۲) :۔ اس امیر کو مسلمانانِ اہلِ سنت کی اکثریت منتخب کرے گی۔

(۳) :۔ وہ امیر دیندار اور معتبر اہلِ اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کیلیے منتخب کریگا۔

(۴) :۔ جماعتِ شوریٰ امیر کے ماتحت ہو گی۔

(۵) :۔ جماعتِ شوریٰ کی تجاویز امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائینگی۔

(۶) :۔ امیر جماعتِ شوریٰ کے مشورہ سے ایک وزیرِ اعظم کا انتخاب کریگا۔

(۷) :۔ یہ وزیر جملہ امورِ داخلہ و خارجہ کے نظم و نگرانی کا کفیل ہو گا۔

(۸) :۔ وزیرِ اعظم محکماتِ سلطنت کیلیے حسبِ ضرورت وزراء مقرر کرکے امیر سے منظوری حاصل کریگا۔

(۹) :۔ امیر کی منظوری کے بعد یہ وزراء اپنے اپنے محکمے کا کام اپنے ہاتھوں میں لینگے، اور حسبِ ضرورت عہدہ دار اور محکمے مقرر کریں گے۔

(۱۰) :۔ محصولات شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کیے جائینگے۔

(۱۱) :۔ غیر مسلم رعایا کو معاہد بنایا جائے گا، اور انھیں امن دیا جائے گی، اور انکے جان و مال کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہو گی۔"

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ پاکستان کے لیے "اسلامی دستور" کے سلسلہ میں مذکورہ گیارہ دفعات ہی لکھنے پائے تھے کہ علالت نے غلبہ کیا، یہانتک کہ ماہ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں اس جہانِ فانی سے عالمِ بقا کی جانب رحلت فرما ہو گئے، اور یہ دستوری خاکہ مرتب نہ فرما سکے۔

کاش کہ حضرت قدس سرہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں پاکستان کے لیے ایک اسلامی دستوری خاکہ مرتب فرما کر عنایت کر سکتے، تو تاریخ اسلام میں ایک عظیم دستاویز کا اضافہ ہوتا اور اسلام پسند حلقوں کے لیے ایک اہم اور بلاشک و شبہ خالص اسلامی ضابطہ و قوانین ہاتھ آجاتا، لیکن مشیتِ ایزدی میں کسکو چارہ ہے۔

سُنّی کانفرنس اور جمعیۃ العلماء پاکستان

ملک کی تقسیم ہو جانے کے بعد دونوں ملکوں کی حکومتوں میں باہمی بداعتمادی کا ہونا چونکہ فطری امر تھا، اگر سُنّی کانفرنس کی تنظیم کو دونوں ملکوں میں اپنے اپنے حال پر قائم رکھا جاتا، تو تنظیم کے لیے گوناگوں خدشات تھے، اور یقیناً دونوں ملک تشویش کی نظر سے دیکھتے۔ اسلیے پاکستان میں مارچ ۱۹۴۸ء کو مدرسہ انوار العلوم ملتان میں علماء و اہلِ سنت کا ایک اجتماع منعقد ہوا، اور اس کا نام بدل کر "جمعیۃ العلماء پاکستان" رکھدیا گیا، اور حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب سابق صدر پنجاب سُنّی کانفرنس کو مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کا صدر مرکزی منتخب کیا گیا۔ اور حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی کو ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان نامزد کیا گیا۔

اس طرح پاکستان میں "سُنّی کانفرنس" کی تنظیم "جمعیۃ العلماء پاکستان" کے نام سے موسوم ہو گئی۔

بھارت میں سُنّی کانفرنس کا خاتمہ

چونکہ "سُنّی کانفرنس" کی پوری تنظیم "تحریکِ پاکستان" کی نہ صرف حامی تھی، بلکہ ہر اعتبار سے اسکے قیام و استحکام کی ساعی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد اگر اسے اسی طرح بھارت میں برقرار رکھا جاتا، تو بھارت کی کانگریسی اسلام دشمن حکومت یقیناً اس تنظیم کو پاکستان کا پانچواں کالم شمار کرتی اور اسکے اراکین کو خواہ مخواہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسلیے حضرت قدس سرہ نے عملاً اس تنظیم کو معطل کر دیا۔ اور پاکستان کے دورانِ قیام کراچی کے مقامی علماء و امراء کی مجلس طلب کر کے "ادارۂ تبلیغ" قائم فرمایا جس میں حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب باندوی، حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا صاحبداد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کو ذمہ دار قرار دیکر "سُنّی کانفرنس" کے سرمایہ میں سے بطور امداد دو ہزار روپے انکو دیئے، تاکہ ابتدائی کام یہ حضرات سرانجام دے سکیں، اور سُنّی کانفرنس کے مقاصد کو "ادارۂ تبلیغ" کے عنوان سے بروئے کار لا سکیں۔ حضرت قدس سرہ کی رحلت کے بعد اس ادارے نے کتنا کام کیا؟ اسکو اس کے ذمہ دار حضرات ہی بخوبی جانتے ہیں۔

جب حضرت قدس سرہ کا ماہ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مرادآباد میں وصال ہو گیا، تو حضرت تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی نے سُنّی کانفرنس کا بقیہ سرمایہ مبلغ گیارہ سو روپے حضرت محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی صدر سُنّی کانفرنس کو حضرت قدس سرہ کی وصیت کے بموجب مع دفتر کا تمام ساز و سامان اور کاغذات وغیرہ کے تفویض کر دیا۔ اسطرح بھارت میں سُنّی کانفرنس عملاً ختم ہو گئی۔

دینی و سیاسی اور تنظیمی کاوشوں پر ایک نظر

(از حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ کراچی)

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی ایک شخص میں تمام خصوصیات یکجا نہیں ہوتیں۔ اگر ایک شخص بہتر متکلم ہے تو لازمًا خطیب نہیں، اگر بولتا اچھا ہے، تو انشاء پرداز نہیں۔ پھر اسی طرح علماء میں بہت کم ایسے بزرگ ہیں جو تمام علوم و فنون میں یکساں مہارت رکھتے ہوں۔ اگر کوئی فقہ و حدیث اچھا پڑھا جاتا ہے، تو ادب و منطق میں رواں نہیں۔

حضرت استاذ العلماء صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ علماء میں ایک ایسے فردِ کامل تھے کہ تقریر و تحریر، درس و تدریس، صرف و نحو، تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، فلسفہ و منطق، ریاضی و اقلیدس وغیرہ علوم و فنون میں اس درجہ مہارت رکھتے تھے کہ ہر فن کی اوسط و اعلیٰ کتابیں بیسیوں بار پڑھا چکے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہر فن کی کتاب کا پہلے نفسِ مضمون ادا فرماتے، پھر اس کی تشریحات کرتے، اور اپنی طرف سے اعتراض قائم کر کے جواب دیتے، کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑتے، نہ کسی اعتراض کی کوئی بات باقی رہ جاتی۔ ذہین و فطین طلباء مطالعہ میں بہت سے اعتراضات و ابہامات لیکر جاتے، مگر حضرت اپنے علمی تبحر اور ذکاوت سے کسی اعتراض کا موقع ہی باقی نہ رہنے دیتے۔ طلباء پر ایسی شفقتِ بزرگانہ اس درجہ تھی کہ ہر ایک طالب علم یہ سمجھتا کہ مجھے زیادہ چاہتے ہیں۔ طلباء کی علمی رہنمائی اور دیگر ضروریات پر نظر رکھتے، طلباء کو محنت و سادگی اور اخلاقِ نبوی کا خصوصی درس دیا جاتا۔

حضرت مولانا مرحوم حلقۂ درس کے علاوہ اپنے مکان میں جس قدر قیام فرماتے اور ملاقاتیوں سے ملتے ہر ایک ملاقات میں آپ کی زبان سے اصلاحِ عقائد و درستی اخلاق، محبتِ نبوی کا زیادہ سے زیادہ درس ملتا اور اکابر علماء و اتقیاء، اولیاء اللہ کی مجلسوں کا رنگ نمایاں رہتا۔

بدایوں، بریلی، مراد آباد کے خانوادوں کا یہ طغرائے امتیاز رہا ان کے مدارس و خانقاہوں میں

طلباء اور حاضر باشوں کو صحیح دین بتایا جاتا، عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، محبتِ صحابۂ کرام و اہلبیتِ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی پیروی رگ و پے میں بٹھائی جاتی۔

تنظیمی کوشش

حضرت استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی ایک ایسی شخصیت تھی جو ہندوستان کے طبقۂ اہل سنت اور اس کے علماء و مشائخ کی تنظیم و اتحاد کی علمبردار تھی، ان کا عرصہ سے خیال تھا کہ جس طرح ہو سکے حضرات علماء اہل سنت اپنے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کریں۔ ان کا ایک متحدہ پلیٹ فارم ہو جس پر تمام علماء اہل سنت یکجا ہو کر کام کریں۔ تنظیم، یکجہتی، اتحاد و یگانگت رسمی طور پر تو بہت اچھے الفاظ و نام ہیں، لیکن ان عناوین پر عمل کرانا شدید مشکل ہے۔ خصوصًا ایسی فضا میں جبکہ بعض بعض مسائل میں باہم دگر اختلافات حد کو پہنچ گئے ہوں، اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا بھی ناگوار ہو چکا ہو، ایسے ماحول میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا علماء و مشائخ اہل سنت کو یکجا اور متحد کرنا، وقت کا نازک ترین مسئلہ تھا، پھر سیاسی ہنگامہ آرائیوں اور تحریکاتِ قومیہ نے نظریاتی اور سیاسی حیثیت سے باہمی خلیج پیدا کر دی تھی، بہت سے علماء اہل سنت جو سیاسیات میں ایک بلند مقام حاصل کر چکے تھے، اور علماء بریلی و مراد آباد سے انکے علائق ظاہری میں بون بعید پیدا ہو چکا تھا۔ تحریک مسلم لیگ و پاکستان شباب پر تھی۔

سنی کانفرنس بنارس

ایسی نازک ترین فضا میں جبکہ باہمی علائق کی زنجیریں ٹوٹ چکی تھیں، حضرت ابو المحامد مولانا سید محمد صاحب اشرفی محدث کچھوچھوی مدظلہ العالی، اور حضرت استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے اپنے اخلاص اور جماعتی مفادات کی خاطر علماء بدایوں و بریلی کے دیرینہ اختلافات کے مٹانے اور ایک نقطۂ نظر پر لانے کی تحریک شروع فرمائی۔ ہر دو بزرگوں کی مخلصانہ جد و جہد نے عرصۂ دراز کے افتراق و اختلاف کو مٹایا۔

علماء بدایوں، جماعتی تنظیم اہلِ سنّت کی ترقی و سربلندی کی تحریک کے علمبردار بن گئے اور شانہ بشانہ تمام اہلِ سنّت کی تحریکات میں شریک ہو کر مصروف ہو گئے۔

اجلاسِ بنارس میں نے اپنی چالیس سالہ خود حیات کی زندگی میں صدہا کانفرنسیں دیکھیں، اور بعض خود منعقد کیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ بنارس کی سنّی کانفرنس کی طرح گزشتہ چالیس سالوں میں کوئی ایک کانفرنس بھی نہ ہو سکی۔ ہندوستان کے ہر صوبہ کے علماء و مشائخ جس کثیر تعداد کے ساتھ بنارس میں تشریف لائے کسی بھی مقام و شہر میں اس نوعیت کا کوئی اجلاس نہیں ہوا۔

کانفرنس خطبات، مقالات، تجاویز اور مسائل کی اہمیت کے لحاظ سے فقید المثال کانفرنس تھی۔ کاش کانفرنس کے اختتام کے بعد ہمارے علماء و مشائخ اپنے اپنے علاقہ جات میں کانفرنس کے لائحہ عمل کو زیرِ عمل لاتے تو وہ چند اجلاس اہلِ سنّت مذہبی و سیاسی و علمی زندگی کو استوار کر دیتے۔

ادھر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مسلسل علالت طبع مانع رہی، مگر علالت کے باوجود زندگی کے آخری لمحات تک مولانا سرگرمِ عمل رہے، انکی زندگی، تالیفات و مضامین، بیانات والقاب آج بھی ہم سب کے لیے ایک بہترین نمونہ ہیں۔

سوادِ اعظم لاہور، حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا نمبر بعنوان "حیاتِ صدر الافاضل" نکال رہا ہے، جس میں حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی مدیر سوادِ اعظم مولانا مرحوم کی حیات کے مختلف عناوین پر سیر حاصل بحث فرمائیں گے۔

قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کے اندر جو حالات پیدا ہو رہے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے پاکستان کو زندہ کیا جائے، جماعت اہلِ سنّت منظم ہو، علماء کرام کی تبلیغات کو از سرِ نو قائم کیا جائے، جائزہ لیا جائے کہ ہماری جماعت تعمیری لحاظ سے کن کن چیزوں کی محتاج ہے۔ بہتر سے بہتر مدرس، واعظ، مفسر، محدث، فقیہ، قاری وتمام کافی تعداد میں تیار کیے جائیں۔

[illegible]

حیاتِ صدر الافاضل حصہ چہارم

ریاضِ نعیم

سیدی حضرت صدر الافاضل قدس سرّہٗ علم شعر و سخن میں بھی دیگر علوم و فنون کی مانند بڑی دسترس اور مہارت رکھتے تھے، اور یہ بات آپ کے ورثہ میں داخل تھی، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت رحمۃ اللہ علیہ استاذ الشعراء تھے، اسی طرح آپ کے اجداد کا عالم تھا۔ سیدی قدس سرّہٗ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بے شمار نعتیں اور نظمیں فرمائی ہیں۔ افسوس کہ وہ سب جمع نہیں کی گئیں، بلکہ جسکے جو ہاتھ لگا اپنے ساتھ لے گیا۔ اس خادم نے بعض افراد سے اس معاملہ میں رابطہ بھی قائم کیا، مگر خاطر خواہ کلام فراہم نہ ہو سکا۔ مندرجہ ذیل کلام بھی وہ ہے جسکو میں نے اپنی حاضری کے دوران جمع کیا، یا جسکو حضرت نے وقتاً فوقتاً فرمایا۔ ان میں کچھ نظمیں ایسی تھیں جو مقطع سے خالی تھیں، آخری دنوں میں میں نے عرض کیا کہ انھیں مکمل فرما دیا جائے، تو حضرت نے کچھ ان میں سے پہلے انھیں مکمل فرمایا۔ ان اشعار میں اپنے دنیا سے رخصت ہونے کے بارے میں تلمیح موجود ہے، مثلاً یہ شعر کہ ؎

چلدیے باغ سے چمن ہیرا + گل و گلزار کا خدا حافظ

بہرحال میں جس قدر کلام جمع کر سکا نذرِ قارئین کیا جاتا ہے، اگرچہ اس کلام کو کتابی شکل میں حضرت قدس سرّہٗ کے وصال فرمانے کے بعد مراد آباد سے شائع بھی کیا تھا۔

غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب کا پیدا کرنے والا میرا مولیٰ میرا مولیٰ
سب سے افضل سب سے اعلیٰ میرا مولیٰ میرا مولیٰ

جگ کا خالق سب کا مالک وہ ہی باقی باقی ہالک
سچا مالک سچا آقا میرا مولیٰ میرا مولیٰ

سب کچھ وہ ہی دیتا ہے روزی نعمت اسکی دولت گھر کی
رازق داتا پالن ہارا میرا مولیٰ میرا مولیٰ

ہم سب اُسکے عاجز بندے جو وہ چاہے وہ ہی ہو جائے
خوبی والا سب سے نیارا میرا مولیٰ میرا مولیٰ

اول آخر غائب حاضر اسکو روشن اُس پہ ظاہر
عالم دانا واقف کل کا میرا مولیٰ میرا مولیٰ

عزت والا حکمت والا عظمت والا رحمت والا
میرا پیارا میرا آقا میرا مولیٰ میرا مولیٰ

طاعت سجدہ اُسکا حق ہے اُسکو پوجو وہ ہی رب ہے
اللہ اللہ اللہ میرا مولیٰ میرا مولیٰ

اے بہارِ زندگی بخشِ مدینہ مرحبا
اے نعیم جانفزائے باغِ طیبہ مرحبا

غنچۂ پژمردہ دل کو شگفتہ کر دیا
مرحبا اے بادِ صحرائے مدینہ مرحبا

سرمۂ نورِ بصر ہو آگئے میری آنکھ میں
مرحبا صد مرحبا اے خاکِ بطحا مرحبا

تونے ان آنکھوں کو دکھلائی مدینہ کی بہار
مرحبا جود و نوالِ شاہِ طیبہ مرحبا

دل نثارِ قبۂ خضرا اے شاہنشاہِ دیں!
جاں فدائے آستانِ عرش پایہ مرحبا

آستاں یک پر امیدواروں کے ہجوم
رحمتِ عالم سے کہتے ہیں کریما مرحبا

یہ نعیم الدین اور طیبہ کے جلوے یا عجب
مرحبا افضل و عطائے شاہِ طیبہ مرحبا

منقبت اعلیٰحضرت شہیدِ غوث الثقلین سید شاہ علی حسین الاشرفی الجیلانی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقتِ طوافِ کعبہ تحریر نمود

شد قبلۂ دلم چو بکعبہ طواف را
پُر نور کرد از رخ روشن مطاف را

بارید ور ز نرگس و سیراب تر نمود
گل را و جاہ را و صراحی صاف را

اے مہر جلوہ چو رخ مہر ما بکن
ورنہ خجل نشیں کہ چہ حاجت گزاف را

افشاند گل ز لعل و زاں گل بساختے
بخشید نور آئینۂ کوہ قاف را

دل پارہ پارہ کرد خدنگِ نگاہِ یار
ہم تیر او بدوخت لبِ پُر شگاف را

آوردہ ایم کاسۂ سر را بخدمتش
نازاں آرزو کہ بشکنداں نہ صحاف را

اے دستگیر دستِ نعیم حزیں بگیر
آنجا کہ حزن نیست مرا اہلِ عفاف را

ہے کون جو شائق ہو مری طرح ستم کا
مشتاق دل و جاں سے ہوں درد کا غم کا

یکتا ہوں وہ غمگیں کہ کہیں جو مرے گھر کے
ڈھونڈو تو پتہ تک نہ ملے رنج و الم کا

اب شوق یہ کہتا ہے وہاں پہلے ہی پہنچے
کاغذ سے بھی آگے ہو قدم نقشِ رقم کا

اور رشک یہ کہتا ہے کوئی دیکھے نہ مضموں
کاغذ پہ نشاں بھی نہ رہے نقشِ رقم کا

وہ اپنا جفا کاری میں ثانی نہیں رکھتے
معلوم نہیں کس سے لیا درس ستم کا

وعدے تو وہ کر لیتے ہیں ایفا نہیں کرتے
کچھ پاس ہنوز انکا نہیں ہے نہ قسم کا

اے کاش کوئی اُس بتِ طناز سے کہتا
ہے چاہنے والا ترا مہماں کوئی دم کا

فتندیدہ نگاہوں سے مجھے آپ نے دیکھا
ممنون ہوں میں آپ کے اس لطف و کرم کا

سنتے ہیں نعیم آتے ہیں وہ بہرِ عیادت
کیا آج ستارہ مری تقدیر کا چمکا

کس کے وعدہ پہ اعتبار رہا
مرتے مرتے بھی انتظار رہا

بزمِ اعدا میں رات جاگے ہیں
آنکھ میں شام تک خمار رہا

آنکھ وہ کیا جو اشکبار رہی
دل ہی کیا وہ جو بیقرار رہا

آنکھ وہ دیکھے جو شاد رہی
دل جو دلبر سے ہمکنار رہا

آپ پہلو میں دشمنوں کے رہے — میری آنکھوں میں انتظار رہا
نہ وفا کی جناب نے مجھ سے — نہ مجھے دل پہ اختیار رہا
روتے روتے گزر گئیں راتیں — دل بے صبر بے قرار رہا
انتہا ہے سیاہ بختی کی — دل گرفتارِ زلفِ یار رہا

ہائے منعم کی بیکسی افسوس
نزع میں بھی وہ اشکبار رہا

خمسہ بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْنَا حُسْنَا — یا زادک اللہ تعالیٰ زینا
نَحْنُ فِي سِكَّةِ بَلْدَتِكَ طُفْنَا — شرف کعبہ بود کوئے ترا

زادک اللہ تعالیٰ شرفا

آنکہ بد از مئے عشقش سرمست — دلق اندر بغل و کاسہ بدست
دلق انداختہ و کاسہ شکست — زائر کوئے تو از کعبہ گذشت

سر کوئے تو کجا کعبہ کجا

گرد فرمانِ خداوندِ قدیر — خاکِ ما از مئے الفت تخمیر
عشق ابروئے تو اے مہر منیر — ساخت ہمچوں مہ تو ما شدہ پیر

میل ابروئے تو ام گشت دوتا

عشق را طرفہ مگر بنیاد است — ہر لب دوست ازو فریاد است
کہ منم ہمچو دلم برباد است — سر من غرقہ بخوں افتاد است

تا فتاد ست ز تیغ تو جدا

مے بمینا ست مگر ساقی نیست — رقیہ موجود مگر راقی نیست

مجز تو از درد مرا واقی نیست — بے تو با جاں و گرم باقی نیست

جاں اگر رفت ترا باد بقا

نزود نزد اطبا و نزود — فکر دارو و مداوا نکند
منتِ نازِ طبیباں نکشد — ہر کجا درد و دوا نیز بود

چو تو بے درد فنادی چہ دوا

بلحق الضیر باصحاب ولا — ما بہ الحظ لاہل الاھوا
چوں نعیم ست گرفتار بلا — داشت در بیت حزن جامی جا

جاءہ منک بشیر فنجا

منقبت در شان شہزادہ عالیجاہ حضرت امام علی اکبر رضی اللہ عنہ

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب — صبر دل خدیجہ پاک ارم قباب
لخت دل امام حسین ابن بو تراب — شیر خدا کا شیر وہ شمشیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب — گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ کے اٹھا ہی تھا نقاب — ہر سو سحر ہو گیا خجالت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب — سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادہ جلیل علی اکبر جمیل — بستان حسن میں گل خوش منظر شباب
پالا تھا اہلبیت نے آغوش ناز میں — شرمندہ اسکی نازکی سے شیشۂ حباب
تھوڑے کو نہ عالم انوار بن گیا — چمکا جو رن میں فاطمہ زہرہ کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پشت سمند پر — یا ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب
صولت نے فرحیا کیا شوکت تھی حیدری — جرأت باکمال تھی شجاعت نے لی رکاب
چہرہ کو اسکے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں — دل کانپ اٹھے ہو گیا اعدا کو اضطراب

سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے — غیظ و غضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
برہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں — یا اژدہا تھا موت کا یا اسوۃ العقاب
چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا — اس سے نظر ملاتا یہ تھا کس کے دل میں تاب
کہتے تھے جنگ نہیں دیکھا کوئی جواں — ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردانِ کار لرزہ براندام ہو گئے — شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
کوہ پیکروں کو تیغ سے دوپارہ کر دیا — کی ضرب خود پہ تو اڑا لا اتار کاب
تلوار تھی کہ صاعقۂ برق بار تھا — یا از برائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرہ میں آفتابِ نبوت کا نور تھا — آنکھوں میں خانِ صولتِ سرکار بوتراب
پیاسا رکھا جنھوں نے انھیں سیر کر دیا — اس جوہ پہ ہے آج تری تیغ زہر آب

میداں میں آ گئے حسن و ہنر دکھلا کر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ و شاب

ترکِ عصیاں کن از اعتذار چہ شود — توبہ کن توبہ انتظار چہ شود
ہوش کن ہوش فکرِ عقبیٰ کن — مستی بادہ خمار چہ شود
راہ در دل بجوئی سوئے حبیب — سجدۂ خاکِ رہ گزار چہ شود
روحِ اعمالِ بندہ اخلاص است — زاہدا صومِ افتخار چہ شود
چوں نماند ست التفات بغیر — پس نظر سوئے گلعذار چہ شود
ترک کن این و آن و ما و من — قصد مقصد کن از غبار چہ شود

گوشہ گیر چوں نعیم الدین
صوفیا گردشِ دیار چہ شود

اے دل از انتظار چہ شود — در غمِ ہجر بے قرار چہ شود
گر نباشد مکان دوست بدل — نالہ و آہ و چشمِ زار چہ شود

در تو در دل بہار ہا داری — پس ترا سیرِ لالہ زار چہ شود
چوں نباشد بہار در باطن — فصلِ گل موسمِ بہار چہ شود
داغ در سینہ یاد اندر دل — سیرِ گلزار و لالہ زار چہ شود
خانۂ دل ز غیر خالی کن — بر رخِ آئینہ غبار چہ شود
دل کہ اسرار گاہِ دلدار است — غیر را از دخلِ یار چہ شود
فکرِ دنیا خس است آتش زن — خار و خس در مقامِ یار چہ شود

ہمچو ویرانۂ نعیم الدین
خانۂ دل خراب و خار چہ شود

تکتے رہتے ہیں عجب طرح سے راہِ اُمید — حسرتِ دید تماشائے نگاہِ اُمید
بند کس واسطے کی آپ نے راہِ امید — یہ تو فرمائیے کیا دیکھا گناہِ امید
بے نیازی نے تری مار ہی ڈالا ہوتا — غیر سے بچ گئے ہم پا کے پناہِ امید
روز غم بھی ہیں شبِ ہجر کی سی تو تاریک — ہیں خوش آیند مگر شام و پگاہِ امید
ہم سے کھنچتے ہو مگر ہم یہ سمجھتے ہیں ابھی — کھینچ ہی لائیگی حضرت کو سپاہِ امید
آپ اتنا تو سمجھیے کہ لگی رہتی ہے — آپ سے لطف پہ سرکار نگاہِ امید

آپ جاتے ہیں مرے گھر سے تو یہ یاد رہے
چھوڑ کر آئے ہیں منعم کو تباہِ امید

خمسہ برغزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہجراں و حرماں کے صدمے اشد — یہ دوری کے رنج و الم بے عدد
ہمارے غموں کی نہیں کوئی حد — نہ پیکے کہ از ما پیامش برد
نہ بادے کہ روزے سلامش برد

بیچینی میں کچھ کمی ہے نہ کاست   نہ دل را قرارے نہ غم را دواست
ہو کس طرح سے کوئی تدبیر راست   مرا طاقتِ دیدنِ او کجاست

کہ بیخود شود ہر کہ نامش برد

بہت فکر کی ہم نے شام و پگاہ   بہت رو کے راتوں بہت کھینچی آہ
نظر آئی تدبیر یہ صبح گاہ   بود شرمندہ دیدہ آں خاکِ راہ

کہ مردم بصد اہتمامش برد

بہت فکر میں تھا دلِ چارہ جو   یہ کرتا تھا خود آپ سے گفتگو
میں دیکھوں انھیں اور وہ ہوں روبرو   چہ نیکیست بودن گرفتارِ او

خوشا دل کہ راہے بدامش برد

وہ سیمائے انور وہ نورِ انام   وہ رُخ کی تجلّی وہ حسنِ تمام
خجل مہر ہو ایسی روشن ہو شام   چناں میکند جلوہ از طرفِ بام

فلک رشک از طرفِ بامش برد

مجھے دیکھ کر ایسا وحشت زدہ   نسیمِ سحر کو بھی رحم آ گیا
براہِ عنایت بشانِ سخا   مرا شکوئے سرو بھی چوں صبا

ہوائے قدِ خوش خرامش برد

نعیمِ سیہ کار بیحد ہے بد   مگر لطف کی آن لے گر ہو مدد
تو حاصل ہو بے شک نعیمِ ابد   بمیخانہ جامی بخود چوں رود

مگر ہمتِ شیخ جامش برد

کبھی تو آ کے مرے دل میں قرارِ دل ہو کر   کبھی ہو آتشِ غم سرد مشتعل ہو کر
پھر ایسا جلوہ دکھا حسنِ بے مثالی کا   ہرے ہوں زخمِ دلِ زار مندمل ہو کر
مٹا دے مجھ کو کہ جلوہ نما ہو ہستیِ حق   مرے وجود کا پندار مضمحل ہو کر

عروجِ عالمِ روحانیت کہاں ہم کہاں   جو بیٹھ گیا ہو عناصر میں پابگل ہو کر
یہ عشقِ مادیت راہزن ہے مہلک ہے   پہنچے یگانہ منزل پہ جا کسل ہو کر
عجب مقام ہے تدبیر ہائے عالم ہے   خلل فراغ میں آئے نہ مشتغل ہو کر

نعیم مست خدا جانے کہ گیا کیا کیا
خرد سے دور حماقت میں مشتمل ہو کر

گفت دانا و عارفِ اسرار   لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّار
سرِ منصور بر سرِ دارے   ق   سرِ ما زیر پائے توسنِ یار
ایں قدر فرق لازمی آمد   در میانِ اراذل و سردار
بچے ما جرعہ بود کافی   بہرِ او اندکے عیون و بحار
ما ندارم ظرفِ یک قطرہ   او شمارد محیط را بشمار

دل باتنگ و تیرہ ہست نعیم
دلِ او ہست مشرقِ انوار

خمسہ

چھپ کے پردہ میں آنکھ کے وہ حسیں   دل کے پردہ میں ہو گیا ہے مکیں
لاکھ پردہ ہے اور پردہ نہیں   جلوہ گر گشت یار پردہ نشیں

غمزہ زن گشت حسن در بازار

منعمِ خستہ و جگر افگار   از پئے زخمہائے قلب نگار
مرہمے می بجست از بازار   کیں صدا آمد از در و دیوار

لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّار

دلِ افگار کا خدا حافظ   تنِ بیمار کا خدا حافظ
گریۂ غم رفیقِ ہر دم ہے   چشمِ خونبار کا خدا حافظ

بے زری بیکسی ہیں عزم حرم — ایسے ناچار کا خدا حافظ
دشمنوں کے ہیں پہرے اڑے ہیں — مسلمِ زار کا خدا حافظ
آندھیاں چل رہی ہیں آفت کی — گلِ بے خار کا خدا حافظ
آہ کرتی ہے آہ کش کو ذلیل — دل کے اسرار کا خدا حافظ
چلدیئے باغ سے چمن پیرا — گل و گلزار کا خدا حافظ
کیا ظالم نے آشیاں ویراں — بلبلِ زار کا خدا حافظ
جسکو لینا ہے عشق کا سودا — اُس خریدار کا خدا حافظ

بندہ تنہا مصیبتیں بے حد
منعمِ زار کا خدا حافظ

ہم اٹھا بیٹھے ہیں اُس شوخ کے دیدار پہ حلف — جان دینے کیلئے ابروئے خمدار پہ حلف
وعدہ وصل کیا اور قسم بھی کھائی — پھر جو کچھ سمجھے تو انکار اور انکار پہ حلف
رات بوسے تو نہ دیتے تھے مگر دیتے تھے — بوسہ بوسہ پہ قسم گریۂ خونبار پہ حلف
آپ کی آنکھوں نے بیمار بنایا ہمکو — ہو اگر شک تو دکھو نرگسِ بیمار پہ حلف
اس میں کیا بس ہے مرا آپ ہی دیتے ہو مجھے — گرم نالہ پہ قسم آہِ شرربار پہ حلف
وہ کیا شے ہے وہ خوبی سے اڑا دیتے ہیں — ایک ہی جنبشِ ابروئے ستمگار پہ حلف

اے نعیم آج جو مشہور وفا دشمن ہیں
رکھتے ہیں عہد وفا کا وہ وفادار پہ حلف

خمسہ بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

مَرِیضُ الْحُبِّ یَا مَوْلَایَ یُدَاوَاکْ — وَلَا یَشْفِیْهِ شَیْءٌ غَیْرُ لُقْیَاکْ
کرم کن بر غریباں طالبِ مشتاک — زہجراں بر لب آمد جانِ غمناک
اَلَا یَا لَیْتَ شِعْرِیْ اَیْنَ اَلْقَاکْ

رہے غیر از رہِ عشقت نہ پویم — حدیثے جز ثنائے تو نہ گویم
دلوحِ قلب نقشِ غیر شویم — بہر جمعیتے وصلِ تو جویم
لَعَلَّ اللہ یَجْمَعُنِیْ وَ اِیَّاکْ

بدیدار تو باشد کے برابر — نظر گردوں بجلدِ پاک منظر
نہ پروا دارم ز خاکِ پائے تو سر — نعیمِ خلد اگر گردد میسّر
نَعَمْ هِیَ لَا یَطِیْبُ الْعَیْشُ لَوْلَاکْ

زخود رفتم کہ یابم از تو ہستی — چو سایہ ہمرہت باشم دوامی
مرا حاضر حضورِ خویش یابی — عنانِ عزم ہر سوئے کہ تابی
سِوَی الْقَلْبِ الْمُتَیَّمِ لَیْسَ مَاوَاکْ

فغان و آہ و شیون ہا شنیدی — بچشم لطف سوئے من ندیدی
چرا اے جانِ من از من رمیدی — شدم خاکِ رہ و دامن کشیدی
و من چوں شاخِ گل حاشاک حاشاک

اگر بر گردنِ عاشق نہی تیغ — فدائے تیغ گردم سیّدی تیغ
برائے جانِ منعم می بری تیغ — بقصدِ قتلِ جامی می بری تیغ
کرم ہائے کنی اَللہُ اَبْقَاکْ

کیجیے کس سے بیانِ دردِ دل — کس سے کہیئے داستانِ دردِ دل
غیر کی منت اٹھاتا کیا ضرور — حال کہدے گی زبانِ دردِ دل
سوزشِ غم کا بیاں ہے آہِ گرم — چشمِ تر ہے قصہ خوانِ دردِ دل
عاشقِ شوریدہ سے کیا پوچھنا — زرد رخ ہے ترجمانِ دردِ دل
دیکھ کر اُن کو شگفتہ ہو گیا — کیا دکھاتا میں نشانِ دردِ دل
تابشِ رخ سے سحر کر دیجئے — ہے شبِ تیرہ جہانِ دردِ دل

زخمہائے دل کے غنچے کھل گئے   رنگ پر ہے بوستانِ دردِ دل
دردِ تنہا ہے تو ہو گی چشمِ لطف   ہے یہی بس امتحانِ دردِ دل
اے صبا جا کر مدینہ میں سُنا   حالِ زارِ نعیم جانِ دردِ دل
لطف ہو منعم سے فرمائیں حضور
بے مزے کی داستانِ دردِ دل

جہاں زیرِ نگینِ شاہِ عالم   درخشاں مہرِ دینِ شاہِ عالم
فزوں در مرتبہ از عرشِ اعلیٰ   زہے قدرِ زمینِ شاہِ عالم
امامِ قدسیانِ سدرہ منزل   یکے از خادمینِ شاہِ عالم
جمیلِ آسمانی خانہ زادے   ز انوارِ جبینِ شاہِ عالم
نعیم الدین عاصی ہیچ کارہ
غلام کمترین شاہِ عالم

تضمین بر غزل بیدم

ربِّ احمد کی قسم احمدِ ذیشاں کی قسم   اپنے آقا کی قسم شاہِ رسولاں کی قسم
دردِ دل کی قسم اپنے دلِ بریاں کی قسم   مست کرتے عشق میں خاکِ درِ جاناں کی قسم
پھر بھی بے چین ہے دل جنبشِ داماں کی قسم
ملتی ہے تیری غلامی سے نجاتِ ابدی   تجھ میں گم ہو کے تو کہتے ہیں ثباتِ ابدی
تجھ پہ مٹ جاؤں تو حاصل ہو صفاتِ ابدی   تجھ پہ مرنے کو سمجھتا ہوں حیاتِ ابدی
آرزوؤں کی قسم حسرتِ ارماں کی قسم
دیکھنے والوں کے پھر ہوش اڑا دے جلوہ   آج ہر ذرہ کو خورشید بنا دے جلوہ
حسرتیں اس دلِ شیدا کی مٹا دے جلوہ   حشر ہے آج تو بے پردہ دکھا دے جلوہ
تجھ کو محبوب مرے چاکِ گریباں کی قسم

دلِ وحشی ہے ترے ہجر میں ہر دم مغموم   در اقدس پہ پہنچتا یہ کہاں تھے مقسوم
آگے تقدیر میں کیا ہے یہ نہیں کچھ معلوم   تیرہ بختی نے رکھا وصل سے اب تک محروم
شبِ ہجراں کی قسم شامِ غریباں کی قسم
خسرو حسن ترے حسن کی یکتا ہے بہار   دل تو کیا چیز تری زلف پہ کونین نثار
پر تو مستم نہ کسی طرح کرے گا زنہار   دل الجھتا ہے خدا کیلئے زلفوں کو سنوار
اپنے بیدم کے تجھے حالِ پریشاں کی قسم

خمسہ بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

درد و رنجے کہ مغموم و محزوں نہ گریم   نہ شاہے کہ من ہمچوں مجنوں نہ گریم
نہ دو قطرے کہ از سیلِ افزوں نہ گریم   دمے نگذرد کز غمت خوں نہ گریم
ز وصلت جدا ماندہ ام چوں نہ گریم
بسلطانِ خوباں مرا ہست رازے   بدرگاہِ سرکار دارم نیازے
بامہ جہاں کے کند قلب سازے   نہ بینم بطرفِ چمن سرو نازے
کہ از شوقِ آں قدِ موزوں نہ گریم
دلارم کجا آید ایں تاک زادہ   خمارم ز عشق ست ہر دم زیادہ
مرا ساقیم ذوقِ پاکیزہ دادہ   نیارم بجے سوئے لب جامِ بادہ
کہ بر یادِ آں لعلِ میگوں نہ گریم
مرا یادِ محبوب ہر لحظہ باید   مجھے التفات سوئے کس نشاید
دلم جانبِ مہوشاں کے گراید   ز لیلیٰ مرا ہیچ گہہ یاد ناید
کہ بر محنت و دردِ مجنوں نہ گریم
حقیقت شناسے کہ وصفت شنیدہ   تعلق ز خوبانِ عالم بریدہ

هرآں را که ذوقِ غمِ او چشیده ‌ | نه خونِ جگر ماند نے آب دیده
نه از بے غمی حال که اکنوں نه گریم

نعیما بسے مست ہشیار جامی | کہ دارد بیائے بسر کار جامی
ز عشقِ نبی گنجِ اسرار جامی | نہ بینم مگے گریہ بازار جامی
کہ از دیدہ و دل بود خوں نہ گریم

منقبت بجناب امام عالیمقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عابدِ کبریا امام حسین | زاہدِ بے ریا امام حسین
گلِ گلزارِ سیدِ عالم | مہ جبیں خوش لقا امام حسین
حضرتِ فاطمہ کے نورِ نظر | دینِ حق کی ضیا امام حسین
قرۃ العین حضرتِ حیدر | سیدِ اولیا امام حسین
سبطِ اکبر کے راحتِ دل و جاں | قوتِ مجتبیٰ امام حسین
دین کے پیشوا امام حسین | رہنما مقتدا امام حسین
جملہ اصحاب کے قرارِ دل | وارثِ انبیا امام حسین
جاں نثارانِ دین کے سرخیل | ہادی و پیشوا امام حسین
وہ شہادت کو ناز ہو جن پر | اہلِ صبر و رضا امام حسین
صاحبِ عدل و داد و حلم و کرم | تاجِ اہلِ سخا امام حسین
حامیِ دین ناصرِ ملت | دینِ حق پر فدا امام حسین
کربلا کی زمیں پہ خوں سے لکھا | تم نے نامِ وفا امام حسین
تم نے دکھلا دیا زمانے کو | نقشِ صدق و صفا امام حسین
دھوم عالم میں ہے شجاعت کی | کام ایسا کیا امام حسین

کیسے کیسے ستم ہوئے تم پر | عاشقِ کبریا امام حسین
راہِ حق میں کٹایا سب کنبہ | مرحبا مرحبا امام حسین
تین دن تک پیاس میں تڑپا | تیرا سب قافلہ امام حسین
نونہال اپنے تم نے نذر کیے | فخرِ صبر و رضا امام حسین
فوجِ ظالم کی رو سیاہ ہوئی | کر کے ظلم و جفا امام حسین
تیری صولت سے تیرے اعدا میں | تہلکہ پڑ گیا امام حسین
تیری تلوار کا جہاں میں ہے | آج تک غلغلہ امام حسین
کاٹے ہموار میں پرے کے پرے | رو دیئے اشقیا امام حسین
جلوہ افروز کربلا میں ہوئے | سیدِ انبیاء امام حسین
آپ کو دائمی حیات ملی | اے امامِ ہدیٰ امام حسین
سب جہاں میں تمہارا قبضہ ہوا | فاتحِ کربلا امام حسین
ساری خلقت میں ہو گئے رسوا | تیرے اعدا شہا امام حسین
سارے عالم کے مومنوں کیلیے | رب سے کیجئے دعا امام حسین
آپ سے رکھتے ہیں امید کرم | رنج کے مبتلا امام حسین
اس نعیمِ گنہگار پہ لطف
اے شہِ اصفیاء امام حسین

قتیلِ خنجرِ بیداد ہوں میں | فدائے ناوکِ صیاد ہوں میں
مجھی سے ہے جہاں میں نام آفت | حدیثِ عشق کی اسناد ہوں میں
مصائب کے پہاڑوں کا نہیں خوف | کہ اپنے وقت کا فرہاد ہوں میں
نکالے چشمے اُس بت کو رُلا کر | ترانے کو کہن استاد ہوں میں
میں یہ چاہوں کہ تم ہو خانہ آباد | یہ چاہو تم مروں برباد ہوں میں

یہ پایا آپ کی الفت کا ثمرہ
لگایا جب سے دل ناشاد ہوں میں

چمن میں کس طرح میرا گزر ہو
اسیرِ پنجۂ صیاد ہوں میں

کیا ایسا غموں نے مجھکو رنجور
کہ محوِ نالہ و فریاد ہوں میں

اسیرِ عشق ہوں آزاد ہوں میں
غموں میں مبتلا ہوں شاد ہوں میں

یہ فیاضی کرم کر کرکے ہر بار
مجھی کو بھولتے ہیں یاد ہوں میں

مٹادی اس نے میری سرگرانی
رہینِ منتِ جلاد ہوں میں

گل و نسریں پہ دل مائل نہیں ہے
فدائے قامتِ شمشاد ہوں میں

نعیمِ بے خطا پر یہ جفائیں
غنیمت ہے کہ ان کو یاد ہوں میں

نالہ کرتے ہیں آہ کرتے ہیں
یہ بھی کوئی گناہ کرتے ہیں

پاؤں زخمی ہوئے تو ہونے دو
سر کو ہم وقفِ راہ کرتے ہیں

آپ کے ہجر میں اسیرِ الم
گریہ اے بادشاہ کرتے ہیں

دورِ دوری کا دور ہو جائے
یہ دعا صبح گاہ کرتے ہیں

دل لگا نا کسی سے لاحاصل
وہ کسی سے نباہ کرتے ہیں

گرچہ عاصی ہیں تیری رحمت کی
ہم امید اے الٰہ کرتے ہیں

نا امیدی ہے کام کافر کا
یاس وہ روسیاہ کرتے ہیں

آپ کے غم میں جان دی ہم نے
آپ کو ہم گواہ کرتے ہیں

اُن سے حسنِ جبیں کی توصیف
انجم و مہر و ماہ کرتے ہیں

حال اُن سے کیا کہے کوئی
سن کے وہ واہ واہ کرتے ہیں

حسن ناپائیدار پہ یہ غرور
بُت ستم بے پناہ کرتے ہیں

عشق کرتے ہیں جو پری رو سے
نامہ اپنا سیاہ کرتے ہیں

حسنِ فانی بھی حسن ہے کوئی
عمر کو کیوں تباہ کرتے ہیں

حسنِ باطل پہ ناز اور غمزہ
کیوں یہ نامہ سیاہ کرتے ہیں

آنکھ رکھتے ہیں جو نعیم الدین
دل سے عشقِ الٰہ کرتے ہیں

قصہ اُن کے ستم کا کہتے ہیں
اشکِ خوں آنکھ سے جو بہتے ہیں

ہم ہی ہیں وہ جو آپ کے طعنے
سنتے رہتے ہیں اور سہتے ہیں

آپ کا حسن بے زوال نہیں
مہر و مہ بھی کبھی تو گہتے ہیں

پردہ در پردہ پردہ در پردہ
آپ آنکھوں میں میری رہتے ہیں

اس کا انکار تو غلط ہوگا
دلِ منعم میں آپ رہتے ہیں

تختۂ مشق جفائے کج ادا میں ہی تو ہوں
گردِ رہوارِ عتابِ دلربا میں ہی تو ہوں

خاک ہو کر میں نے اُن کا رتبہ بالا کر دیا
مس کو جو کر دے طلا وہ کیمیا میں ہی تو ہوں

بانیِ ظلم و ستم جور و جفا تم ہی تو ہو
ناز بردارِ ستم عینِ وفا میں ہی تو ہوں

سختیوں کے واسطے پیدا ہوا میں ہی تو ہوں
قیس اور فرہاد سب کا پیشوا میں ہی تو ہوں

کشتۂ تیغِ ستم، رنجورِ نازِ فتنہ زا
منعمِ افگار مشکورِ جفا میں ہی تو ہوں

دل کی مرادیں دیجیے، مسرور ہمکو کیجیے
اب تو خبر لے لیجیے، غم ہو چکے ہیں بیکراں

ہمکو خلاصی ہو عطا، ہو دُور سب رنج و بلا
آفت کی گھٹ جائے گھٹا، چمکیں نہ غم کی بجلیاں

اب کیجیے ایسا کرم، ہو دین کا اُونچا علَم
کفار کی گردن ہو خم، ان کا مٹے نام و نشاں

اسلام کی لیجے خبر، اور کفر کو پہنچے ضرر
کفار ہوں زیر و زبر، سب بھول جائیں مستیاں

مسلم کو پھر شوکت ملے، اسلام کو قوت ملے
بدخواہ کو ذلت ملے اے دینِ حق کے پاسباں

ذوقِ عبادت ہمکو دو، شوقِ ریاضت ہمکو دو
سنّت کی رغبت ہمکو دو، ہم سے ادا ہوں نیکیاں

مسلم ہوں باہم متحد، بھائی کا بھائی ہو ممد
مٹ جائے سب آپس کی ضد، رشک و حسد کے پاماں

طیبہ میں اپنے لطف سے اذنِ اقامت دیجیے
فرقت سے دل بیتاب ہے کب تک رہوں ہندوستاں

راہِ مدینہ دُور ہے، بندہ بہت رنجور ہے
اور حاضری منظور ہے، امداد سلطانِ جہاں

یَارَبَّنَا صَلِّ عَلٰی مَحْبُوْبِنَا
اَزْکٰی صَلٰوۃٍ دَائِمًا اَنْمٰی صَلٰوۃٍ کُلَّ آں
یَارَبَّنَا سَلِّمْ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی
وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ اِلٰی مَادَامَ دَوْرَانُ الزَّمَاں

اُجڑے ہوئے دیار کو عرش بریں بنائیں تو
اُن پہ فدا ہے دل مرا ناز سے دل میں آئیں تو

چہرۂ پاک سے نقاب آپ ذرا اٹھائیں تو
حُسنِ خدا نما کی شان، شانِ خدا دکھائیں تو

کشتۂ عشق سیّدا آپ کے نام پر مرے
جلوہ اُنھیں دکھائیے آپ اگر جلائیں تو

دردِ والم کے مبتلا جن کی کہیں نہ ہو دوا
دیکھیں وہ شانِ کبریا آپ کے در پہ آئیں تو

کرتے ہیں کس پہ کچھ ستم، کیوں ہو کسی کو رنج و غم
مولدِ مصطفٰے کی ہم عید اگر منائیں تو

بد ہیں اگرچہ ہم حضور آپ کے ہیں مگر ضرور
کس کو سنائیں حالِ دل تم کو نہیں سنائیں تو

آپ کے در پہ گر نہ آئیں کون سا در ہے جس پہ جائیں
سامنے کس کے سر جھکائیں آپ ہمیں بتائیں تو

حال مرا تباہ ہے نامہ مرا سیاہ ہے
ہیچ مرا گناہ ہے آپ اگر بچائیں تو

دل کی مراد اُن کی دید، دید ہے اُنکی دل کی عید
عید نہیں ہے کچھ بعید لطف سے گر بلائیں تو

صدمے فراق و ہجر کے کس سے یہ غمزدہ کہے
تم ہی اگر کرم کرو دردِ نہاں سنائیں تو

رفع ہیں فتح کے اثر بیٹھیں ہیں کمر کے ضرر

زیر کو کیجئے زبر نصب عدو اٹھائیں تو
کرنے کو جان و دل فدا روضۂ پاک پر شہا
پہنچے نعیمِ بے نوا آپ اگر بلائیں تو

ترجیع بند

کھول دو سینہ مرا فاتحِ ما اکر — کعبۂ دل سے صنم کھینچ کے کردو باہر
پردۂ غفلت کے نگاہوں سے ہٹا دو یکسر — مجھ سیہ کار پہ فرما دو عنایت کی نظر

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

دلِ تاریک کرم ہو تو مجلّی ہو جائے — تیرہ آئینہ توجہ سے مصفا ہو جائے
سینہ انوار گہِ جلوۂ مولیٰ ہو جائے — دل میں تم آؤ تو دل عرشِ معلی ہو جائے

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

دل میں حرص و ہوس و خواہشِ دنیا نہ رہے — آپ کا عشق رہے غیر کا خطرہ نہ رہے
آپ کی یاد ہو سر میں کوئی سودا نہ رہے — دل مدینہ رہے اور دیر و کلیسا نہ رہے

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

جلوہ فرمائیے قالب میں مری جاں ہو کر — سلطنت کیجئے اس جسم میں سلطاں ہو کر
آپ میں ہو کے فنا آپ پہ قرباں ہو کر — قدسیوں کو بھی تو دکھلا دوں میں حیراں ہو کر

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

بندۂ درگہِ عالی پہ نعیمِ بیکس — شامتِ نفس سے ہے آہ گرفتارِ ہوس

کیجئے اس کو رہا توڑیئے سب بندِ قفس — وردِ لب تا دمِ آخر رہے نامِ اقدس

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

تمنائی مطلع

سبزہ ہو فصلِ گل ہو لبِ جوئبار ہو — وہ مہر مہر ہے شبِ مہ ہمکنار ہو
میں ہوں وہ گل ہو عنبر کا نام و نشاں ہو — پھر دیکھئے بہار کی کیسی بہار ہو

تعلیاں

داغِ جگر کا حال اگر آشکار ہو — مہرِ منیر مہ کی طرح داغدار ہو
ہوگی کبھی حسینوں میں لیلیٰ بھی نامور — گر آج ہو کنیزوں میں تیری شمار ہو
غیروں پہ لطف کرتے ہو ایسا بھی کوئی ہے — دل جسکا میری طرح سے داغدار ہو

حیرت

وعدہ پہ بھی نہ جسکے ذرا اعتبار ہو — حیرت یہ ہے کہ اسکا ہمیں اعتبار ہو
بے مہروں کی یار کا ہم کیا گلہ کریں — دل ہی پہ اپنے جب نہ ہمیں اختیار ہو

مجاز سے انحراف

اے آنکھ اپنے حال پہ اب اشکبار ہو — اے سر خدا کی راہ میں اب تو نثار ہو
اے دل نکل تو سینہ سے یا جز سے نکال — بن عرشِ حق کہ جلوۂ حق آشکار ہو
اے نفس باز آ کہ تری مدتوں کا زور — بندہ بن اب خدا کا اطاعت شعار ہو

ایماں پہ خاتمہ ہو تو منعم ملے مراد
حاصل رضائے حضرتِ پروردگار ہو

تڑپنے سے دل کو نہ فرصت کبھی ہو — نہ جاں کو کبھی رنج سے مخلصی ہو
غم و درد ہو رنج ہو بے کلی ہو — مرا حال ابتر ہو افسردگی ہو

مسیحا مرے درد کے چارہ گر ہو
معالج فلاطون و بقراط اگر ہو
ترقی مرے درد کو دم بدم ہو
سر مُو بھی تکلیف کوئی نہ کم ہو
نیا درد ہو دل میں تازہ الم ہو
لبوں پر ہو فریاد اور چشم نم ہو
مگر بے قراری فزوں ہوتی جائے
مری آنکھ بھی اشکِ خوں روتی جائے

شفیعِ روزِ محشر ، شہنشاہِ زماں تم ہو
مقیمِ عرشِ اعلیٰ ہو مکینِ لامکاں تم ہو
ترے رتبہ سے بالا مرتبہ کس کا ہے دنیا میں
رفیقِ بیکساں تم ہو انیسِ بیکساں تم ہو
کلیجہ کیوں نہ ٹھنڈا ہو تمہارا نام لینے سے
محمد مصطفےٰ تم ہو حبیبِ دو جہاں تم ہو
یہاں پر میں تڑپتا ہوں تمہارے دردِ فرقت میں
مجھے قسمت پہ اُن کی رشک ہے سوئے جہاں تم ہو
جو تم سے پھر گیا اُس کا ٹھکانا ہے کہاں اُس کا
خدا بھی مہرباں اُس پہ کہ جس پر مہرباں تم ہو
چلے گا قافلہ اُمت کا جب میدانِ محشر کو
نہیں خطرہ ہمیں جبکہ امیرِ کارواں تم ہو
حسابِ زندگی درپیش ہو گا جب قیامت میں
مجھے دامن میں ڈھک لینا پناہِ بیکساں تم ہو
تمہارے نام کا سکہ ہے جاری ساری دنیا میں
سلیماں کس طرح کہہ دوں کہ شاہِ دو جہاں تم ہو

ترے در سے کہاں جائے نعیمِ زار اے مولیٰ
طبیبِ دردِ دل تم ہو علاجِ دردِ جاں تم ہو

شبِ غم بھی آخر بسر ہو گئی
تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
مرے دردِ دل کی خبر ہو گئی
کہ چشمِ کرامت ادھر ہو گئی
مدینہ کا دیدار مشکل نہیں
نگاہِ عنایت اگر ہو گئی
دیارِ نبی میں گزر ہو گئی
یہ تقدیر کس اوج پر ہو گئی
لیے قلبِ مضطر مدینہ میں پہنچا
تسلّی زمیں چوم کر ہو گئی
نگاہیں فدا روضۂ پاک پر
جبیں عاشقِ سنگِ در ہو گئی
مواجہ میں عرضِ صلوٰۃ و سلام
مری آبرو اس قدر ہو گئی
میسّر ہوا بوسۂ سنگِ در
یہ عزت تری نامہ بر ہو گئی
غموں میں مرے اک اضافہ ہوا
دوا درد کی دردِ سر ہو گئی
غمِ عشق تھا دل کے اندر نہاں
مری پردہ در چشمِ تر ہو گئی
نعیمِ خطا کار پر ہے کرم
شفاعت نبی کی سپر ہو گئی

وہ کہنے لگے شب بسر ہو گئی
اُٹھو بھی کہ اب تو سحر ہو گئی
وہ آنکھوں میں آئے وہ دل میں بسے
رقیبوں کو کیسے خبر ہو گئی
اشارے مؤثر ہوئے غیر کے
مری آہ بھی بے اثر ہو گئی
نصیحت کے کہتے ہیں موئے سفید
کہ ہشیار ہو اب سحر ہو گئی
خودی سے گزر چل خدا کی طرف
کہ عمرِ گرامی بسر ہو گئی
نسبت کو اُنکی ضرورت کو اُن کی
خدا جانے کس کی نظر ہو گئی
رہا ہمدم تک ترا انتظار
تری شکل تیری مگر ہو گئی

بسا ہے وہ محبوب میں جو ہوش و خرد | تلاش اُسکی دشوار تر ہو گئی
غم و خونِ دل کھاتے پیتے رہے | غریبوں کی اچھی گزر ہو گئی
نعیمِ سیہ کار مغفور ہو گا
جو شاہِ جہاں کی نظر ہو گئی

اندر دلم ہوائے تو یا سید الوریٰ | کونین از برائے تو یا سید الوریٰ
ایمان و دل فدائے تو یا سید الوریٰ | قربِ اتم لقائے تو یا سید الوریٰ
اندر دلم ہوائے تو یا سید الوریٰ | عرشِ دلم سرائے تو یا سید الوریٰ
کافی ست بہرِ چارہ مریضانِ جاں بلب | یک حرف از دعائے تو یا سید الوریٰ
سلطانیٔ جہان شرابِ لعلِ پاک | محبوبیت ردائے تو یا سید الوریٰ
تدعنی فداک انت فیہم مولاک فی ھواک | مطلوبِ حق رضائے تو یا سید الوریٰ
ابر نعیم خلد نعیمِ سیاہ کار
میرد چو مبتلائے تو یا سید الوریٰ

گل از نزاکتِ لبہائے دلربا حاکی | قمر ز طلعتِ رخسارِ پُر ضیا حاکی
نجوم واصفِ لمعانِ نور و ندانت | خور از جبینِ پُر انوارِ مصطفےٰ حاکی
سپہر رفعتِ قدرِ ترا شمار گوئے | صنوبر از قدِ دلجوئے خوش ادا حاکی
ز پردہ داریٔ زلفِ تو شب شبینہ خواں | سحر ز تابشِ رخسارِ با صفا حاکی
ز حسن حلقۂ زلفت وظیفہ خواں سنبل | بذکر چشمِ تو نرگس بصد حیا حاکی
بمدحِ جودِ تو ابرِ محیط رطب لساں | ز فیضِ عام تو در بحر و بر صبا حاکی

نعیم تفتہ جگر خستہ دل اسیرِ فراق
ز دردِ ہجرِ تو شام و سحر شہا حاکی

تضمین بر غزلِ خود

زبان لال ہے نطقِ خجستہ انشا کی | عجب ہے عاجزی افکارِ عرش پیما کی
ہو مدح کس طرح اُس لعلِ عالم آرا کی | گل از نزاکتِ لبہائے دلربا حاکی
قمر ز طلعتِ رخسارِ پُر ضیا حاکی

حواس و عقل و خرد فہم و دانش و فطنت | جلالِ حسن سے سب کو ہے عالمِ حیرت
زمین و دلے کریں کیا کمال کی مدحت | نجوم واصفِ لمعانِ نور و ندانت
خور از جبینِ پُر انوارِ مصطفےٰ حاکی

تمہاری مدح کی خاطر چمن میں غنچوں نے | ہزار نازش و انداز سے دہن کھولے
ترانہ سنجی بہت کی زبانِ سوسن نے | سپہر رفعتِ قدرِ ترا شمار گوئے
صنوبر از قدِ دلجوئے خوش ادا حاکی

تمہارے حسن کے مداح ہیں زمین و زماں | تمہاری خوبی کا چرچا نہیں جہاں ہیں کہاں
جمال مہر ہے وہ تابِ عارضِ رخشاں | ز پردہ داریٔ زلفِ تو شبِ شبینہ خواں
سحر ز تابشِ رخسارِ با صفا حاکی

ترانہ سنج تھی گلشن میں آج یوں بلبل | تمہارا چہرۂ انور کہاں کہاں یہ گل
تمہارے قدموں پہ قربان بوستاں بالکل | ز حسن حلقۂ زلفت وظیفہ خواں سنبل
بذکر چشمِ تو نرگس بصد حیا حاکی

کریم خلق ہو واصف ہے آپ کا رحماں | کریم خلق ہو مداح ہے آپ کا قرآں
کرم تمہاری کریمی کا بندۂ احساں | بمدحِ جودِ تو ابرِ محیط رطب لساں
ز فیضِ عام تو در بحر و بر صبا حاکی

تڑپ رہا ہے عجب طرح سے دلِ مشتاق | غمِ جدائی ہے قلبِ حزیں پہ بیحد شاق
امیدوارِ نگاہِ عنایت و اشفاق | نعیم تفتہ جگر خستہ دل اسیرِ فراق
ز دردِ ہجرِ تو شام و سحر شہا حاکی

مناجات

رہیگی تاکجا خزنِ فرقت کی کبتک سینہ افگاری
کریگی یاس تاکے زخم پر دل کے نمک باری

بہینگے دل کے ٹکڑے بنکے آنسو آنکھ سے کبتک
رہینگے چشم پرارماں سے کبتک اشکِ غم جاری

یہ بے سامانیاں یہ ضعف اور یہ دوری منزل
دلِ بے صبر کی کبتک رہیگی ایسی ناچاری

شکستہ سی امیدیں زندگی کی کچھ معاون ہیں
مگر ہمت کی تو ڑے ڈالتی ہے اپنی ناداری

نہ کچھ حُسنِ عمل ہی ہے نہ کوئی مادّی ساماں
جو کچھ ساماں ہے تو چھوٹی سی تھوڑی گریۂ زاری

میں کس منھ سے کہوں مجھکو بلا لیجے مدینہ میں
میں خود نادم ہوں آقا دیکھ کر اپنی سیہ کاری

کہاں مجھ سا کمینہ اور کہاں وہ بقعۂ طاہر
کہ جس میں جلوہ فرما ہیں حبیبِ حضرتِ باری

ولیکن کیا تعجب ہے اگر اپنی کریمی سے!
کرے وہ رحمتِ عالم خطا کاروں کی ستاری

ذرا بھی چشمِ رحمت ہو تو مٹ جائیں گنہ میرے
مرادیں سب برآئیں نکلیں دل کی حسرتیں ساری

مدینہ ہو یہ آنکھیں ہوں وہ سنگِ در یہ پیشانی
وہ آقا ہوں یہ بندہ ہو یہ دامن وہ گہر باری

یہ شیدا ہو وہ روضہ ہو یہ آنکھیں ہوں وہ جلوہ گاہیں
یہ طالب ہو وہ مطلب ہو یہ دل ہو اور وہ دلداری

زباں پر ہوں درودیں سر جھکا ہو ہاتھ پھیلے ہوں
مزہ ہو پر سر جود و کرم ہو لطفِ سرکاری

زہے قسمت گدا ہوں میں اسی سرکارِ عالی کا
عطا فرمائی جس کو حق نے سرداروں کی سرداری

ملے وہ انبساط و فرحِ روحانی و ایمانی
دلِ غم دیدہ اپنا بھول جائے گریہ و زاری

تمنائیں مچلتی ہوں عطائیں لطف کرتی ہوں
دعاؤں کی اجابت کر رہی ہو ناز برداری

وہ الطافِ کریمانہ ہوں وہ انعامِ شاہانہ
نعیم الدین کو دکھیں دیدۂ حسرت سے درباری

در مذمتِ قاتلانِ اہلبیت

اے ابنِ سعد رَے کی حکومت تو کیا ملی … ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی … کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی
اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہلبیت … دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے … گھوڑے پہ گور کو بھی تمہاری نہ جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے … مردودو تم کو ذلتِ ہر دو سرا ملی
تم نے اجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں … تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بد دعا ملی
دنیا پرستو دین سے منھ موڑ کر تمہیں … دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھا یا رنگ شہیدوں کے خون نے … سر کٹ گئے امان تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انھوں نے ابھی سزا … دیکھینگے وہ جحیم میں جب دم سزا ملی

خمسہ

نہ مرا در دستہ کاری دو عدہ شکنی — نہ مرا خوفِ جفا جوئی و عشاق کُشی
کہ بجز پد بدلم زخرفِ دنیا کے دلی — الٰی حَبِیْبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قُرَشِیٌّ
کہ بود دردِ و غمش مایۂ شادی و خوشی

گو بظاہر نہ میسر شدہ دیدارِ نبی — بود دل جلوہ گہِ حسنِ ملیحِ نبوی
از سرِ صدق ہمی گفت اویسِ قرنی — الٰی حَبِیْبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قُرَشِیٌّ
کہ بود درد و غمش مایۂ شادی و خوشی

میں گنہگار خطاکار سیہ کار سہی — کونسی ایسی بدی ہے کہ جو مجھ سے نہ ہوئی
باوجود اسکے شفاعت کی ہے امید قوی — الٰی حَبِیْبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قُرَشِیٌّ
کہ بود درد و غمش مایۂ شادی و خوشی

کمالِ حسن پرودہ ہے نازِ لا اُبالی ہے — سنبھل کر اے دلِ مضطر تبارک اللہ تعالیٰ ہے
ارسطو کیا ہے نبضِ عاشقاں پر ہاتھ رکھنے سے — فلاطوں خود گرفتارِ بلائے خستہ حالی ہے
نہیں کچھ سینہ کاوی جل دیا شاید کہیں دلبر — کہ دل پہلو سے غائب ہے ہمارا سینہ خالی ہے
یکس نے روند ڈالا اشکِ بیکس کو وہ موتی ہے — کہ آنکھیں کھل گئیں جب جاں آگئی کیا پائمالی ہے
پھیلیں خوفِ محشر گلزار پھولیں چشمے ہوں جاری — برس اے چشمِ خوں افشاں جہاں میں قحط سالی ہے
فنا ہو جائیں جسکو ہو نہیں سکتی فنا ہرگز — یہ ہستی جس پہ تو مفتوں ہے تصویرِ خیالی ہے
ہنر ہی سے جہاں میں آدمی کی قدر ہوتی ہے
نعیمِ بے ہنر مشہور تیری بے کمالی ہے

سیم و زر کی جسے میسر ہے — عیشِ دنیا اُسے مکدّر ہے
اُسکے نزدیک زینتِ عالم — خس و خاشاک سے بھی کمتر ہے
اصل نعمت بقا ہے لیکن وہ — کونسی چیز کو میسر ہے

کون سی چیز کو زوال نہیں — نیستی سب کی یاں مقدر ہے
ہے تغیر میں روز ماہِ منیر — اسی چکر میں مہرِ خاور ہے
نقش بر آب کی طرح ہیں وجود — بے ثباتی ہر اک کی اظہر ہے
سب حقیقت میں نقشِ باطل ہیں — جاہ ہے یا حکومت و زر ہے
دل کی دنیا عجیب دنیا ہے — رازِ ہستی کا اس میں مضمر ہے
دل کو خالی کرو کدورت سے — جلوہ گاہِ جنابِ داور ہے
سارے عالم میں جو سما نہ سکے — جلوہ فرما وہ دل کے اندر ہے
تم اسے ڈھونڈنے چلے ہو کہاں — دلِ بے ظل ہی یار کا گھر ہے
پر تو حسنِ لم یزل پہ مٹو — جس سے مومن کا دل منور ہے
ظل کو لیکر نہ اصل کو چھوڑو — سایہ بے اصل نامصور ہے
ظل کو ظل جان کر کرو توقیر — کیونکہ یہ بھی اسی کا مظہر ہے
رازِ وحدت کھلے نعیم الدین
اشرفی کا یہ فیض مجھ پر ہے

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پا بجولاں دیکھئے
چلئے اٹھیے اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھئے
اپنے ہی سینہ میں کیجئے اپنے دلبر کی تلاش
مصر میں کیا جائیے کیا چاہِ کنعاں دیکھئے
از رہِ بندہ نوازی چشمِ پُر انوار سے
دیکھئے میری طرف ختمِ رسولاں دیکھئے
دیکھئے سیمائے انور دیکھئے رخ کی بہار
مہرِ تاباں دیکھئے، ماہِ درخشاں دیکھئے

دیکھئے وہ عارض اور وہ زلفِ مشکیں دیکھئے
صبح روشن دیکھئے شامِ غریباں دیکھئے

جلوہ فرماں ہیں جبینِ پاک میں آیاتِ حق
مصحفِ رخ دیکھئے تفسیرِ قرآں دیکھئے

یہ نعیمِ زار کیا ہجر میں بیتاب ہے
دیکھئے اُس کی طرف، اے شاہِ شاہاں دیکھئے

عطائیں پوچھئے سرکار کی محتاج سائل سے
اُٹھائے ہوں جنھوں نے فیض اُنکے بحرِ ساحل سے

مذاقِ دل ہے شیریں نام اِن شیریں خصائل سے
مشامِ جاں ہوا ہے مست اُس گل کے شمائل سے

امامِ اعظم و محبوبِ سبحانی و شہِ سمناں
پہنچتے ہیں نبی تک ہم انہی اعلیٰ وسائل سے

وہ رُوئے حق نما مظہر ہے حُسنِ بے مثالی کا
جمال اُن کا منزہ ہے مقابل سے مماثل سے

سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نورٌ علیٰ نور
کہ مشکوٰۃ ہے شانِ اُنکی انھیں کیا واسطہ ظل سے

بفضل اللہ نابینا نہیں ہوں کیسے دوں نسبت
کہ پائے حبیبِ حق کو روئے ماہِ کامل سے

دلیلِ قدرتِ حق ہے مرا ہونا فنا ہونا
شہادت اپنی دلوا لیتے ہیں وہ حق و باطل سے

جنابِ شیخ اُنہیں خدمتِ پیرِ طریقت میں
یہ عقدے حل نہیں ہو سکتے منطق کے مسائل سے

نگاہِ لطف اللہ اے قرارِ خاطرِ مضطر
کہ اب تو آ گیا ہوں تنگ میں بیتابیٔ دل سے

غرض کیا ہمکو بلبل سے اور اُسکے گرم نالوں سے
نہیں گر درد دل میں فائدہ ذکرِ عنادل سے

ہر اک شاہ و گدا کو جھکے در سے ملتا ہے صدقہ
نعیم الدین بھی سائل ہے اُسی دربارِ باذل سے

غریبوں کی حاجت روا کرنے والے — فقیروں کو دولت عطا کرنے والے
عفو کرنے والے عطا کرنے والے — کرم چاہتے ہیں خطا کرنے والے
اشاروں سے مُردے جلا دینے والے — تبسم سے دل کی دوا کرنے والے
سناتے ہیں تفسیرِ تنزیلِ محکم — جنابِ نبی کی ثنا کرنے والے
نہیں جانتے رنج و غم چیز کیا ہے — تری یاد صبح و مسا کرنے والے
ہدایت سے آنکھیں ہوئے داد گستر — ستم گر ہوئے جفا کرنے والے
اسیرانِ عصیاں کی شانِ کرم ہے — شفاعاتِ روزِ جزا کرنے والے
وہ صدیقِ اکبر وفا کرنے والے — نبی پر دل و جاں فدا کرنے والے

نعیمِ سیاہ کار پر بھی کرم ہو
دو عالم کو دولت عطا کرنے والے

نہ کر فکر اے دل وہ کیسے ملیں گے — عنایت کریں گے ارے ہاں ملیں گے
مدینہ کے عاشق مدینہ چلا چل — مدینہ کے رستہ میں کعبے ملیں گے
نکیرو نہ پوچھو مرے دل کو دیکھو — فضاؤں میں دل کی مدینے ملیں گے

مخمس بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ

اَلذَّاتُ عَنِ العُیُوبِ خَالِی | وَالوَصْفُ مِنَ البَیَانِ عَالِی
فَہُوَ صَمَدٌ عَنِ المِثَالِی | اے مظہرِ حُسنِ لایزالی
مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

ذاتِ تو زعیب ونقص خالی | وصفِ تو زادہج وصف عالی
در ذات وصفات وبیمثالی | اے مظہرِ حسنِ لایزالی
مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

ہر عیب سے ذاتِ پاک خالی | توصیف و شمار سے وصف عالی
ثابت ہوئی تری بے مثالی | اے مظہرِ حسنِ لایزالی
مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

مخمور زبادۂ تمنا | مجبور زقلب ناشکیبا
می جست بکوہِ طور موسیٰ | انوارِ تجلیِ قدم را
رخسارِ تو احسن المجالی

دیدن نتواں جمالِ حق را | بے پردہ دریں سرائے دنیا
برطور کہ می بجست موسیٰ | انوارِ تجلیِ قدم را
رخسارِ تو احسن المجالی

اے قدوۂ رہبرانِ کامل | اے ہادیِ سالکانِ منزل
حلال معماہائے مشکل | درشانِ کمالِ تست نازل
آیاتِ مکارم ومعالی

بر حسن رخت فدا بہار است | قربانِ دوچشم لالہ زار است
صبح ست کہ تابشِ عذار است | رومیت طرفاً من النہار است
زلفت زلفاً من اللیالی

شیدائے جمالِ بے مثالش | مستِ مے حُسنِ بے زوالش
جوید پئے بادۂ حلالش | میخانہ کہ ساحتِ جلالش
باد از غبارِ غیر خالی

آں کج کلہاں کہ ارجمندند | واں ناموراں کہ عقلمندند
ویں مدعیاں کہ خود پسندند | احرام حریمِ آں نہ بندند
بجز دُرد کشانِ لا اُبالی

ملا بشاغلِ تورّع | صوفی بہ تخضّع وتخشّع
منعم بہ فنِ تکلف و تقنّع | جامی بہ وظائف و تضرّع
مشغول بود علی التوالی

بیت در صنعت مقلوبِ مستوی

بشانِ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت سراپا برکت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ

اَصْمَادُ مَعَ اَحْمَدَ مَا صَنَا اَعْلَامَ کُفْرِہَا
فَکَمَا لَعَا اَصْمَادُ مَعَ اَحْمَدَ مَا صَنَا

حصہ چہارم تمام ہوا

حصہ پنجم

آخری لمحاتِ حیات

آہ! اب راقم الحروف اُن آخری لمحات کے چند واقعات و حالات کا تذکرہ کرتا ہے جبکہ قدرتِ حق کی یہ عظیم نعمت ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔

راقم الحروف نے حضرتِ اقدس قدس سرہٗ کی آغوشِ رحمت و شفقت میں پرورش پائی ہے۔ میرے والد ماجد صوفی صابر اللہ شاہ صاحب مدظلہٗ حضرتِ اقدس سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، اور کوئی بھی خانگی امر حضرت سے مخفی نہ تھا۔ کوئی بیمار ہو، یا کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو، سب میں صرف حضرت ہی پر اعتماد تھا اور ہے۔ احوال ماحول سے تابع ہوتے ہیں، قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس کے والد جس پر اسقدر اعتماد و عقیدت رکھتے ہوں، از سمی والدین کی شفقت اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ اس کی اولاد بھی اُن پر جان نثار کرے جس پر یہ قربان ہیں۔ چنانچہ میری خورد سالی میں برابر میرے والد ماجد مجھے اپنے ہمراہ حضرت کی خدمت میں لے جاتے تھے حتیٰ کہ جب سنہ ۱۳۳۳ھ میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں اردو فارسی کی میری تعلیم شروع ہوئی تو روزانہ بعد نمازِ عصر دربارِ اقدس کی حاضری معمول ہو گئی۔

پھر جب ۱۳۳۴ھ میں میرے اسباق عربی کے شروع ہوئے، تو اور زیادہ حاضری کا موقع ملتا رہا۔ جب حضرتِ قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر قرآن کریم کی دوبارہ طباعت شروع کرائی، تو اپنے ہمراہ تصحیح اصل مسودہ ترجمہ و تفسیر کے لیے بنظرِ کرم اس فقیر پر فرمائی۔ سنہ ۱۹۴۰ء سے مستقل مجھے اپنے دربار میں باریاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ روز بروز حضرت کی نظرِ کرم زیادہ ہوتی رہی حتیٰ کہ تفسیر کی طباعت کے دوران میں سنہ ۱۹۴۷ء میں جبکہ حبسِ بول کا عارضہ

شدید صورت اختیار کر چکا تھا، اور یہ دوسرا حملہ تھا جو ۱۹۴۶ء کے بعد شدت کے ساتھ ہوا۔ تین روز مسلسل حبسِ بول رہا۔ ڈاکٹر آتے تھے، پیشاب نکالنے کی کوشش کرتے تھے، مگر کامیاب نہ ہوتے تھے، یہاں تک کہ قریب قریب ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے۔ اس شدتِ مرض میں آپ نے اپنے بڑے فرزند ارجمند حضرت مولانا حکیم سید ظفر الدین احمد صاحب کو بلایا۔ اس وقت دوسرے صاحبزادگان اور مخصوص نیاز مندان بھی حاضر تھے، اور حضرت سیدی استاذی تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد قدس سرہٗ تو برابر حاضر رہتے ہی تھے، اور از زیادہ شدتِ مرض نے بے چین کر رکھا تھا، ان تمام حضرات کی موجودگی میں فرمایا:-

"مولانا میاں (یعنی بڑے صاحبزادے) قرآن کریم کی طباعت مکمل نہیں ہوئی ہے، تصحیح کا کام شاہ جی (یعنی راقم الحروف، آپ ہمیشہ شاہ جی ہی سے یاد فرماتے تھے) سے ہی مکمل کرانا، چونکہ یہ میری طرزِ تحریر اور رسمِ خط سے خوب واقف ہو گئے ہیں۔ میں تو انکو جو دیتا تھا یہ اپنی سعادت مندی سمجھ کے لیتے تھے، لیکن تم ان کو ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کرنا، اور شاہ جی کے ساتھ گجرات سے (حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہٗ) کو بلا لینا، یہ دونوں تفسیر کی طباعت کی تصحیح کر لیں گے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو شفا عطا فرمائی، اور حضرتِ اقدس نے اس علالت کے ساتھ خود ہی اس تفسیر کی مکمل تصحیح کی۔ اسی دوران میں

میں بیمار ہو گیا، اور میری بیماری نے اتنی شدت وطوالت اختیار کی کہ دو
سال بستر پر پڑا رہا، سات مرتبہ موتی جھرہ نکلی، اسکے بعد فالج گرا، مرض نے
شدت اختیار کی۔ حضرت کے کرم کا یہ حال تھا کہ پڑھانے میں طلباء سامنے ہیں
آپ نے فرمایا، چلو شاہ جی کو دیکھ آئیں، اسطرح جب تک میں بیمار رہا ہفتہ میں
کبھی کبھی بار ہا اوقات روزانہ غریب خانہ پر تشریف لاتے، اور مجھے تسلی و
تشفی دیتے، اس سلسلہ تشریف آوری میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ دس پانچ روپے
میرے تکیہ کے نیچے نہ رکھ دیے ہوں۔ جب شہر کے بڑے بڑے اطباء و حکماء مجھے
جواب دے چکے، تو حضرت نے فرمایا، اب ایک نسخہ ہے، جو شروع کراتا ہوں، اللہ
تعالیٰ کو زندگی بخشنی ہوئی، تو آرام آجائیگا، لیکن وہ نسخہ بہت قیمتی ہے، فی خوراک
اس کی قیمت تین روپے ہوتی ہے، اور دن میں ایسی تین خوراکیں دینی ہونگی
لیکن یہ حضرت قدس سرہٗ واقف تھے کہ والد صاحب کا سلسلہ روزگار میری علالت
کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا، اب گھر اور بیماری کا خرچ صرف حضرت قدس سرہٗ
کے کرم خسروانہ پر تھا۔ خود ہی فرمایا، یہ دوا دیتے رہو، کوئی فکر نہ کرو۔ چنانچہ حضرت
نے اسکو شروع فرما دیا، ساڑھے تین مہینے تک مسلسل ۹ روپے روزانہ کی دوا دیجاتی
رہی، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، حضرت کی دعا و شفقت نے درجۂ قبولیت پایا۔ دوا
کے استعمال سے دن دونی رات چوگنی صحت عود کرتی رہی یہاں تک کہ میں اس
قابل ہو گیا کہ سواری میں بیٹھکر آستانۂ قدسی کی حاضری دے سکتا۔ اس ضعف
و ناتوانی کے دور میں جب بھی میں بارگاہ میں حاضر ہوا، حضرت اپنا وہ گاؤ تکیہ جو
حضرت کے لیے خاص تھا، نکال کر میری کمر کے پیچھے لگا دیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں
کہ میری زندگی تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی، اب باقی جتنی بھی میری حیات ہے وہ
حضرت قدس سرہٗ کی دعاؤں کے نتیجہ میں ہے، اسلیے آپ کی حیات طیبہ میں باوجود

جسقدر بھی تحدیثِ نعمت کیجائے کم اور بہت کم اور میری وسعت اختیار سے بالا ہے۔
غرضکہ بیماری کے بعد ۱۳۶۳ھ میں میری دستار بندی حضرت نے فرمائی
اور میری حاضری پھر بدستورِ سابق شبانہ روز آستانۂ قدس میں شروع ہو گئی۔
۱۳۶۴ھ میں چونکہ اماں جی مرحومہ (یعنی والدۂ شہزادگان) کا انتقال ہو چکا تھا اور
آپ اپنے دونوں بڑے صاحبزادوں اور انکے گھر بار کے اخراجات کے خود متکفل تھے
اور تمام نفوس کا خرچ خود ہی برداشت فرماتے تھے، اسلیے گھر کے خورد و نوش کا
انتظام اس خادم کے سپرد تھا۔

آستانہ سے ہر ایک چیز دونوں وقت دونوں صاحبزادوں کے گھر جاتی تھی
مہمانوں وغیرہ کا کھانا ایک وقت بڑے صاحبزادے کے یہاں اور ایک وقت
منجھلے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد اختصاص الدین احمد صاحب نعیمی کے یہاں
پکتا تھا۔ اسی دوران میں تحریک قیام پاکستان شروع ہو گئی۔ آپ نے
سنی کانفرنس کی تنظیم تیز تر فرمائی اور ملک میں دورے شروع کر دیے
لہٰذا اس خادم کو مرکزی دفتر آل انڈیا سنی کانفرنس کا منتظم مقرر کیا۔
تمام مراسلات و مواصلات، تحصیل و ترسیل زر سب اس خادم کے سپرد تھی
اور جب ملک میں حضرت کے دورے قیام پاکستان کے سلسلے میں شروع ہوئے
تو اس خادم کو اپنی خدمت میں ساتھ رکھا، حتیٰ کہ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا
سنی کانفرنس ہوئی، اور اگست ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان ہوا۔ قیام پاکستان
کے بعد آپ نے اپنے ایک ہم جماعت مولانا سید محمد مہدی علی صاحب مرحوم
کی صاحبزادی کے لیے میرا خطبہ دیا۔ بھلا جہاں حضرت خود پیام بھیجیں کسی کو کیا
انکار ہو سکتا تھا، چنانچہ ۲۱ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۴ شوال ۱۳۶۶ھ کو
میری شادی ہوئی، اور حضرت مع اپنے ان تمام حاضرین محفل کے اور میرے مخدوم

اساتذہ کرام مدظلہم شریکِ برات ہوئے، بتعمیلِ حکم حضور تاج العلماء سیدی
واستاذی حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ نے عقد کیا اور
خطبۂ نکاح پڑھا۔ لیکن اسکے کچھ عرصہ بعد حضرت قدس سرہٗ کے مرض ذیابیطس
نے ترقی کی اور جسم روز بروز گھلتا رہا، صحت جواب دیتی رہی۔ آپ نے خیال
فرمایا کہ میرا آفتابِ عمر سرِ کوہ ہے، اور یہ شمعِ علم و عرفاں گل ہونے والی ہے
تو وہ روپیہ جو سُنّی کانفرنس کا ہے، اُسکو کسی ایسی جگہ خرچ کرانا چاہیئے جو
سُنّی کانفرنس کا مقصدِ اصلی ہے۔ چنانچہ مارچ ۱۹۴۸ء میں آپ نے
آل پاکستان کا طوفانی دورہ فرمایا، حتیٰ کہ لاہور اسی غرض سے رونق افروز
ہوئے، حضرت ابو الحسنات صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور پاکستان
سے جو اسوقت پنجاب سُنّی کانفرنس کے صدرِ اعلیٰ تھے، تبادلۂ خیالات کیا۔
ملکی حالات استفسار فرمائے۔ پھر لاہور سے کراچی کا عزم کیا۔ اسٹیشن پر
مبلغِ اسلام حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صاحب میرٹھی مرحوم، مولانا عبد الحامد
صاحب بدایونی، اور دیگر احباب و نیازمندان برائے استقبال حاضر آئے،
مولانا عبد الحامد صاحب اپنی کار کے ذریعہ اسٹیشن کراچی شہر سے حضرت علامہ
مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی کے دولت کدہ پر لے گئے۔ شام کو ایک کاٹھیاواڑی
سیٹھ (جنکو مدنی کہتے ہیں مجھے اُن کا نام اسوقت یاد نہیں) کے یہاں ایک منزل مکان
خالی کرا کے قیام کرایا۔ آپ نے وہاں شہر کے علماء و عمائدین اہلِ سنّت کو بلایا
اس سفر میں حضرت محدثِ اعظم مولانا الشاہ ابو المحامد سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی
حضرت سیدی مولانا مفتی صاحبداد خاں صاحب حضرت مولانا عبد السلام صاحب باندوی
اور دیگر احباب اہلِ سنّت کے مشورے سے طے پایا کہ ایک ادارہ تبلیغ قائم کیا جائے
جسکے تحت سرِ دست علاقہ میں دورہ کر کے سندھی مسلمانوں میں تبلیغ مذہب ہو

جب مبادیات طے ہو گئے، تو آپ نے حاجی محمد ابراہیم صاحب مالک اسٹیشنری مرادآباد
کو دو ہزار روپیہ سُنّی کانفرنس کا حوالہ فرمایا، یہ رقم کام شروع کرنے کے لیے ہے، لیکن
یہ رقم کم ہے جو اسکو پورا کرتے رہنا تمہارا کام ہے۔ اس تبلیغی ادارے کے صدر
مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی مقرر کیے گئے، اور ابھی صوابدید پر تفصیل رقم
موقوف رکھی گئی۔ جب یہ تمام کام ختم فرما چکے، تو حضرت نے ارادہ فرمایا کہ
بغداد شریف، نجفِ اشرف، کربلائے معلّٰی، بیت المقدس اور دیگر مقامات
مقدسہ کی زیارت فرمائیں، کراچی تو آ ہی گئے ہیں، چنانچہ پاسپورٹ اور سیٹیں
سب مکمل ہو چکی تھیں، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ مرض نے انتہائی
شدت اختیار کر لی، اور اب تپ ولرزہ بھی شروع ہو گیا، بالآخر تیاریوں کا
سفر ترک فرما دیا، اور لاہور واپس تشریف لے آئے۔ لاہور آنے کے بعد
مرض نے خطرناک صورت اختیار کرنی شروع کر دی، مسلسل غذا کے نہ پہنچنے
سے ضعف و نقاہت کا استیلاء ہونا لازمی تھا۔ چونکہ آپ کا قیام ہمیشہ حضرت علامہ
مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب قادری ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف
لاہور کے یہاں ہوتا تھا، اس سفر میں بھی آپ نے یہاں ہی قیام فرمایا۔
سید صاحب قبلہ نے بحد تگ و دو کر کے اسپیشل طیارے (ہوائی جہاز) میں
دہلی کے لیے سیٹ ریزرو کرائی، اور آپ مرادآباد واپس تشریف لے گئے۔
مرادآباد پہنچنے کے بعد تو حالات دن بدن مایوس کن ہوتے چلے گئے، شہر کے
بڑے بڑے حکیم و ڈاکٹر آتے رہے، اپنے فن کے کمال دکھاتے رہے، مگر جو
اللہ تعالیٰ منظور تھا وہ ہوا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی نشست و برخاست بھی متعذر
ہو گئی، تو آپ نے چارپائی جنوباً شمالاً کرا دی، تاکہ رو بقبلہ ہو کر نمازیں ادا کی جا سکیں
اس دوران میں فقیر مسلسل راتوں کو جاگتا تھا، اور کسی کو قریب بیٹھنے کی

اجازت نہ تھی۔ میرا ہمیشہ کا معمول رہا ہے کہ کبھی حضرت کے سامنے نہیں بیٹھا اور نہ کبھی چار زانوں بیٹھا۔ ہمیشہ میں آستانہ پر کسی دیوار یا ستون کی اوٹ میں عادت کو لیتا تھا، تاکہ مجھے حضرت لیٹے ہوئے نہ دیکھیں۔ چنانچہ اس بیماری کے زمانہ میں بھی اگر غنودگی نے بہت مجبور کیا، تو چارپائی کے پیچھے سرہانے گاؤ تکیہ پر سر رکھ کر کچھ نیند لے لی۔ حضرت اگر کروٹ بھی لیتے تھے تو میں بیدار ہو جاتا تھا۔ اسی دوران میں ایک شب حضرت کے سرہانے تکیہ پر سر رکھے ہوئے لیٹا تھا، کچھ غنودگی سی طاری ہو گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ

ایک نہایت عالیشان بقعۂ نور کمرہ ہے چاروں طرف قالین پر گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین، ایک طرف حضرت سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ مشکل کشا، ایک طرف حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تکیہ لگائے رونق افروز ہیں۔ آخر میں ایک کونہ پر ایک نشست خالی ہے، کمرہ کے دروازہ پر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں کہ ایک طرف سے سفید عمامہ باندھے سفید ململ کی اچکن پہنے حضرت قدس سرہ آرہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا تمہاری نشست اندر خالی ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میرے لیے یہی بڑی سعادت ہے کہ جوتیوں میں ہی جگہ مل جائے مگر حضرت فاروق اعظم ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے، حضرت نے عرض کیا الامر فوق الادب۔ اس خالی نشست میں آپ کو بٹھا کر

بٹھا دیا گیا، آپ ابھی پورے بیٹھے بھی نہیں تھے کہ میری آنکھ کسی وجہ سے کھل گئی۔ صبح کو سیدی استاذی تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہ کی موجودگی میں اپنا خواب بیان کیا، سنکر حضرت کے خوشی میں آنسو نکل آئے فرمایا، میرا انتظار ہے، اب میں جا رہا ہوں۔ یہی اس کی تعبیر ہے۔ حضرت تاج العلماء نے عرض بھی کیا کہ یہ خواب حضور کی صحت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ مگر آپ نے پھر یہی فرمایا، نہیں! میرا انتظار ہے۔

چنانچہ آپ نے اپنی غیر منقولہ جائداد کو اپنے چاروں صاحبزادوں میں گھر پر کمیشن بلا کر منتقل فرمایا، منقولہ جائداد کو تقسیم کیا، صرف آٹھ سو روپیہ اپنے تجہیز و تکفین اور مراسم فاتحہ چالیسویں اور علاج کے لیے باقی رکھا۔ قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر جو کہ آپ کے بڑے صاحبزادے کے نام رجسٹرڈ تھا سب کی موجودگی میں ان سے وصیت فرمائی کہ یہ رجسٹریشن چاروں صاحبزادوں کے نام منتقل کر دو، بحصہ مساوی چاروں اسکی آمدنی میں شریک ہیں۔ بڑے صاحبزادے نے سرِ اطاعت جھکا دیا، اور حضرت قدس سرہ کو مطمئن کیا۔ اسکے بعد مریدین کا ایک تانتا بندھنا شروع ہو گیا، ایک جماعت آتی تھی، داخل سلسلہ ہو کر جاتی تھی کہ دوسری جماعت آ جاتی۔ خدا معلوم کہاں کہاں سے لوگ آتے تھے۔ آخر ایام میں چونکہ ضعف و نقاہت سے آواز بالکل پست ہو گئی تھی، جماعت کو آواز تلقین نہیں کیجا سکتی تھی، تو یہ خادم حضرت کے لبہائے مبارک کے پاس اپنے کان لیجاتا، آپ ارشاد فرماتے اور میں اس کا اعادہ کرتا، اور مرید اسکو کہتے جاتے تھے، حتیٰ کہ رحلت سے ایک گھنٹہ قبل تک

یہی سلسلہ رہا جب کبھی میں نہ ہوتا، تو حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ یہ خدمت انجام دیتے علالت کے زمانہ میں حضرت مجھے بعد مغرب گھر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے، اور میں ایک گھنٹہ یا کچھ کم و بیش میں واپس آجاتا تھا۔ اگر میرے گھر جانے تک کچھ غذا ملاحظہ نہیں فرمائی ہے، تو جبتک میں واپس نہیں آتا تھا میرا انتظار فرماتے رہتے۔ غذا کے لیے جو بھی عرض کرتا، فرماتے شاہ جی کو آنے دو

وصالِ مبارک سے ایک ماہ قبل میں نے عرض کیا کہ حضور نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں جب تجھ سے بہت خوش ہونگا تو تجھکو ایسی چیز دونگا جو تجھے ہمیشہ کے لیے کافی ہوگی، حضور مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہوں انکو معاف فرماتے ہوئے اب اگر کرم فرمادیں تو زہے نصیب۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنا وعدہ یاد ہے، لیکن میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں اسکی طلب ہے یا نہیں۔ اب میں تجھکو وہ چیز دیتا ہوں، جو تجھے عمر بھر کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ کرم فرمایا اور عطا فرمائی۔ یہ وہ چیز ہے جسکو آپ نے چند ہی افراد کو مرحمت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے تھے، ایک تو تیرے والد کو دیا ہے، اور سید کو (یعنی مولانا ابو البرکات صاحب مدظلہٗ کو)۔ مولوی احمد یار خاں صاحب، اور چند مخصوص لوگوں کو اور یہ میں اسی وقت دیتا ہوں جب میں اس سے بیحد خوش ہوتا ہوں۔

۸۔ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ کو میں نے عرض کیا کہ حضور اگر مجھے سلسلہ کے فیوض سے بہرہ ور فرمادیں تو نجات کی ضمانت ہو جائے۔ آپ نے اشارہ فرمایا، میں چارپائی پر داہنی جانب دوزانو بیٹھا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور داخل سلسلہ فرما کر اپنے تمام اوراد و اشغال اور سلاسل کا ماذون و مجاز فرمایا، اور صبح کو ایک مثال (سندِ اجازت) اور چند مخصوص اشغال مرحمت فرمائے۔

وصال سے دو گھنٹے قبل آپ نے مجھ سے فرمایا، شاہ جی تجھے میری بیاض خاص

کی نقل کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا نقل کرلو، پھر تمکو دیکھنی بھی نصیب نہ ہوگی (چنانچہ یہی ہوا کہ آج اسکو دیکھنا بھی میسر نہیں) میں نے جلد از جلد اسکو نقل کر کے ایک ہفتہ قبل پیش خدمت کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور اس پر دستخط فرمادیں، چونکہ زمانہ نے دیکھا ہے کہ میں خدمتِ اقدس میں ہر وقت باریاب رہتا ہوں، کہیں کوئی یہ بدگمانی نہ کرے کہ میں نے خود خفیہ نقل کی ہے۔ اس بات پر آپ مسکرائے اور دستخط فرمادیئے۔ یہ وہ آخری دستخط ہیں کہ اسکے بعد آپ نے دستخط ہی نہیں کیے۔ اور اس خادم کے پاس موجود ہیں۔

اسی طرح وصال سے تین روز قبل کا واقعہ ہے کہ میرے کان میں شدید درد تھا، اور بیساختہ سوتے جاگتے کان پر ہاتھ جاتا تھا، صبح کو مجھ سے اشارہ فرمایا میری سمجھ میں نہ آیا، گھبرا کے باہر حضرت سیدی تاج العلماء (قدس سرہٗ) تشریف فرما تھے، اُن سے عرض کیا، آپ نے اشارہ سمجھا کہ قلم دوات طلب فرماتے ہیں قلم دوات اور کاغذ پیش کیا گیا، آپ نے لکھا۔

"میں رات کو دیکھتا ہوں کہ بے اختیار بار بار
تیرا ہاتھ کان پر جاتا ہے، جاؤ ڈاکٹر مشتاق نبی کو دکھاؤ۔"

یہ تحریر اتنی شکستہ اور غیر مانوس تھی کہ تحریر دیکھ کر تاج العلماء کے بیساختہ آنسو نکل آئے، اور فرمایا اللہ اکبر! یہ اس ہستی اقدس کی تحریر ہے جسکے بیشمار شاگرد ہر طرز تحریر میں کاتب و خوشنویس ہیں، آج ضعف نے یہ حال کر دیا کہ تحریر پڑھی بھی نہیں جاتی۔ یہ تحریر بھی آخری تحریر ہے جو میرے حق میں لکھی گئی۔ اسکے بعد آپ نے کوئی حرف نہیں لکھا۔ یہ تحریر بھی آپ کے تبرکات میں میرے پاس محفوظ ہے

اسی دوران علالت کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی تاج العلماء (قدس سرہٗ) نے (جو کہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی) جامعہ کا حساب و کتاب

پیش کیا۔ حضرت نے اُسوقت آپ کو ایک سندِ اعتماد و خوشنودی کارِ اطمینانِ حساب و کتاب تحریر فرمادی۔ چنانچہ اس دوران میں حضرت کے بڑے صاحبزادے نے جو مدرسہ کے متولی تھے، حضرت سے عرض کیا کہ حضور مجھے بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ مدرسہ کا کیا حساب و کتاب، اور کتنی رقم ہے؟ حضرت نے فرمایا، مولانا محمد عمر کی امانت، و دیانت، محبت میری جانچی ہوئی ہے، تمہاری سب کی سعادت اسی میں ہے کہ انکے قدم دھو کر پیو، انکے کاموں میں دخیل نہ ہو۔ یہ میرے معتمد و مخلص ہیں

آپ کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ اٹھتے بیٹھتے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ پڑھتے تھے، مگر اب کے حالات کے زمانہ میں ہر وقت آپ کا یہ ورد تھا۔ کچھ ایام قبل آپ کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھتے رہتے تھے۔ ایک روز مجھ سے فرمایا شاہ جی! تو گواہ رہنا جب مجھے افاقہ ہوتا ہے تو میں کلمۂ شہادت پڑھتا ہوں غالباً یہ انتم شہداء اللہ فی الارض ارشاد نبوی کے ماتحت عمل فرمایا گیا، ورنہ کہاں میں اور کہاں اُس بقعۂ نور کے لیے شہادت۔

الغرض وہ دن آیا کہ جس دن وصالِ حق سے سرفراز ہونا، اور ہمیں دنیا میں تڑپتے ہوئے چھوڑ جانا تھا۔ جمعہ کا دن تھا، ۱۸ ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء تاریخ تھی۔ صبح ہی سے آثار اس قسم کے پائے جا رہے تھے کہ یہ اہلِ سنت کا تاجدار، علم و فضل کا گوہرِ آبدار، حقیقت و معرفت کا شہسوار آج ہی کے دن کا مہمان ہے۔ حسبِ معمول مجھے حکم دیا گیا کہ جاؤ جمعہ کی نماز پڑھاؤ۔ چونکہ جب سے حضرت کو مرضِ ذیابیطس نے جماعت کرانے سے مجبور کیا تھا اُسوقت سے مسجد میں نمازِ باجماعت کے لیے مجھے ہی حکم فرماتے تھے۔ اگرچہ میری قراتِ قرآن کی تصحیح میرے والد صاحب نے

شروع ہی میں کرادی تھی، پھر قاعدہ تجوید بھی سیکھے تھے، لیکن حضرت نے باوجود اسکے راتوں کو میری قرأت کی تصحیح کرائی، جب آپ کی نظر میں میری قرأت مایجوزبہ الصلوٰۃ ہوئی تو مجھے آگے بڑھایا۔

غرضکہ میں جب نمازِ جمعہ آپ کی مسجد میں پڑھا کر واپس آیا تو قصبہ سنبھل کے ایک عقیدت کیش چودھری اختر حسین صاحب قدمبوسی کیلیے آئے ہوئے تھے اور آپ کے چھوٹے داماد حکیم سید حامد علی صاحب بھی موجود تھے، میں نے غذا کے لیے عرض کیا، فرمایا نہیں! چودھری صاحب کے لیے چائے بناؤ۔ چائے بنائی گئی، اور حضرت سے چائے کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا لاؤ۔ میں نے اور حکیم صاحب نے سہارا دے کر کلی کرائی اور چائے پلانی شروع کی کہ یکایک ضعف کا ایسا استیلاء ہوا کہ لٹانا پڑا، اور سب کلمہ شریف پڑھنے لگے، کچھ وقفے کے بعد جب سکون ہوا، تو آپ نے فرمایا، تم سب کلمہ پڑھ رہے تھے رُک کیوں گئے، مجھے ذرا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اسکے بعد پھر مرید ہونے والوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت تاج العلماء (قدس سرہٗ) قلعہ کی جامع مسجد سے نمازِ جمعہ پڑھا کر جب آئے، تو میں نے آپ سے سارا ماجرا عرض کیا، جامعہ نعیمیہ سے حضرت استاذی مولانا محمد یونس صاحب نعیمی قاضی احسان الحق صاحب نعیمی، اور چند طلباء بھی آگئے۔ حضرت نے فرمایا میرے جنازہ کی نمائش نہ کرنا، اگر لوگ زیادہ اصرار کریں تو صرف محلہ چوکی حسن خاں تحصیلی اسکول، ٹنی آترک اور کاٹھ دروازے ہوتے ہوئے مدرسہ کے صحن میں نمازِ جنازہ ادا کرنا، وہاں سے سیدھے میری آخری آرام گاہ لیجانا۔ حضرت تاج العلماء (قدس سرہٗ) نے عرض کیا کہ حضور مجھے اجازت دی جائے کہ میں آج رات یہیں حاضر رہوں؟ فرمایا نہیں شاہ جی کافی ہیں۔ پھر آپ نے عرض کی شاہ جی کے ساتھ کوئی دوسرا ہونا ضروری ہے، یا تو مجھے اجازت دیں اور اگر مجھے اجازت نہیں

آپکو اگر مولانا محمد یونس صاحب کی خواہش ہے کہ انکو اجازت دیدی جائے؟ فرمایا ہاں وہ اگر رہنا چاہیں تو باہر برآمدہ میں رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد یونس صاحب کو مدرسہ سے بلا لیا گیا اور سب کو رخصت کر دیا گیا، گیارہ بجے کا وقت تھا، حضرت نے اپنی سہ دری کے تینوں دروازے بند کرا دیئے۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور منجھلے صاحبزادہ مولانا محمد اختصاص الدین صاحب سہ دری کے باہر تخت پر بیٹھے رہے، مگر یہاں میرے اور حضرت کے سوا کوئی نہ تھا، تھوڑی دیر کچھ گفتگو فرمائی، اسکے بعد حضرت خاموش ہو گئے، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت نے فرمایا پنکھا کھول دو، میں نے کھول دیا، پھر فرمایا کم کر دو، میں نے اسکی رفتار ۲ پر کر دی، پھر فرمایا اور کم کر دو، میں نے ۱ پر رفتار کر دی۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا اور کم کر دو، اب میں نے پنکھے کا رخ دیوار کی طرف کر دیا، تاکہ واسطہ سے ہوا پہنچے کچھ وقفہ کے بعد فرمایا، بند کر دو۔ اسکے بعد مجھ سے کہا، میرا بازو دباؤ۔ چنانچہ میں چارپائی کی داہنی جانب بیٹھ کر بازو، اور کمر دبانے لگا، دیکھا کہ کچھ زبان سے فرما رہے ہیں، اور چہرۂ اقدس پر بہت پسینہ ہے۔ میں نے اُس رومال سے جو طے کیا ہوا آپ کے سینہ پر رکھا تھا، چہرہ سے پسینہ خشک کیا۔ آپ نے نظر مبارک اٹھا کر میری طرف ملاحظہ فرمایا، پھر آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا، لیکن بتدریج آواز پست سے پست تر ہوتی چلی گئی، حتیٰ کہ ٹھیک بارہ بجکر ۲۵ منٹ پر مجھے پھیپھڑوں کی حرکت بند ہوتی معلوم ہوئی، خود رو بقبلہ ہو کر ہاتھ پیر سیدھے کر لیے تھے، کلمہ شریف پڑھتے ہوئے، جان پاک جان آفریں کے سپرد ہو گئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ

آہ! وہ نعمتِ عظمیٰ آج ہم سے جدا ہوئی جسکا ثانی اب ہماری نظروں میں نہیں۔ اسکے بعد میں نے مولانا محمد یونس صاحب کو بلایا، اور ان سے عرض کیا

آئیے! اب ہمارے لیے سوائے صبر کرنے کے کچھ نہیں ہے۔ یہ جاں گداز خبر حضرت تاج العلماء کی والدہ صاحبہ کے ذریعہ مشہور ہو گئی، اور اسی وقت شہر میں ایک کہرام مچ گیا، جوق در جوق لوگ آنے لگے، جو آتا وہ بادیدۂ تر قرآن خوانی میں مشغول ہو جاتا، اسی وقت ملک کے گوشہ گوشہ میں تار دیئے گئے۔ آپ کے انتقال کا صدمہ اہلِ سنت کو جو ہونا تھا، وہ تو ہونا ہی تھا، اغیار کو بھی اس کا صدمہ تھا کہ وہ انکی مجلس میں رہتے تھے، اور کہتے تھے کہ زندگی میں ہمارا اور ان کا گو کیسا ہی اختلاف تھا، لیکن یہ حقیقت تھی کہ علم و فضل میں یکتا النظیر و بصیرت میں بے مثل تھے چنانچہ سُنّی مدارس کے علاوہ مدرسہ شاہی مسجد، مدرسہ امدادیہ، حتیٰ کہ [illegible] کے اسکول و مدارس نے بھی اُس روز تعطیل کی۔

حضرت استاذی تاج العلماء (قدس سرہٗ) حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم مظفر الدین احمد صاحب، مولانا اختصاص الدین احمد صاحب اور اس خادم نے حضرت کو غسل دیا، جامہ ہائے تبرکی کفن پہنایا گیا، پھر درون خانہ آخری زیارت کرائی گئی۔ باہر دروازہ پر ایک ہجوم عظیم آخری دیدار اور جنازہ کا منتظر تھا غرضیکہ ہجوم دالان عام اور مجمع کثیر کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ سب جنازہ کی مسہری کو کندھا دیکر سُنّتِ نبوی سے استفادہ کر سکیں۔ اسلئے لانبے لانبے بانس مسہری کے دونوں گوشوں میں باندھے گئے، اور وصیت کے مطابق مقبولہ راستوں سے جنازہ گزارہ گیا۔ جس طرف سے جنازہ گزرتا تھا ہر گھر سے نالہ و بکا، اور چیخ و پکار کی آوازیں آتی تھیں، بلا مبالغہ صحیح معنیٰ میں اُسوقت تمام شہر اپنے آپ کو یتیم سمجھ رہا تھا صوفیائے کرام و مشائخ عظام کی جماعت جنازہ کے آگے آگے قدم قدم ذکر کرنے میں مشغول تھی، حتیٰ کہ جنازہ جامعہ نعیمیہ پہنچا، وہاں صحن جامعہ میں جنازہ رکھ کر حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد

آخری دیدار کے لیے لوگ بےچین ہو رہے تھے۔ صحنِ جامعہ میں جب ہجومِ خاص و عام کی وجہ سے دیدار ممکن نہ ہو سکا تو مسہری کو دار الحدیث میں لا کر رکھا گیا۔

یہ وہ دار الحدیث ہے جس میں حضرت قدس سرہٗ درسِ حدیث دیا کرتے تھے، اور اعلان کیا گیا کہ زائرین ادب کے ساتھ فرداً فرداً ایک دروازہ سے آئیں اور دوسرے دروازہ سے نکلتے جائیں۔

اس کے بعد جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشہ میں آپ کی آرام گاہ مقرر ہوئی، اور آپ کو سپردِ خاک کرتے ہوئے زبانِ حال سے عرض کر دیا ؎

اے خاکِ تیرہ عزتِ مہماں نگاہ دار
ایں نورِ قلبِ ماست کہ در پردہ گرفتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں، آپ کو، اور تمام اہلِ سنت کو اس مجیبِ علم اور خزانۂ عرفاں کے فیوضاتِ روحانی اور برکاتِ ایمانی سے متمتع فرمائے آمین یارب العلمین بحرمۃ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔ آمین

جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا مختصر تذکرہ

حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے ۱۳۲۸ھ میں ارادہ فرمایا کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کرنا چاہیے جس میں معقول و منقول کی معیاری تعلیم دی جائے۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ایک انجمن بنائی جس کے ناظم و مہتمم آپ مقرر ہوئے، اور حکیم حافظ نواب حاجی الدین احمد مراد آبادی مرحوم کو صدر بنایا۔ اور اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ قائم کیا جس کو اسوقت "مدرسۂ انجمن اہلِ سنت و جماعت" کا نام دیا گیا۔ جب نواب حاجی الدین احمد

مرحوم اور دیگر رفقاء کار کا انتقال ہو گیا، تو انجمن خود بخود ختم ہو گئی۔ اس کے بعد مدرسہ حضرت کے نامِ نامی کے ساتھ منسوب کیا جانے لگا۔ چنانچہ اس کا نام "مدرسہ نعیمیہ" مشہور ہوا۔ پھر جب اس کے فارغ التحصیل طلباء و علماء نے ملک کے اطراف و اکناف میں پھیل کر اپنے اپنے مقام میں مدرسے قائم کیے اور ان کا الحاق مراد آباد کے "مدرسہ نعیمیہ" کے مرکزی مدرسہ سے ہوا، اور ملک کے دیگر مدارسِ اہلِ سنت میں سے بھی بیشتر مدرسے اسی مرکزی مدرسہ سے ملحق و منسلک ہو گئے، اور بجا طور پر اب اس مدرسہ کی حیثیت رائج الوقت زبان میں "یونیورسٹی" اور قدیم زبان میں "جامعہ" کی ہو گئی۔ تو ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسہ کا نام "جامعہ نعیمیہ" رکھا گیا، اور بحمدہٖ تعالیٰ آج تک اسی نام سے قائم و مشہور ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ ہمیشہ اسکو قائم و دائم رکھے، اور دین و مذہب کی خدمت میں ہمیشہ اسے سب میں آگے رکھے۔ آمین

مغربی پاکستان میں چند تلامذہ کے اسمائے گرامی

اس گلشنِ علم کے خوشہ چینوں میں سے مغربی پاکستان کے چند مندرجۂ ذیل علماءِ اعلام کے اسمائے گرامی پیش کیے جاتے ہیں، جو کہ اسوقت راقم الحروف کے ذہن میں موجود ہیں، ورنہ مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان، ہندوستان اور بیرونِ برصغیر کے تمام مستفیدانِ علم و صحبت ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ چونکہ میرے پاس کوئی ایسی باقاعدہ فہرست نہیں ہے جس سے صحیح صحیح اعداد و شمار کو پیش کیا جا سکے۔ ایسے تمام علماءِ اعلام کی فہرست جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں موجود ہے اسلیے صرف مغربی پاکستان کے چند علماءِ اعلام کے اسمائے گرامی پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:-

- حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان، مدفون لاہور
- حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قادری مدظلہ، ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان، لاہور
- تاج العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی محدث رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد، و بانی مدرسہ بحر العلوم مخزنِ عربیہ کراچی مدفون کراچی۔
- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی بدایونی مدظلہ۔ وارد حال گجرات
- حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد کرم شاہ صاحب نعیمی بھیروی، بی اے، و فاضل جامعہ ازہر و مصنف تفسیر ضیاء القرآن
- حضرت مولانا مولوی محمد نذیر احمد صاحب نعیمی سلانوالی
- حضرت مولانا غلام فخر الدین صاحب نعیمی گانگوی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم، میانوالی
- حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین صاحب عینائی نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ مدفون سندھی کاسونگی۔
- حضرت مولانا حکیم محمد مختار صاحب نعیمی گجرات
- حضرت مولانا احمد سعید صاحب نعیمی شادیانہ میانوالی
- حضرت مولانا محمد صالح صاحب بھٹو نعیمی، مدرس مدرسہ مخزن العلوم آگئی لاڑکانہ
- حضرت مولانا خدا بخش صاحب نعیمی، فاضل پور، ضلع ڈیرہ غازیخان۔

- حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب نعیمی مراد آبادی، حال وارد کراچی
- حضرت مولانا سید محمد افضل شاہ صاحب نعیمی، حیدر آباد پاکستان
- حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب نعیمی۔ حیدر آباد
- فقیہِ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب نعیمی، بانی مدرسہ فریدیہ حنفیہ بصیر پور ضلع ساہیوال۔
- حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی سنبھلی بانی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور
- حضرت مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی ابن حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ مہتمم مدرسہ بحر العلوم مخزن عربیہ، رابسن روڈ۔ کراچی
- حضرت مولانا سید محمد علی شاہ صاحب نعیمی خطیب جامع مسجد اچھرہ لاہور
- سید راقم الحروف، غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

مرکزی دار العلوم جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی موجودہ کیفیت

حضرت قدس سرہٗ نے اپنی علالت کے زمانہ میں ارادہ فرمایا تھا کہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے نظم و نسق کے لیے شہر کے مخلصین اہلِ سنت کی ایک کمیٹی بنا کر جامعہ کا انتظام انھیں مفوض کر دیا جائے، لیکن اسکے لیے اتنا موقع نہ ملا۔ بعدِ وصال کچھ عرصہ تک سیدی حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ، مدرسہ کا انتظام باحسن و خوبی انجام دیتے رہے، جب حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے ۱۹۵۰ء میں پاکستان کا عزم فرمایا، تو جو رقم جامعہ کی آپ کے پاس تھی، اور جو جامعہ کا حساب و کتاب تھا وہ تمام متولی جامعہ نعیمیہ حضرت صاحبزادہ مولانا حکیم سید محمد ظفر الدین احمد صاحب

کے حوالہ کرکے رسید حاصل کرلی، اور جامعہ کا نظم حضرت مولانا محمد یونس صاحب نعیمی کے سپرد کردیا، اور خود پاکستان تشریف لے آئے، اور کراچی آکر مدرسہ بحر العلوم مخزن عربیہ، قائم فرماکر درس و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمادیا، اور ۱۷، مارچ ۱۹۶۶ء تک صدہا علماء کو اس مدرسہ سے فارغ التحصیل کرکے اس جہان ناپائیدار سے رحلت فرمائی، اور کراچی میں مدفون ہوئے۔

ادھر حضرت ملک العلماء قدس سرہٗ کے پاکستان تشریف لے آنے کے بعد حالات نے کچھ ایسا نظارہ پیش کیا کہ مجبوراً مخلصین اہل سنت بیتاب ہوگئے، اور باہمی مشورے سے متولی جامعہ حضرت مولانا حکیم محمد ظفر الدین احمد صاحب مدظلہٗ کی مرضی کے مطابق ایک کمیٹی مرتب کردی، اس کمیٹی کے ہاتھ میں جامعہ کا سارا اثاثہ اور نظم و نسق سپرد کردیا۔ بعونہ تعالیٰ اس کمیٹی کی انتھک کوشش اور مخلصانہ جذبہ و ایثار سے آج جامعہ اپنی شان و شوکت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اس وقت کمیٹی کی طرف سے جامعہ کا نظم و اہتمام حضرت استاذی مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سنبھلی دامت برکاتہم کے سپرد ہے۔ تمام مخلصین اہل سنت و جماعت و وابستگان سلسلۂ نعیمیت، کمیٹی کے اس خلوص و ایثار پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، اور دست بدعا ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ جامعہ کی شان و آن ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین

یکے از خادمان آستانۂ نعیمیہ

غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

انعام رسول

قطعاتِ تاریخ وصال

زو بنا رفت سوئے باغ جنت — ادیب و عالم علم محمد
بگو مخدوم سالِ ارتحالش — نعیم الدین نعیم فضل ایزد
۱۳۶۷

دیگر

کرد سفر بحیات صدر الافاضل آقا — پیدا شود بقلبش شوق جمال مولا
تاریخ او بیں نوشتہ مخدوم بندۂ او — ذی الحجہ نوزدہ شب پیکِ وصال مولا
۱۳۶۷

قطعۂ تاریخ عیسوی

عزم جنت کرد چوں فخر جہاں — ذات آں واعظ جہاں با یاس دید
زانکہ ذات عالم دین متین — رحمت حق بر جہاں باشد پدید
لیک گفتہ حور و غلماں مرحبا — درمیان اہل جنت گشت عید
تیرہ و تاریک شد دنیائے دوں — ذات او مصباح از رب مجید
سال رحلت گفت مخدوم حزیں — بست و سہ شب دور اکتوبر رسید
۱۹۴۸

قطعۂ تاریخ در صنعتِ مہملہ غیر منقوطہ

مکرم سرور و سردار رہ رو — مکارم اسعد اطوار رہ رو
دلِ مخدوم گو سالِ وصالِ او — مطاعِ مصدرِ اسرار رہ رو
۱۳۶۷

قطعۂ تاریخ در صنعتِ معجمہ منقوطہ

حضرت صدرالافاضل سید و فخرِ نبیل — قائلِ وسالاریٔ ملت ناصح قولِ جمیل
سالِ رحلت منصبِ منقوطہ گو مخدوم من — رفت او در باغِ جنت سوئے الاجلیل

۱۹۴۸

منقبت مع تاریخ

نعیم الدین شد مخدوم الاماثل — جلیل المرتبت راس الافاضل
فقیہ و عالم و مفتی و عارف — ندارد مثل کس مثلش شمائل
ادیب و خوش بیاں واعظ معزز — ندیدم در جہاں ہرگز مماثل
بما امیار گارش بے نظیرے — یکے تفسیر و ہم اکثر رسائل
مفسر ہم محدث ہم مناظر ہم — ہے در ذات او بودے خصائل
تعالی اللہ شدہ از بہاسے تعلیں — کرد حل او بسے مشکل مسائل
برائے ظاہر و باطن مریضے — شفا دارد بفضلِ حق اناطل
منور شد بفیضش قلبِ تیرہ — مزین شد بذات او محافل
نبی و مرتضیٰ و غوثِ اعظم — بقربِ حق چنیں دارد وسائل
اگر مخدوم خواہی سالِ رحلت — بگو مشکل کشا صدرالافاضل

۱۹۴۸

منقبت!

منیب حضرت خیر الوریٰ صدرالافاضل ہیں
ہمارے رہنما و پیشوا صدرالافاضل ہیں
شریعت میں طریقت میں حقیقت میں ہدایت میں
امام اصفیاء و اتقیا صدرالافاضل ہیں

سفینہ اہلِ سنت کا نہ ہو محفوظ کیوں باد مخالف سے
کہ اس کے پاسبان و ناخدا صدرالافاضل ہیں
مٹائی کفر کی ظلمت، منور کر دیا دل کو!
نرالی شان کے یہ رہنما صدرالافاضل ہیں
فقاہت میں مقامِ اعلیٰ، سیاست میں درخشندہ
تکلم میں امام و پیشوا صدرالافاضل ہیں
خمیدہ سر شارح اور افاضل ہو گئے در پہ
سبھی کے مقتدا اور رہنما صدرالافاضل ہیں
معین الدین نعیمی تجھکو مشکل کوئی کیوں گھیرے
ترے جب حامی و مشکل کشا صدرالافاضل ہیں

قطعاتِ تاریخ وصال

از نتائجِ قلم حضرت مولانا سید صابر اللہ شاہ صاحب اشرفی نعیمی

کند گریہ چو بلبل ہر کس بانسیہ فراق او — کہ در قلبِ جہاں دارد سلطنت نعیم الدین
مقامِ وسالِ رحلتش کہ پرسد از تو صابر — بگو حاصل کند کام دو جنت نعیم الدین

۱۳۶۷

دیگر

من شنیدم بسے ز اہلِ دل — ہست بیشک ولی نعیم الدین
گفت سالِ وصالِ او صابر — رفت پیش علی نعیم الدین

۱۳۶۷

تاریخ در صنعت صوری و معنوی مع تعمیہ خارجہ

درد فراق سے ہے صبر و قرار مشکل — مخفی ہوا ہے جب سے شمع جمال منعم
آنکھوں سے رات دن ہیں کیا کیا ہوا کے حباب — بیتاب کر رہا ہے ہر دم خیال منعم
صابر تو صبر کر اب ارشاد پر نظر رکھ — اس کے فیوض جاری ہوں گے ز آل منعم
کر اشک کا قلم سر صوری و معنوی لکھ — سن تیرہ سو ہے سڑسٹھ سال وصال منعم
۱ ۹ ۴ ۶ – ۱ ۹ ۹ ۱ و ۲ ۸

تاریخ در صنعت منقوط

آں امام اہل سنت رفت در قرب الٰہ — سینہ ہائے اہل عالم از فراقش گشتہ شق
صنعت منقوط صابر سال وصلش ایں بگو — زینت فردوس شد شاہ نعیم الدین حق
۱۳ ۔ ۶۷

تاریخ در صنعت غیر منقوط

در ثنائے وصف حضرتش بر زباں گویدہمیں — نور نور و نور نور و نور نور و نور نور
مصرع تاریخ صابر غیر منقوط است ایں — عالم علم الٰہ مہر کرم مہر صدور
۱۳ ۔ ۶۷

ولہٗ

حضرت صدر الافاضل بود عالم بے مثال — می سزد بر ذات او ہر منصب جاہ و سلوک
مصرع سال وصالش صابر محزوں بگو — منبع اسرار رب حق سالک راہ سلوک
۱۳ ۔ ۶۷

تصانیف

از حضرت صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہٗ

تفسیر خزائن العرفان مجلد	۳۰-۰۰
اطیب البیان	۲-۰۰
الکلمۃ العلیاء	۲-۰۰
سیرت صحابہ (وسیلہ جمیلہ)	۱-۵۰
سوانح کربلا اردو	۱-۵۰
کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب	۰-۲۵
" " " (ترجمہ سندھی)	۰-۲۵
التحقیقات لدفع التلبیسات	۰-۲۵
اسواط العذاب	۰-۳۱
کتاب العقائد اردو	۰-۳۷
" " (ترجمہ سندھی)	۰-۵۰
گلبن غریب نواز	۰-۱۲
زاد الحرمین (مسائل حج و زیارت)	۰-۲۵
آداب الاخیار	۰-۵۰
سوانح کربلا (ترجمہ گجراتی)	۱-۵۰

تراجم

از مؤلف حیات صدر الافاضل

نعیم الاعطار ترجمہ کتاب الاشعار	۸-۰۰
ما ثبت من السنۃ عربی مع ترجمہ	۵-۰۰
نعیم البیان فی تفسیر القرآن بالاعمال	۴-۰۰
ترجمہ کشف المحجوب	۸-۰۰
نعیم البیان ترجمہ تکمیل الایمان	۱-۵۰
شروح الغیب ترجمہ فتوح الغیب	۲-۵۰
مسالک الحنفاء لوالدی المصطفیٰ	۱-۵۰
مناقب امام اعظم (دیہاتی)	۰-۵۰
بشری الکئیب بلقاء الحبیب	۰-۹۳
السوائق الالٰہیہ للرد علی الوہابیہ	۱-۰۰
بیان المیلاد لابن جوزی	۰-۵۰
الدرۃ المنتشرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ	۱-۰۰
مناظم الفتوحات ترجمہ مدارج النبوۃ	زیر طبع
اصول السماع	۰-۵۰
حیات صدر الافاضل	۳-۰۰

از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز الرضوی القادری

رضویوں کا وکیل؟

تاجدارِ اہلسنت استاذ العلماء سلطان العلوم حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ

سرگزشتِ عہدِ گل را از نظیری بشنوید
عندلیب آشفتہ تر میگوید ایں افسانہ را

آج مجھے میرے رفیق و مخدوم علامہ غلام معین الدین صاحب نعیمی نے مجبور کیا کہ میں بھی حیاتِ صدر الافاضل قدس سرہ العزیز پر کچھ لکھوں، اس لیے المامور معذور کچھ نہ کچھ حاضر کرنے کے لیے بیٹھ گیا ہوں۔ دماغ غیر حاضر، قویٰ پریشان، آلام و افکار برسرِ پیکار، اور مخدوم کا تقاضا بار بار، ایسی وجوہ تھیں کہ کچھ نہ لکھ سکتا تھا نہ سوچ سکتا تھا، تاہم اس مقصدِ لطیف کے لیے عندلیب کا یہ شعر عنوانِ کلام بنایا، اور مقصود صرف یہ ہے کہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی یہ خصوصیت کہ امامِ اہلِ سنت، مجددِ اعظم، اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ ذی جاہ سے "وکالتِ مطلقہ" جس جس موقع پر حضرت تاجدارِ اہلِ سنت کو ملتی رہی، اُس سے یہ اندازہ لگانا بڑا صحیح اور درست ہوگا کہ حضرتِ صدر الافاضل کا کیا مقام ہے۔

فرقِ باطلہ، اور معاندین سے گفتگو و مناظرات میں سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ نے بارہا حضرت صدر الافاضل کو اپنا وکیلِ خاص بنایا، چنانچہ اسی خصوصیت کی بنا پر سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ نے "مذکرِ احباب" میں ارشاد فرمایا ؎

میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں
(حدائق بخشش)

سیدنا اعلیٰحضرت مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جس پیارے انداز میں حضرت تاجدارِ اہلِ سنت قدس سرہ کا ذکر کیا، وہ ان کے درمیان یگانگت و یک جہتی اور کامل اعتماد پر دال و شاہدِ عادل ہے۔

علماءِ فرنگی محل سے جب مصالحت کا سوال پیش ہوا، تو یہی تاجدارِ اہلِ سنت کی ذاتِ گرامی تھی جس نے ایسے نازک معاملہ کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کر لیا اور ۱۳۳۹ھ "خدام الحرمین" کے تاریخی اجتماع میں حضرت برہان العلماء والدین مولانا عبد الباری صاحب اور حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا الحاج الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قدس سرہما العزیز الکریم المنان میں صلح و صفائی حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کوشش سے ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰحضرت مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ کے کارہائے تجدید کی ترویج و اشاعت جس قدر حضرت سلطان العلوم قدس سرہ نے فرمائی وہ اہلِ سنت سوادِ اعظم پر مخفی نہیں۔ بلا شبہ مسلکِ سیدنا امامِ اہلِ سنت مجددِ دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں جو حصہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے، وہ آپ کی تالیفات و تصنیفات سے ظاہر ہے۔ ہمیں وثوق و معتمد علیہ روایت پہنچی ہے کہ بارہا حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"ہمیں مجددِ اعظم سیدنا اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے آستانۂ قدسیہ سے حقیقت میں ایمان و کلمہ ملا، سیدنا اعلیٰحضرت کا ملتِ سوادِ اعظم پر احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے ہمیں ایمان و کلمہ سے روشناس فرمایا۔"

یہ نہایت درجہ آبدیدہ ہو کر ارشاد فرماتے۔

تحقیقاتِ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ پر سیدنا صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کو اس قدر اعتماد و وثوق تھا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک بار سیدنا مجددِ اعظم اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "فقہ میں مجھے علامہ ابنِ عابدین سے حاصل ہوئی" تو ہم نے اسے تواضع پر محمول کیا اسلئے کہ ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی تحقیقاتِ عالیہ علامہ شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں۔"

حضرت سلطان العلوم قدس سرہٗ، سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے ان ممتاز خلفاء میں ہیں جنھیں سیدنا امام اہلِ سنّت قدس سرہٗ کے مزاجِ عالی میں بڑا دخل تھا، اور سیدنا مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ ان کے مشوروں کو قبول بھی فرماتے، اور اظہارِ مسرت و شادمانی فرماتے۔ "الطاری الداری" کی تصنیف پر مسودہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کو دکھایا گیا، اور حضرت نے اس میں سے کثیر مضمون کے بارے میں درخواست کی کہ یہ نکال دیا جائے۔ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے بلا تامل اسے کاٹ دیا، اور حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ سے یہ بھی نہ فرمایا کہ کیوں یہ ترمیم پیش کی۔

غرض ہو کہ بجا طور پر اگر حضرت سلطان العلوم قدس سرہٗ کو "رضویوں کا وکیل" کہا جائے، تو کوئی مضائقہ و حرج نہیں، بلکہ درحقیقت سیدنا امام اہلِ سنّت قدس سرہٗ کی کرم نوازیاں اسقدر حضرت سلطان العلوم پر تھیں کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میرا بستر بریلی شریف کے لیے کبھی کھلا ہی نہیں۔ پورے زمانۂ حیاتِ سیدنا مجددِ اعظم قدس سرہٗ میں ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو بریلی آنا اور زیارتِ امامِ اہلِ سنّت سے مستفیض ہو کر مرادآباد واپسی، حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کے خصوصی مشاغل میں تھا۔

سیدنا مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی اجازت کے بغیر کوئی سفر نہ فرمایا۔ شاہزادگانِ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے والہانہ الفت و تعلق تھا جس میں بطورِ خاص حصہ حضرت مفتیِ اعظم ہند مدظلہ الاقدس کا ہے۔ حضرت

مفتیِ اعظم ہند مدظلہٗ سے دوستانہ تعلقات و مراسم درجۂ کمال تک تھے۔ اسی لیے سیدنا امام اہلِ سنّت قدس سرہٗ کے وصال شریف کے بعد جب بھی بریلی تشریف لائے حضرت مفتیِ اعظم ہند مدظلہٗ کے مہمان ہوئے۔

حضرت قدس سرہٗ ایک واقعہ اپنے ابتدائی زمانہ کا بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اور حضرت مفتیِ اعظم ہند مدظلہٗ آستانۂ معلیٰ پر حاضر تھے، سیدنا امام اہلِ سنّت بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے، اور ہم دونوں "سلطان الاذکار" کے بارے میں نیچے برآمدہ میں باتیں کر رہے تھے کہ سیدنا امام اہلِ سنّت بالاخانہ سے نیچے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "جاؤ اوپر بستر پر آرام کرو"۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ گواہ ہے کہ جیسے ہی میں سیدنا امام اہلِ سنّت قدس سرہٗ کے بستر شریف پر لیٹا قلب (سلطان الاذکار کے لیے) ذاکر ہو گیا۔

اس واقعہ پر ارشاد فرمایا، سبحٰن اللہ! اعلیٰحضرت کا کیا مقام تھا، بستر پر لیٹنے میں یہ اثر تھا، ایسا اثر ہم نے کہیں نہ دیکھا۔

سیدنا صدر الافاضل قدس سرہٗ کی شخصیت دنیائے اہلِ سنّت کے لیے "سنگِ میل" کا درجہ رکھتی ہے۔

فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی بریلوی

عرضِ مؤلف غفرلہٗ

راقم نعیمی عرصہ سے ارادہ کر رہا تھا کہ سیدی و مولائی، مرشدی و استاذی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی مبارک زندگی کے کچھ گوشے قلمبند کر کے پیش کرے، مگر آپ کی عظیم شخصیت جن کے کارہائے دینی و سیاسی ناقابلِ احاطہ ہیں، جرأت نہ ہوتی تھی، اپنی کم علمی و کم عمری میں جتنی حاضری اور یکجائی باعثِ تاخیر ہوتی رہی، بالآخر حسبۃً لِلّٰہ وتوکلت علی اللہ لرزتے کانپتے قلم اٹھایا جتنی میری بساط اور صلاحیت تھی اسکو پیش کر دیا۔

اس سلسلہ میں میں نے بارہا حضرت علامہ مولانا سید ابوالبرکات صاحب نعیمی ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور سے عرض کیا کہ آپ نے حضرت کی ملازمت خدمت و تحصیل علوم و مناظرہ کے دوران جو استفادہ کیا ہے، اور حضرت قدس سرہ کے مناظروں کی کیفیات جو آپ نے خود دیکھی ہیں انکو قلمبند فرمادیں۔ اسی طرح حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی بدایونی گجراتی سے بارہا التجائیں کیں، گجرات بھی گیا، خطوط بھی بھیجے۔ غرضکہ اسی طرح میں نے ہر قابلِ ذکر احباب و تلامذہ کی خدمت میں معروضات پیش کیں، درخواستیں ارسال کیں، حالات مانگے، جنہوں نے قبول کیا انکے مضامین شامل ہیں، باقی کا انتظار ہے۔

اب اگر اس عظیم و مقتدر صاحبِ مراتبِ جلیلہ کی شخصیت کے حالات کے بیان کرنے میں میری ہیچمدانی اور علم کی بے بضاعتی نظر آئے، اور کسی حقیقت کے اظہارِ حقائق میں کوتاہی ملاحظہ فرمائیں تو عنداللہ معاف فرمائیں، اور درگزر سے کام لیں، چونکہ من آنم کہ من دانم

اسکے بعد ارادہ ہے کہ حضرت قدس سرہ کے غیر منضبط مضامین و مقالہ جات اور رسائل کو فراہم و مجتمع کرکے شائع کروں، اور جو علمی جواہر پارے، حضرت کی مطبوعہ کتابوں کے حاشیوں میں ہیں انکو اکٹھا کرکے کتابی شکل میں شائع کروں۔ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ اسکی توفیق دے یہ کام بھی بڑی جانفشانی اور جستجو و تلاش کا ہے۔ بیدہٖ تعالیٰ وحدہٗ التوفیق وعلیہ التکلان

غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

{سابق منصرم آل انڈیا سنی کانفرنس و سابق نائب ناظم اعلیٰ
مرکزی جمعیۃ العلماءِ پاکستان، و مدیر سوادِ اعظم لاہور}

بمنہ تعالیٰ و کرمہ

وہ حقائق افروز باطل سوز خزینۂ ہدایت مجموعۂ بلاغت

خطبۂ صدارت

جمہوریتِ اسلامیہ

جو

حضرت حامیِ سنت ناصرِ شریعت سحبانِ ہند راس المحدثین رئیس المتکلمین
مولانا الحاج السید الشاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی
صدر جماعت استقبالیہ جمہوریت اسلامیہ دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ علیہ) نے

آل انڈیا سنی کانفرنس

کے بے نظیر و عدیم المثال تاریخی اجلاس بنارس منعقدہ ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ
مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء اور پانچ ہزار مشائخ و علماء اور دو لاکھ سے زائد
عام حاضرین کے عظیم الشان مجمع میں پڑھ کر سنایا۔ اور مجمع لفظ لفظ اور فقرے فقرے پر
جھوم جھوم گیا۔ تحسین و مرحبا و نعرہ ہائے تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی اور بعض جملوں کے
بار بار اعادہ و تکرار کی استدعائیں کی گئیں۔ الا بعد انہ اس خطبہ کو آل انڈیا سنی کانفرنس [illegible]

پاکستان میں سنیوں کی بصیرت اور استفادہ کے لیے ادارہ نے
دوبارہ شائع کیا

[illegible] آل انڈیا سنی کانفرنس [illegible]

قیمت چالیس پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الٰہ العالمین رب العالمین الرحمٰن علیٰ عبادہ الرحیم بکافۃ المؤمنین خالق السمٰوٰت والارضین مالک یوم الدین الاحد نحن نؤمن بہ۔ ایّاک نعبد و ایّاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم طریق اھل السنۃ والجماعۃ والحق والیقین صراط الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین غیر المغضوب علیھم من الیھود والمشرکین ولا الضآلین من النصاریٰ واھل الضلال والمرتدین آمین آمین باغاثۃ المستغیثین ویا اکرم الاکرمین والصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ من ارسل الی کافۃ الخلق بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا اتانا بالشرع المبین والقرآن الحکیم المتین وجالی الصدیٰ ظالظلم بالغیوب ونور الافئدۃ والقلوب تنویرا الالٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم حبل اللہ وعروتہ الوثقیٰ ونعمتہ الکبریٰ جعل اللہ تعالیٰ الخلائق اجمعین ظھیرا من اعتصم بہ فقد نجی ومن خالف فقد غوی لم یجد احدا ولیا ولا نصیرا وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ واولیاء ملتہ وعلماء امتہ وشھداء محبتہ صلاۃ وسلاما ابدا یا دھرنا کثیرا کثیرا ۔ **امّا بعد**

مشائخ کرام، علماء اعلام، اعیان اسلام وبرادران اہل سنت وجماعت!

میں آپ کا ایک لمحہ بھی اس دورِ انتشار بحث میں ضائع نہ کروں گا کہ مجلس استقبالیہ کی صدارت کی خدمت کے لیے میرا انتخاب قابلِ شکوہ ہے، یا لائقِ شکریہ ہے۔ اسکو اراکین مجلس ہی جانیں۔ میں تو آج اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ مقدس اجتماع میرے لیے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالجین مل گئے ہیں۔ ایک فریادی کو ہزاروں اصحاب عدل وداد میسر آگئے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ۲۰-۲۱-۲۲-۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶-۱۷-۱۸-۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں، مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا

عظیم الشان میدان تھا، اور ملک وملت کے حقیقی رہنماؤں کا جمگھٹا تھا، اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ حضرتِ بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہ کا تاریخی خطبہ استقبالیہ پڑھا جارہا تھا جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نورِ ہدایت رکھتا ہے جو اُس وقت رکھتا تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشینگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا، اور عالم ربانی وعارف باللہ کے نورِ فراست کو آخر دنیا کو ماننا پڑا، جسکو یاد کر کے ہمارے دل کی گہرائیوں سے بیساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے، اور کاش دشمنانِ نظامِ اسلام کو ہم اُسی دن پہچان گئے ہوتے، تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے، اور ان درندگانِ زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے۔ (آئیے ہم اور آپ سورۂ فاتحہ واخلاص کا تحفہ روحِ حضرت حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں، اور اُن تمام اعیانِ اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصہ میں گم کر چکے ہیں۔)

حضرات! زمانہ اب اس منزل سے دور نکل چکا ہے کہ اظہار مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے، اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کیلئے خطابت کے جوہر دکھلائے جائیں۔ اب تو یہی لیل ونہار کی گردش اور یہی رات دن کا چکر، اور روزانہ نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب، اور بخت تیرہ تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب، مسلمانوں کی بے نظمی، اور سنیوں کی بے کسی، اور اعداء کی تیاریاں، دشمنوں کی چالاکیاں، اقتدار کے غرور والوں کی زور آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں، اور سب سے بڑھکر ضمیر فروشوں کی غداریاں، اور مسلم نماؤں کی اسلام دشمنیاں جنکو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں۔ یہی ہمارے اظہار مدعا کی تمہید ہیں۔ اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اسلئے گوارا کیجائے کہ الفاظ کی

الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا جائے۔

اے ہمارے مشائخ کرام! اور اے ہمارے علماء اعلام نامیانِ خیر الانام! ہم نے آپ کو زحمت دی، اور آپ نے آجکل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا، اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر ہمیں نوازا، آپ کی زیارت نے ہماری دلنوازی کی۔ آپکے دیدار نے ہمیں زندگی کی امنگ بخشی، آپ کی کرم نوازیوں پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کیے کہ اس نے ہم دردمندوں پر رحم فرمایا، اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا سایۂ کرم ہمارے سروں پر لاکر جھکا دیا۔ اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنے آپ کو، اپنی جان کو، اپنی اولاد کو، اپنے مال کو، اپنی عزت کو آپ کے سپرد کرکے فریاد کرتے ہیں کہ آپ کے معبودِ برحق کے پجاریوں، "وہ معبود جسکو ہر سانس میں آپ نے یاد رکھا، اور جس سے ایک آن کی غفلت آپ نے گوارا نہ کی" اور آپ کے رسولِ پاک کے نام لیواؤں، وہ رسولِ پاک، جسکے ناموس و وقار کا پرچم ہاتھوں میں، اور جسکے شہود و نمود کے جلوے آنکھوں میں، اور جسکے دبدبے اور شوکت کے سکے دلوں میں آپ نے جمائے، اسکے کلمہ پڑھنے والے بھولوں کو اعدا نے غدار بنایا ہے، رسولِ پاک کی بھولی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں، دولت پر ڈاکے، اقتدار پر ہماری، ایمان و اعتقاد پر دھاوا، عزت پر حملے، اس تنظیم میں انتشار و افتراق کی سازشیں، ایک مسلم قوم پر ساری دنیا ظلم و تعدی کے لیے آزاد ہے، اور ہمارے پاس اسکے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں اور انکے دامنوں میں پناہ لیں جنکو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔ ہمارے دعوت نامے بالکل صحیح طور پر آہِ مظلوماں کی شرح تھے، ورنہ ہندوستان نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا کہ دعوت دی گئی، اور اس شرط پر کہ ہم آپکو سوکھی روٹی بھی نہ دے سکیں گے، قیام گاہ درختوں کے سایہ کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے

جس دن محکمۂ راشن نے ہمکو راشن دینے سے انکار کردیا، اور ہمکو اعلان کردینا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے، آپ اپنا کھانا ساتھ لائیے، تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا جہاں ہم مجرم کی طرح شرمندہ سر نیچا کیے کھڑے تھے، اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں۔ بنارس کا ایک ایک شخص ایسا ہو گیا کہ گویا جسم میں جان نہیں۔ ہماری استقبالیہ کا ہائی کمانڈ مولوی سلیم اللہ صاحب صدر سنی کانفرنس چوک وارڈ بنارس۔ خواجہ عبدالحسیب صاحب ناظم اشاعت، مشر لاڈلے صاحب امیر العسکر۔ منظور احمد صاحب صدر سنی کانفرنس بھیلوپورہ وارڈ۔ ہمارے ناظم قیام گاہ و طعام سبحان علی صاحب۔ ہمارے ناظم مطبخ شیخ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ان میں سے ہر ایک اپنا کھانا پینا بھول گیا، اور ہم اپنی زندگی پر خود بخود شرمندہ تھے کہ اچانک دونوں پیچھے تھوک پر چوک اٹھی، اور بیساختہ آہ کی طرح سر اٹھا، زبان پر یا اللہ اور یا رسول اللہ آگیا، آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں تکنے لگیں۔ عالمِ تصور کعبہ لے گیا، طیبہ لے گیا، بغداد پہنچے، اجمیر گئے۔ سامنے آزمائش و ابتلا کی زمین آگئی اور کرب و بلا کا خطہ آنکھوں میں سما گیا، اور جیسے کسی نے کہہ دیا کہ یہ تو میدانِ کربلا میں تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے طے ہوگیا کہ دانہ پانی بند کرکے دنیا نے اہلِ حق کو اعلانِ حق سے روکنے میں کامیابی حاصل نہ کی حسینی کی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب و دانہ شہیدوں نے ثباتِ قلب عطا فرمایا اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرہ ذرہ کہنے لگا کہ حق پرست اور مقدس صابرین ہماری بیکسی و نا اہلی پر رحم فرمائینگے، اور ہماری آہ سے ضرور تڑپینگے، اور ہماری رہنمائی کیلیے ہمارے رہنما بلا شرط آجائینگے۔ ہمارا یہ احساس جان بخش ثابت ہوا، یقیناً یہ غیبی آواز تھی۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں، اور سارے دنیا بھر کے دیکھنے والو دیکھ لو

کہ آج ہمارے رہنما ہماری فریاد پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آ گئے اور بلا شرط آ گئے۔ ہمارے اجلاس کے بے نظیر اجلاس ہونے کی وجوہات میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ بھی ہے جسکو آج تک ہندوستان نے کبھی نہیں دیکھا، اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتا رہے گا۔

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو کیونکہ ہم سے ملک میں جابجا کہا گیا کہ ہم نے فریاد کے لیے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ بنارس ہندوستان کا سنٹر واقع ہوا ہے۔ ہر طرف سے آنیوالوں کیلیے برابر کا فاصلہ [illegible]

لیکن اب آپ بنارس آ چکے ہیں، اور پچھم سے آنیوالوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دارالسلطنت رہا ہے۔ اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبر پور، شاہ گنج، ظفر آباد، جلال گنج، خالص پور وغیرہ راستہ میں پڑے ہونگے، پورب سے آنے والوں نے بنارس سے پہلے مغل سرائے پایا ہوگا۔ شمال سے آتے ہوئے تاج پور، یوسف پور، غازی پور، سید پور ملے ہونگے۔ دکھن میں الہ آباد، مرزا پور سے گزرے ہونگے، بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قائم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانان ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکز توجہ رہا ہے، اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے مورثوں کی وراثت ہے۔ بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے، اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے۔ دہلی کی طرح یہ بھی وہ شہر ہے جہاں ابتک شاہان مغلیہ کی نسل آباد ہے۔ ہماری مجلس استقبالیہ کے نائب صدر مرزا جہانگیر بخت، لال قلعہ دہلی کے حقدار و وارث ابھی بنارس میں رہتے ہیں۔ بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہ ہو جس میں کچھ شہیداں نہ ہو۔ شہر سے جس طرف نکل جائیے کوئی نہ کوئی

مستقر الشیوخ و عارف باللہ آسودۂ زمین ہے، اور سارا حاشیہ اولیاء کا گھر ہے۔ اور آپ سب جانتے ہیں کہ حاشیہ متن کی اہمیت کو بڑھا دیتا ہے اور اسلامی تمدن کو سمجھنے کے لیے بھی آثار سنادید ہیں، جو اس شہر کی دینی سیاسی اہمیت کی [illegible] اور مفصل تاریخ ہیں، اور اس کی روشن انگلی کے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر برطانوی اعلان و اطلاع میں تقریباً ایک لاکھ مسلمانان اسلام پر مشتمل ہے جو عموماً تجارتی و صنعتی دنیا کے ماہر ہیں، اور جن میں اہل سنت و جماعت کی تعدادی برتری ایسی نمایاں ہے [illegible] فیصد دینی جذبہ کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس شہر کے مشہور سوداگر [illegible] ہماری مجلس استقبالیہ کے ناظم اعلیٰ جناب اشرف الدین صاحب [illegible] ناظم جناب نذیر الدین صاحب جو آل انڈیا [illegible] کانفرنس کی روح رواں ہیں، وہ شہر کے دینی لیڈر بھی ہیں۔ [illegible] محلوں [illegible] دو چار خانقاہیں ہیں، سلاسل اربعہ قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ کا فیض عام ہر طرف جاری ہے، اسی شہر میں وہ خانقاہ اشرفی ہے جو علماء و مشائخ کی خدمت کرنے میں زبان زد ہے، اور ہماری مجلس استقبالیہ کے ناظم [illegible] اور ہمارے برادر طریقت شیخ عبداللہ صاحب کنٹرکٹر [illegible] اسٹیشن بنارس [illegible] بالذات ہمت [illegible] ذمہ داری ہے، اس شہر میں عربی علوم کے لیے دو مشہور مدرسے ہیں، ابتدائی دینی تعلیم کے ایک درجن سے زیادہ مکاتب ہیں۔ مدرسہ حمیدیہ رضویہ و مدرسہ فاروقیہ انجمن اشاعۃ الحق اہل سنت و جماعت کے [illegible] اور [illegible] پہلا مدرسہ [illegible] خاص اور آل انڈیا سنی [illegible] کے اصل داعی حاجی جلال الدین صاحب، اور ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم جناب عبدالرحیم صاحب صدر مدرسہ کی [illegible] اور [illegible] مدرسہ [illegible] سنی کانفرنس بنارس [illegible] کے ناظم [illegible] عبدالغفور صاحب کی جانکاہیوں کا نمونۂ حسنہ ہیں۔ سر آمد شعراء

علی حزیں اسی بنارس میں آکے چپکے تو جانے کا نام نہ لیا، نہ جانے کس نے جانے پر اصرار کیا تو جھنجھلا کے کہہ پڑے کہ "از بنارس نروم الخ۔" پچھلے عہد میں ابھی کتنے دن کی بات ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنارس آئے تو اپنے وطن پنجاب کو واپس نہ ہوئے اور بنارس کو بنا لیا۔ حضرت کی شہر پر بے شمار یادگاریں ہیں جن میں قابلِ تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تاج العمل کے اندر واقع ہے۔ اسی خانوادۂ تاج کے چشم و چراغ ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم حافظ محمد اسحاق صاحب ہیں۔ غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر تہذیب و ثقافت کی مفروضہ کہانی تاریخ ہے، تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے، اور ایسا تاریخی شہر ہے جس نے علم و عرفان، سیاست و اقتدار، ادب و تمدن میں قوم مسلم سے فیضیاب ہونے میں ہمیشہ امتیازی درجہ رکھا ہے۔

میرا وطن کچھوچھہ شریف، بنارس کا مستقل دار الشفا ہے۔ آسیب زدہ، مجانین مساجد ہی نہیں بلکہ سر میں درد ہوا، اترا نہ تین دن سے زیادہ رہ گیا اور بنارسی کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد پہنچ گیا۔ آستانۂ اشرفیہ کی خاک چاٹی اور تندرست واپس ہو گیا۔ اس کثرتِ آمد و رفت اور یہاں سلسلۂ عالیہ اشرفیہ کی وسعت کا نتیجہ ہے کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی ہی قرار دیا، اور میں بحیثیت ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ میں اس موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہم وطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں، لیکن اس منصب کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری کسی خطا پر پردہ داری کی تو میں میدانِ حشر میں دعویدار ہوں گا۔ میرے بھائیوں نے مجھ کو یقین دلا دیا ہے کہ میرے قدم قدم، میرے لفظ لفظ اور ہر سکون و حرکت پر ان کا مکمل کنٹرول رہے گا انشاء اللہ والحمد۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین نے، اولیاء کاملین نے، علماء ربانیین نے جو محسوس کی تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمانے کے لیے آپ حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے۔ اے ہمارے بزرگو! ہم نے آپ کو گرم موسم میں سفر کی تکلیف دی، حالانکہ ہم نے اس اجتماع کے لیے ماہِ صفر تجویز کیا تھا، یہ صرف اسلیے کہ ہمارے اکابر کا ایک ضروری طبقہ زیارتِ حرمین طیبین میں مصروف تھا جس میں ہمارے حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم بھی تھے، اسلیے مجبوراً ہم نے مارچ کا مہینہ منتخب کیا، چونکہ وہ مہینہ ہندوستان کی سیاسی گرما گرمی کا زمانہ تھا، الیکشن کے اکھاڑوں، پاکستان کے حصوں، وزارتی مشن کی ہنگامہ خیزیوں نے ملک بھر کو اپنی طرف مصروف کر لیا تھا، اور ہمیں اقرار کرنے میں عذر نہیں کہ ہمارے بعض افراد نے ہم کو باغ و بہار کی بھول بھلیوں میں بھی رکھا، یہاں تک کہ اپریل کی آخر تاریخوں میں اس اجتماع کی نوبت آئی، اور صرف چند دین کے دولتمندوں اور دنیا کے درویشوں نے مل کر وہ کر دکھایا جو آپ کی پیش نظر ہے۔ اور ہمیں ایک عظیم تجربہ کے بعد بڑی خوشی اس کی ہے کہ ہمارا بڑے سے بڑا دشمن بھی یہی کہہ سکتا ہے کہ ہمارے سامنے کوئی سیاسی جماعت ہے، جس کا تعاون ہمارا مقصد ہے، نہ یہی کہہ سکتا ہے کہ ہماری پشت پناہی و اعانت کوئی سیاسی جماعت کر رہی ہے، وللہ المنۃ ولہ الحجۃ السامیہ۔

اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ! ہم نے آپ لوگوں کو اس گرمی کے زمانہ میں، اور سفر کے ناقابل برداشت دور میں ایک بارگی ایک ساتھ، ایک میدان میں رونق افروز ہونے کی زحمت کیوں دی؟ حالانکہ آپ ہمیشہ اپنی اپنی جگہ پر رہنمائی فرماتے رہے، اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے اپنا علاقہ

حاصل کر سکتے تھے، نہ آپ نے رہنمائی میں کبھی بخل فرمایا، نہ آپ کے قدم تک پہنچنے میں ہمارے لیے کوئی رکاوٹ ہوئی، بایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیا نگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیے، اور اہلِ زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے ہوش کو درست رکھ سکے حجازِ مقدس جو ہم سنیوں کے ایمانیات کا گہوارہ ہے اور جس کے ذرہ ذرہ سے سنیوں کی دینی روایات وابستہ ہیں اُس پر نجدی فتن وزلازل کو مسلط کر دیا گیا ہے، وہ ارضِ مقدس ابتک اُن فتنوں کی آماجگاہ ہے۔ فلسطین کے سُنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لیے مسلط کی جا رہی ہے۔ ہمارے جاوا انڈونیشیا کے سُنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہو رہی ہے، اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ "سُنی" ہیں، اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں صرف اہلِ سنت وجماعت کو پامال کرنے کے لیے اکثریت کا ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے، اہلِ باطل کی ٹولیوں کو سُنیوں پر بھونکنے کے لیے پالا جا رہا ہے، اور قیامت یہ ہے کہ سُنیوں کو ختم کرنے کے لیے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہے، اُن کا نام بھی سُنی رکھا گیا ہے ابنِ عبدالوہاب کا پرستار اپنے آپ کو سُنی کہتا ہے، یزید و ابنِ سعد کا پجاری اپنے کو سُنی کہتا ہے۔ سُنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام "سُنی بورڈ" رکھا جاتا ہے سُنیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں، سُنیوں کو اُنکے وطن سے نکالیں، سُنیوں کے ایمانیات پر حملہ کریں، سُنیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں، سُنیوں کی سیاست میں روڑا اٹکائیں اور پھر بھی سُنی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبتِ عظمیٰ اور قیامتِ کبریٰ ہے جس نے سُنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے۔ آج کا وہابی کل سُنی تھا آج کا دیوبندی کل سُنی تھا، آج کا خارجی کل سُنی تھا۔ اسطرح سُنیوں کے گھر میں

آگ لگا دی گئی ہے، اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سُنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے، اور انہی پالتو اور شکار کیے ہوئے افراد کے بل بوتے پر "آگ مارکہ لیڈر" سُنیوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں، سول جنگ کی دھمکی دیتے ہیں۔ کس قدر ہوش رُبا واقعہ ہے کہ ہندوستان سُنی مسلمانوں کا ملک تھا سُنیوں نے سیکڑوں برس اس ملک پر حکمرانی کی، اور تہذیب کی بنیاد رکھی، لیکن اب اُن کا وجود نہ راعی کی نظر میں ہے، نہ دنیا کی نگاہ میں۔ ہم جہانگیر و عالمگیر کے وارث کچھ نہ رہے، اور برطانوی پالیسی کی پیداوار تین تیرہ نفری ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں۔ امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی ہیں، امیرِ شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے۔ ہمارا وہ مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضورِ پُرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ہمارا ہی مکمل پتہ بتایا تھا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی اہلِ سُنت وجماعت۔ اسکا مجرمانہ استعمال اپنے لیے وہ کر رہا ہے جو سُنیوں کو ہلاک کر دینے پر حلف اٹھا چکا ہے۔ سُنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے، اور اُس میں ایسے دل و دماغ تیار کیے جا رہے ہیں، جو سُنیوں کو ستائیں، جمہور سے سلسلہ سے ٹکر لیں، اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں، اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں ہمارے سلاطین و اُمراء و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ، ہمارے دشمنوں کا، ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے مخالفوں کا، ہماری خانقاہوں میں رسائی خانقاہ شکنوں کی، ایک بات ہو تو عرض کی جائے۔ ۶

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم؟

غضب یہ ہے کہ یہ سارے منظم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سُنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے سُنیوں پر کچھیرا ڈال دیا گیا ہے، اور آپ کی موجودگی میں آپ کے رسول کی اُمت

پاکستان میں سنیوں کی زبوں حالی

دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے۔ سُنّیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر اُنکے سُبّوح و قدّوس خدا جسکے سراوقاتِ جاہ و جلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں، اُسکو بالامکان جھوٹا کہا جاتا ہے سُنّیوں کو ایذا دینے کے لیے فضیلتِ علم میں شیطان کو رسول پر بڑھایا جا رہا ہے رسولِ پاک کے علم کو پاگلوں چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے۔ آج ختمِ زمانی نبوت کا انکار ہے تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے، بے دین مشرک پرست خود ہیں اور ہم دینداروں کو بدعتی مشرک کہتے ہیں۔ دین فروشی ملت فروشی وہ کریں اور سُنّیوں کو ملت فروش بتائیں۔ نام لیں مدحِ اہلِ بیت کا اور تبرا بکیں اصحاب پر۔ دعوت دیں مدحِ صحابہ کی اور کلام کریں قدحِ اہلِ بیت کا۔ ہر تو دین پر یلغاری ہے۔ دنیا میں سُنّی بازار سے نکالا جا رہا ہے، اُسکو مقروض بنا کر دبایا جا رہا ہے، اُسکی وراثتِ حکومت کو غصب کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ہے؟ یہ تو صراحتًا غلط ہے۔ بعونہ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء، ہمارے مشائخ اس ملک کے زمین و آسمان کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ آج تک اُنکے شمار کی آخری تعداد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکی، تو پھر کیا وہ ہماری سنتے نہیں؟ یا ہمارے حال کو دیکھتے نہیں؟ یہ بھی غلط ہے، وہ نہ سنیں تو پھر سننے والا کون ہے، وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کہاں رہتا ہے، کیا وہ غافل ہیں؟ یہ بھی غلط ہے۔ جنکی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہو سکے، وہ بیداری میں کیسے غافل رہیگا، تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں؟ یہ بھی غلط ہے، ہمارے لیے گاؤں گاؤں پھرنا، وادی وادی، چوٹی چوٹی، شہر بہ شہر، قریہ بقریہ پھر پھر کر ہمارے ایمان کو سنوارنا، ہمارے عمل کو سجانا، ہماری گئی ہوئی حکومت کو یاد دلانا، ہماری تاریخ کو دُھرانے کی سعی فرمانا، اور ایسے دَور میں جبکہ پیری مریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو، دین اور علمِ دین کا نام لینا قہقہے کی نذر ہو، مشائخ کو قوم پر بارِ گراں کہا جا رہا ہو

علماءِ دین پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو، پھر بھی دین کا وفادار اور سُنّیوں کا سوادِ طبقہ ہر طعن سے بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو اُنکا منصب ہے، اُن کے آقا کی سلطنتِ مصطفویہ نے اُن کو جس کرسی پر بٹھا دیا بعونہ تعالیٰ پوری ذمہ داری کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں، اُن پر فرقہ وارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی، اُنکو زمانے بھر کا فقیر کہکر چڑھایا گیا، اور وہ کونسی اذیت ہے جو اُنکو نہ پہنچی۔ مگر مرحبا اور ہزار مرحبا بیشمار مرحبا ہے اُنکے عزم و ثبات کو، ہمت و استقلال کو، کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام میں لگا رہا، اور اپنے پاک مقصد سے کبھی نہ ہٹا، اور اپنے مقدس فتوے کا ایک حرف کبھی نہ کاٹا، اور اپنے علم و عمل کی رفتار میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ اسی گروہِ پاک کے عزمِ پاک کا پاک نتیجہ ہے کہ اُنکے پیغام کی آواز بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے اسکول سے، کوچہ و بازار سے، در و دیوار سے آ رہی ہے، اور ہندوستان کا کونا سُنّی ہے جو نعرہ پاکستان سے پُرغیر ہے۔ دنیا نے فرعی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی تخریج کا نام ڈاکٹر اقبال رکھ دیا ہے۔ لیکن اسکو آج سُنئے کہ اس پیغام کے لیے قدرت نے عہدِ حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا، وہ ہماری آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے ناظمِ اعلیٰ اور بانی ہمارے سیدنا الافاضل استاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذاتِ گرامی ہے، اور اُن ہی نے سب سے پہلے اس دولت کو لیکر بانٹنے لگا اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکلی۔ بات دُور نکل گئی، میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے رہنما ہم سے بے پرواہ نہیں ہیں۔ پھر کیا بے رحم ہیں؟ توبہ توبہ یہ کہنا تو سفید جھوٹ بولنا ہے، اُنکی راتیں ہمارے لیے آہ میں کٹیں، اُنکے دن ہمارے غم میں بسر ہوئے اُنکے پاس کوئی ایسی دُعا نہیں جس میں ہمارا یاد نہ ہو، اُنکی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ ہماری ہر تڑپ اُس میں نہ ہو۔ پھر اندھیر نگری کیوں ہے؟ یہ ظالموں کی غارتگری اور سُنّیوں کی بیکسی کیوں ہے؟ میرے خیال میں اسکا ایک اور صرف ایک

جاب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہمارا کوئی نظام نہیں ہے، ہم میں
کوئی رابطہ نہیں ہے، ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرے کی حد سے الگ، ہمارا سردار
طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر۔ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں ہیں، کتنے ہیں
بتہ بعد اہل ہند کی نگاہ میں کوئی اسلامی آبادی ہے۔ جتنا اہل سندھ کے خیال میں
کرۂ زمین کے آخری سرے کا نام ہے۔ کتنے ہمارے پنجاب میں ہیں کہ لکھنؤ دیکھا
نہیں، بنارس سنا نہیں۔ کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، منٹگمری کو
سنا نہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب
ہمکو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیان اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے
ایک ضلع چاٹگام اور اسکے حواشی میں ۳۵ سو علماء اہل سنت مدرسین مبلغین
مصنفین و ارباب فتاویٰ ہیں۔ ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار
بیس ۲۰ ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آچکا ہے، تو ہم اس قدر متحیر ہوئے جس قدر ہمارے
سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سنکر حیران ہیں۔ اگر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے
اس قدر لشکری منظم ہو جائیں، اور اتنے کثیر قائدین کی قیادت مجتمع ہو جائے، تو پھر
کھلے بند غیر مسلم ہوں یا مسلم نما غیر مسلم ہوں کیا مجال کہ کوئی ہم سے ٹکرا سکے
اور کیا طاقت کہ ہمارے سامنے آسکے۔ کشتی لڑنا درکنار ہاتھ ملانے کی جرأت نہیں کر سکتا
ساری سازش تار عنکبوت ہو جائے، ساری چیخ پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ
وقیع نہ رہے۔ ہمکو جب یہ محسوس ہوا تو ملک و ملت کی حالت مجموعہ میں ہمارے لیے کوئی
چارہ بجز اسکے نظر نہ آیا کہ آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھا دیں، اور خود وفاداری کا
عہد کریں، آپ ججوں کی ایک عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں۔ آپ
مدعیین کو ایک مقام پر بٹھا کر اپنی بیماریوں کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق
ہیں اور ہماری قابل رحم حالت ہے جس نے جرأت دلائی، اور اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے

کہ ہم نے صرف سب سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام پر جمع کر دیا۔ نہ ہم میزبان ہیں، اور
نہ آپ مہمان۔ بلکہ ہم جان بلب ہیں، اور آپ مسیحا دم ہیں۔ آپ ہماری کراہ سے نظر پوشی
آپ ہماری ہچکی سے چشم پوشی نہ فرمائیں۔ ہم آپ کی خاطر کیا کر سکتے ہیں؟ ہمارے پاس
کھلانے کو روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے۔ ہم آپ کو کہاں ٹھہرائیں؟ ہمارے
پاس تو جھونپڑی کا چھپر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کے ٹھہرنے کے لیے
ہمارے خانۂ دل کی دنیا حاضر ہیں، اور آپ کی خاطر کے لیے جان حاضر ہے، [illegible]
اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ [illegible] ہے۔

مشائخ عظام و علماء اعلام! ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہو،
ہماری پرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ، رعایا مبلغ، علماء مبلغ، عوام مبلغ، پیر مبلغ،
مرید مبلغ، سوداگر مبلغ، مزدور مبلغ، کوئی ہے جو رسول پاک کے دست پاک پر اسلام
قبول کر کے مبلغ نہ بنا ہو؟ کوئی مثال ہے کہ صحابہ کرام سے دولت ایمان پانے والا
مبلغ نہ ہوا ہو۔ تبلیغ تو اسلام کا اصلی سرمایہ ہے۔ تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے
یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا تھا۔ نصرانیت کا [illegible] کان کیسا
میدان میں کہنے کے قابل کب تھا۔ مشرکین کے اوہام و خیالات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی
سب کے سب اپنے دین کے نام کو اپنی پرائیویٹ جائداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ
تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا، صداقت کی
روشنی کو پھیلا دیا، ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کر دی، رشد و ارشاد کا دروازہ
کھول دیا، جن و انس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو
مامور فرمایا کہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ، رسول پاک نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا
بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ بِکَلِمَۃٍ۔

میرا جد اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا، اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا، میرے

ہندوستان کا بادشاہ چشت میں پیدا ہوا اور اجمیر چلا آیا ، میرا سلطان
سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا ۔ میں غوث کی بارگاہ میں سرنیاز جھکا کر ، میں خواجہ کی
خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر ، میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا
نذرانہ لیکر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغ دین کے لیے تھا ۔ تبلیغ
ہماری اور صرف ہماری دولت تھی ۔ مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا ۔
عیسائی مشنری ایک نظام کے ماتحت ہے ۔ وا تجمن پرست مشرکین کا منظم سنگٹھن اور
شدھی کی ناپاک تحریک ہے ، اور ان کا نظام ایسی جوہری ہے کہ تبلیغ جسکا حصہ ہے
اسکا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے ۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو ، ہر صوبہ میں اسکی
شاخیں ہوں ۔ ہر ضلع میں اسکا آفس ہو ۔ ہر تحصیل میں اسکا انتظام ہو ۔ ہر قریہ میں
ایک ہی طریقہ کار ہو ، تو آپ دیکھ لینگے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامانِ مصطفےٰ
علیہ التحیۃ والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہوتا ہے ۔

حضرات ! دنیا میں ایک ذہنی انقلاب ہے اور قوموں کے کان ایسے پیغام کی
تلاش میں ہیں جو انسانیت کو انسانی شرف بخشے ، زمین کو گہوارۂ امن وامان بنادے
جہاں روح برسر عمل ہو ، اور نفس کا وجود و عدم برابر ہو ۔ اور آپ حضرات جانتے ہیں
کہ وہی چیز ہے جسکا نام پاک اسلام ہے ۔ اسی تبلیغ کی ایک اہم اور مقدس شاخ
تعلیم مذہبی ہے ، تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر کیجاتی ہے ، تعلیم ہی سے صحیح تدبر اور
درست فکر کی اہلیت ابھاری جاتی ہے ، اور تعلیم ہی سے قوم کو اس کے اصلی سانچے
میں ڈھالا جاتا ہے ۔ اس تعلیمی آوارگی کا خطرناک نتیجہ ہے کہ قرآن وحدیث کا پیارا
پیارا نام لیکر آپ کو ایسے لوگ نظر آتے ہیں ، جو خود مسخ ہوگئے ہیں اور اسلام کو مسخ
کرنے کا قصد کرلیا ۔ گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنے فتنوں نے برطانوی سایہ میں
جنم لیا ، وہ سب تعلیمی خامی کی ناجائز اولاد ہیں ۔ عقل کی سلامتی صحیح تعلیم سے ملتی ہے

ورنہ عقل ایسی ماری جاتی ہے کہ آپ اس جنونی طبقہ سے آگاہ ہیں جو پیغمبر اسلام
کی توہین کو اسلام کی تعلیمات میں تلاش کرتا ہے ۔ اس جنون کی کوئی حد ہے کہ شارع
کی عظمت کو اصلی شرع سے گھٹانے کی کوشش ہو جبکہ سب کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ
ادارہ تعلیم کا ہونا ہے سبب ہے ، اس طرف سے کسطرح شعوری گمراہی تو جہات تقید کو
دانشوری پر پھیلا ، یعنی علمی آواز نے کان لگا کر سننے والے کس طرح
کہ عبداللہ حسین نے مدینہ چھوڑا اور بالکل چھوڑا اور دشمن حرمین سے رشتہ جوڑا ۔
اب قرآن شریف اسلیے پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے کوئی تعلق ہو رہے ۔ حدیث شریف
میں ان کو بھی نظر آتا ہے کہ عیسائیوں کے ہاتھ بکتا ہو اسلام ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔
ایسی چیزیں صرف نا تعلیم سے جہالت ہزار درجہ بہتر ہے ۔ کیسی ناپاک نسیم ہے جو پاکستان
کی فضا سے اٹھے ، اور پاکستان میں جسکو اپنی زندگی محال نظر آئے وہ اسلامی تلوار
کی آزادی میں اپنی موت معلوم ہو ۔ کیا سنیوں کی سنیت اور مسلمانوں کی اسلامی غیرت
اس خوفناک مجرم کو برداشت کرسکتی ہے کہ ایسی درسگاہ کو رو رہے گراس کو زندہ
رکھا جائے ؟ ہرگز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں
کی خاصی تعداد ہے ۔ ہر صوبہ میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں ، اور ماشاء اللہ
خوب کام کر رہے ہیں ، صد ہا علماء سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت وارشاد خلق کی
خدمتیں انجام دیتے ہیں ، درس ، افتاء ، وعظ ، مناظرہ ، تبلیغ دین کی مساعی میں مصروف
ہیں ۔ یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرم عمل نہ ہوتے تو اس زمانہ میں بددینی
اور بھی ترقی کرتی ، اور مذہب کے جاننے والے میسر نہ آتے ، اور اسلامی اعمال سے دنیا
ناواقف ہو جاتی ، مگر باوجود اس کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ
ان علمی و دینی درسگاہوں میں کوئی نظم وارتباط نہیں ۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں
معیار تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں ، نصاب میں یکسانیت نہیں ، طریقِ تعلیم میں توافق نہیں

کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو، ایک ہی پرچۂ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالبعلم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اسطرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنیوالی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح گزرنا پڑتا ہے ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے برکت تعلیم سے ہر قوم اسلامی آن بن جائے تو پھر اُس آن کی وہ آن وشان ہے جسکو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے، انکو سہولت بہم پہنچائی جائے، ائمہ مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے، بڈھوں کے لیے شبینہ مکاتب کھولے جائیں، آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لیے کتابیں تصنیف ہوں، اور ہر تصنیف پر جمہوریت اسلامیہ کی نگرانی ہو، وہی کتاب شائع ہو جس پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو، علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کیے جائیں، سیاسیات، اقتصادیات، تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سُنّی لائبریری، سُنّی مدرسہ، سُنّی اسکول، سُنّی کالج، سُنّی یونیورسٹی، دین و دنیا کی حامل بن جائے، اور اُس سے ایسے دل و دماغ پیدا کیے جائیں جو صدق وصفا، عدل و وفا، شرم وحیا، جود و سخا، دشمنوں سے جُدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں۔ جن کا جینا مرنا اللہ کے لیے ہو، تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرۂ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے۔ جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے، وہ جہاں قدم رکھتی ہے اُسکو پاکستان بنا دیتی ہے۔

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سُنّیوں کی ساری کمزوریاں لاعلمی صحیح تعلیم کی

کمی کا نتیجہ ہے، علم درست طور پر پا جائے، تو خود معلوم ہو جائیگا کہ دوسرے ادیان ومذاہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد، کچھ خیالات، کچھ اوہام پر اعتماد کر کے اُسکا نام دین رکھ لیا جائے۔ اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے ہر جز کو میدان عمل میں بکثرت آ کر دیتا ہے۔ عقیدۂ توحید سے لیکر معاد کی تمام تفصیلات کو اسلیے منواتا ہے کہ جو کچھ مانتا ہے اُسکو کر کے دکھا دیتا ہے، اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے۔ دینداری کی سند حُسن کردار پر دیتا ہے۔ صاحب تخت وتاج ہو یا مسکین ومحتاج، سب کے لیے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے۔ یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے جس نے خدا کی پرستش کو رکوع وسجود میں محدود نہیں کیا، اور نہ مسجد ہی کو اسکے لیے خاص کیا، بلکہ اسلام سونے کو جاگنے کو چلنے پھرنے کو جم کر بیٹھنے کو، کھانے پینے کو، اہل وعیال کی نگرانی کو، بال بچّوں کی پرورش کو، صنعت وحرفت کو، کاروبار تجارت کو، مزدوری ومحنت کو، خلق کی خدمت کو، بزم کو رزم کو سب کو عبادت بنا دیا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا ہے کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے، اور کارزاروں میں بھی ہوتی ہے۔ ارکان صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ سے بھی ہوتی ہے، اور قلم کی رفتار اور تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتی ہے، ڈنڈوں اور ڈھیلوں سے بھی ہوتی ہے، اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اسلام کی بدولت خدا کو پوجتا ہے، پھر اسلام نے قبائل کے خون کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانی برادری کا پیغام دیا ہے، اور فخریہ تفاوتِ مدارج کو مٹا کر اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ فرما کر برتری کا مدار عمل صالح پر رکھ دیا ہے۔ اسلام کے پروگرام کا دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے، ساری دنیا نے دیکھا کہ اُمّیوں کو استادِ زمانہ بنانے والا، غیر متمدن کو تمدن کا علمبردار کر دینے والا، بکری کے چرانے والوں اور اونٹ کے گلہ بانوں کو تخت وتاج کا مالک بنا دینے والا

بے امنوں کے گہوارہ کو دارالامن کر دینے والا اسلام اور صرف اسلام ہے، مگر آہ کہ جہالت، بے خبری کے خطرناک نتائج اسے سامنے ہیں بے عملی ہت پر چھائی ہے، مسجدیں ویران ہیں، انکے امام بیشتر بے سند ہیں، اسلامی کلچر پر مغربی تہذیب کی لعنت لادی جاتی ہے، خانقاہوں کا صحیح استعمال چلا جا رہا ہے۔ ہر ایک نیا نیا الاکٹہ عمل اپنے جی سے بناتا ہے، قانون ساز کونسلوں کی بلا جب ملک میں آئی ہے، تو ان ناداروں کو دیکھ کر جنکے پاس کوئی حتمی قانون نہیں ہے اور وہ اپنی سوسائٹی کے لیے قانون سازی پر مجبور ہیں۔ اب مسلم نشست پر پہنچنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون بناتا ہے، تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اسکے پاس اس بارے میں کوئی قانون نہیں کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کر کے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ منکر سب خلع پر کیا بلا ہے؟ یہ سارا الیکٹ میں قوم مسلم کا شمول کونسی لعنت ہے؟ اور جہالت کا مہلک اثر یہ ہے کہ بے خبر ہیں اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں۔ علم دین میں ایک ان پڑھ سے بھی بدتر ہیں، اور پھر علماء دین کے شوخ آتے ہیں۔ برطانوی فقہ کے پست تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے۔ کمزور انسان کے بنائے ہوئے کمزور قانون سے جو روزانہ ترمیم کرتے ہیں، یہ ذہن اپنے اجتہاد و دماغ کو الحفتہ اور الٰہی قانون تک باریاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دارالتصنیف اپنے ہاتھ میں لے۔ نکاح و طلاق، وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنا دیا جائے، غیر شرعی قوانین کو ختم کر دیا جائے، مسلمانوں کے قضایا کے لیے اسلامی دارالقضا کو حکومت سے منوایا جائے، اور قانون سازی کے چسکے کو مٹا کر قانونِ اسلام کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے۔ خانقاہوں کو

نشرِ علم کا ادارہ بنا دیا جائے، میلاد شریف کی محفلوں کو بزمِ تبلیغ کر دیا جائے۔ اعراسِ بزرگانِ دین میں سُنّی کانفرنس کی روح ڈالی جائے، مسلمان کی صورت کو مسلمان کیا جائے، اور مسلمان کی سیرت کو مسلمان کیا جائے، مسلمان کی روح کو بھی بلند کیا جائے، اور مسلمانوں کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جائے اور بتا دیا جائے کہ ہر مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جسکی ذمہ داری خود ہر مسلمان پر بھی ہے ہمارے کل کے بچوں کو دیکھو تو چہرے پر خون کا چھینٹا تک نہیں، بکھرے بکھرے بازوؤں اور اونچے اونچے سینوں اور لمبی لمبی داڑھیوں والی قوم بیمار ہو جائے، مگر اپنے آگے زمانہ روپ بھرنے لگے تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات! وقت آ گیا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے عہد کو لوٹایا جائے اور سارے نظامِ شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے۔ یہ کام زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا، اپنا پریس، اپنا پلیٹ فارم، اور اپنا ہر کام ایسا ہے کہ غریب سُنّیوں کی برائے نام کمائی بھی اسکے لیے کافی ہے۔ سُنّیوں کے پاس اوقاف اس قدر ہیں جنکو درست کر کے برطانوی اصول پر نہیں بلکہ اسلامی اصول پر خرچ کیا جائے، تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے، ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علم پر خرچ ہو رہا ہے، مسجد پر وقف ہے اور سُنّی وقف بورڈ کے دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے۔ اگر اوقاف کے آمد و خرچ پر کنٹرول کر لیا جائے تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔

حضرات! ہمکو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہے ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جو انوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے، اور جسمانی صحت و تندرستی کے لیے تو بڑی ضروری چیز ہے۔ یہ چیز کبھی غریب مسلمانوں کی محض خواص تبرائی شہسواری اور عسکری ہمارا وہ مشغلہ تھا جس میں ہمارا کوئی ثانی نہ تھا، ہماری تندرستی

ضرب المثل بن گئی تھی۔ ہمارے جوان کو شیر نر اور صف شکن کہا جاتا تھا، مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی، تن آسانی، کاہلی، چہروں کی بے رونقی، اور پھر لازمی طور پر بیکاری و ناداری آگئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اکھاڑہ ایک مستقل ادارہ ہے، جسکو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا کر ان ایک نظام میں بنیان مرصوص کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے، ورنہ کمزور افراد کی نسل اور بھی کمزور ہوگی، اور کمزوری وہ بلا ہے جسکے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں۔ بیکاری قرضدار بناتی ہے، معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے، اور آخر میں روٹی کے لیے ضمیر فروشی ملت فروشی، پیسوں کے لیے قوم کا غدار وطن کا باغی ہو جاتا ہے، جسکو ہم آپ برابر دیکھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محتاجی جرائم کی ماں ہے، اور میں کہتا ہوں کہ تندرستی نہ ہونا محتاجی کا باپ ہے، اور جب یہ ماں باپ مجتمع ہو جاتے ہیں، تو بے پناہ بلاؤں کی نسل جنم لیتی ہے۔

اے صد ہزار احترام و عظمت کے پیکر بزرگو! کام بہت ہے، ہماری بیماریاں حد سے زیادہ ہیں، ہماری کمزوریاں لا انتہا ہیں، اور آپ کو ہمارے لیے بہت دکھ اٹھانا ہے۔ آپ تبلیغی نظام سے بسم اللہ فرمائیں، مبلغین پیدا کریں، اور میدان تبلیغ میں بھیجیں اور ایک سال کے اندر سارے ملک کے سنیوں کی مردم شماری کرلیں۔ اس رجسٹر کا خاکہ ایسا ہو کہ ہر سنی کا نام بقید ولدیت ہو، مکمل پتہ ہو، عمر، پیشہ، مالی حالت، تعلیمی حالت، قرضدار ہے یا نہیں، مقدار قرض، ادائیگی کے امکانات وہاں کی غیر سنی آبادی، مسجدوں کے امام، غیر مسلم آبادی، زمیندار، طریق زمینداری، تھانہ، تحصیل، ضلع، حکومت کی مقامی پالیسی، کوئی مدرسہ ہے یا نہیں، اس طرح اندراج ہو کر دفتر میں دیکھ کر وہاں کا نقشہ مکمل طور پر آنکھوں کے سامنے آجائے۔ اسی میعاد میں تمام مدارس اہل سنت کی تعداد، نصاب تعلیم، ذرائع آمدنی، کیفیت

مصارف بھی درج رجسٹر ہو جائیں، تو بعونہ تعالیٰ و بعون حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قوم خود بخود ابھرنے لگے گی۔ اور نظام و اجتماع کی روح تیزی سے قوت میں دوڑے گی، اور دوسری قومیں جو پچاس برس میں نہ کرسکیں، وہ مہینوں میں آپ کریں گے، یہ تو بیمار کو تندرست کرنا ہے، آپ حضرات نے تو مُردوں کو جلایا ہے۔ اپنے اولیاء کی کرامات حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے، اپنے علماء کے منصب نیابت رسول پر ہمارا اطمینان ہے، جو تاخیر تھی وہ آپ کے یکجا نہ ہونے کی تھی، وہ بھی بعونہ تعالیٰ میسر آگئی، اب ہماری شفا یابی یقینی ہے، ہماری کامیابی نظر آرہی ہے، اب ہم زندگی کی آس لگانے میں حق بجانب ہیں، اب آپ کی پاک نگاہی، پاک تدبیر، پاک تبلیغ ہمکو پاکستان عطا کرے گی۔

پاکستان کیا ہے؟

میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی "پاکستان" کا لفظ استعمال کیا ہے، اور پہلے بھی کئی جگہ "پاکستان" کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روز مرہ بن گیا ہے، اور وہ ولولہ ہے "پاکستان زندہ باد"۔ تماشائی زبانیں "پاکستان ہمارا حق ہے"، نعروں کی گونج میں "پاکستان لے کے رہیں گے" مسجدوں میں، خانقاہوں میں بازاروں میں، دیہاتوں میں لفظ "پاکستان" لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے، اور ملک بھر میں یہ لیگی بھی بولتا ہے، اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا۔ اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو اسکے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں، جو جنگ بولنے والا اسکو واضح طور پر نہ بتلائے، یونینسٹ کا پاکستان، وہ ہو گا جسکی منسٹری سر جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیگ کے پاکستان کو تعلق دوسری قومیں پوچھتی ہیں کہ ابتک اس نے "پاکستان" کے معنی نہ بتائے اور جو وہ سمجھتے ہیں ایک دوسرے سے الٹے بتاتے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا والی کہاں تک

اسکا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس ایجنڈا کو قبول کیا ہے اور جس پر [illegible] وہ اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے ہیں وہ صرف اسقدر ہے کہ ہندوستان میں ایک [illegible] اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو [illegible] بحکم شرع امن دیا جائے، انکے ان کے معاملات کو انکے دین پر چھوڑ دیا جائے، وہ جانیں اُن کا دستور جانے، اور کو وَاَتِمُّوا الْعُهُود عَهْدَهُم سنا دیا جائے، اور بجائے جنگ و جدل کے صلح و امن کا اعلان کر دیا جائے۔ ہر انسان اپنے پر امن ہونے پر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہ کرے گا۔ ان سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں، نہ بیانات [illegible] اداریئے دیکھے ہیں، نہ غیر ذمہ داروں کے لیکچر سنے وہ صرف اتنا سمجھ لئے کہ آزاد حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے انکے ساتھ ہو گئے ہیں، اور انکو پورا لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ انکے دستور اساسی کا کیا سوال ہے۔ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے وہی تجاویز منتقد بھی ہیں۔ لیگ انکے لیے کوئی بنیاد دین نہیں ہے جسکو سوچ سمجھ کر شوق بار قبول کیا جائے، بلکہ لیگ انکے جذبات کی محض ترجمان ہے، جسکو وہ ہر معترض سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں۔ خیر یہ تو انکی زبان میں پاکستان کی بحث تھی لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا "پاکستان" ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو، جسکو مختصر طور پر یوں کہئے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔ لیکن اگر عالم اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصہ بحصہ، تھوڑا تھوڑا کر کے پاکستان بنتا جائے، تو اس کو بنایا جائے

کسی حصۂ زمین کو پاکستان بنانا اسلئے سواد و سب حصہ کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے، بلکہ عالم اسباب میں سنت تدریج ہے۔ ہندوستان تک صحابہ کرام نہیں پہنچے تو وہ اسلئے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات و شرکیات سے راضی تھے، بلکہ اسکا سبب یہ تھا کہ الاہم فالاہم [illegible] تھا۔ صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جاہل نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و لعنات سے رضامندی پائی جاتی ہے بلکہ عالم اسلامی کو صاف نظر آ رہا تھا کہ جلد پاکستان ہونے والا ہے۔ معاہدے اور صلحنامے وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم کی تعمیل میں ہوتے ہیں، اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ روز حشر کے سامنے کیا عذر لیکر جائیگے۔ پاکستان میں اس جرم کو نہ بخشا جائیگا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو سنی کہکر اسلامی اقتدار کے تنور سے چڑھتا ہو۔

ہاں بعض کی بار بار [illegible] حال میں [illegible] مشن کے سامنے سنا جاتا ہے کہ کانگریس والے بھی پاکستان کا نعرہ لگا رہے ہیں، لیکن یہ پاکستان الیکشن تک ہے، جیسا کہ پاکستان کا [illegible] دشمن بھی [illegible] نہیں۔ کیا عجب ہے کہ [illegible] کے پاپوش [illegible] والوں کے لئے [illegible] پاکستان بنانا منظور ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرات! سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا ہے اور اسطرح آیا ہے کہ وہ سنی کانفرنس سے بالکل جدا گانہ ایک نظام ہے۔ یہی حقیقت بھی ہے۔ مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہے جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے، اور آل انڈیا سنی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے۔ پاکستان کی تعمیر کا اور [illegible] لیگ کو سنی مسجدوں، سنی اماموں، سنی خانقاہوں، مدرسوں، عرسوں، میلادوں، مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سروکار نہیں، اور نہ وہ صرف سنیوں کے نام پر کام کرتی ہے۔ پاکستان کا حق ملا تو

مسلم لیگ کو نہیں ملے گا، برطانوی مسلمانوں کو ملے گا، اور ان میں غلبہ چونکہ سنی مسلمانوں یعنی سُنّیوں کا ہے، تو پاکستان کا حق سُنّیوں کو ملے گا۔

سُنّی کیسا پاکستان بنائیں گے؟ اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں، عہدِ صدیقی کو دیکھ لیا جائے، دورِ فاروقی کی سیر کر لی جائے، عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے لایا جائے خلافتِ علویہ کا دیدار کر لیا جائے، اسی قسم کا پاکستان بنائیں گے۔ اگر سُنّیوں کو زندہ رہنے کا، اپنے دین کی حفاظت کرنے کا، اپنے مستقبل کو سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے، تو پھر ہر تنظیم سے زیادہ ضروری سُنّیوں کے لیے آل انڈیا سُنّی کانفرنس ہے۔ ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرنے سے تھک گیا ہے، اور منافع کے سوا خطروں سے الگ رہنا چاہتا ہے، اور وہ کونسلی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے، اور مانا کہ یہ دیکھ کر ہندوستان کی اکثریت کے منہ میں پانی بھر آیا ہے، اور وہ بلا شرکتِ غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور مانا کہ اسکا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جسکو مسلمان کہہ دے اُسکو یکجا کر کے اکثریت کے رام راج والے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے دیا جائے۔ اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے۔ اور یہ بھی بالفرض مانا کہ مسلم لیگ کے سوا عہدِ حاضر کی چالبازیوں اور دھاندلیوں کا کوئی جواب نہیں، لیکن پھر بھی سُنّی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر حاجت ہے جسقدر پہلے تھی۔ ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی امید رکھنی چاہیئے کہ اسکا جو قدم سُنّیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا، اور اسکے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا، آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی تائید اُسی کو بیدریغ حاصل ہوگی، اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی رہنمائی اُسکو قبول کرنی پڑیگی، اور ضرور کرنی پڑیگی۔

اگر ہماری حق گوئی کسی کے نزدیک جرم ہے، اور کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری طرف سے لیگ کی دشمنی ہے، تو ہمیں ڈیفنس میں ایک لفظ نہیں کہنا ہے، اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہمارا لیگی ہو جانا ہے، تو ہم اس خوش فہمی کو بھی قابلِ مضحکہ سمجھتے ہیں۔

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طبقہ نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں سے حکومت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا، یعنی علمائے حق وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں، نہ کسی شقی و غبی سے الجھتے ہیں، نہ کسی بدزبانِ بے لگام کو پرِکاہ برابر سمجھتے ہیں، وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں، حق گو ہیں، حق پرست ہیں، اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکمائے اسلام! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کر دیں، اور بیماریوں نے اسقدر نڈھال کر دیا ہے کہ ہم تھک گئے ہیں، اور ہماری بیماریوں کا بہت کچھ بیان رہ گیا ہے، آپکی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں آپ کی حذاقت نے ہمکو بھانپ لیا ہے، جو ہم نے کہا وہ بھی اور جو نہیں کہا وہ بھی آپ کی فراست کے سامنے ہے۔ للہ ہمارا علاج کیجیے۔ اپنے رسولِ پاک کا صدقہ ہماری امداد کیجیے، غوث کے نام کی بھیک دیجیے، خواجہ کے طفیل خبر لیجیے، نقشبند کی سرکار کا صدقہ دیجیے۔

ہائے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ کو رسمی طور پر بھی کہہ سکیں کہ ہماری خادمانہ فروگزاشتوں کو معاف کیجیے، یہ وہ کہے جو کچھ تو خدمت کرے۔ سمجھئے تو آپ کو اس شہرِ پُرزحمت میں کہ اپنا راشن اپنے ساتھ لائیے، ہم ایک نوالہ بھی نہیں دے سکتے۔ ایک مرتبہ سُنّی کانفرنس بمیدانِ کربلا میں قائم ہوئی تھی کہ نہرِ فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے، آج بنارس کی گنگا کا بھی حال ہے کہ

ہمیشہ آباد رہے۔ ہم شرم کے مارے اپنے سر جھکائے ہوئے آپکی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں، اور اپنی مجلس استقبالیہ کے مخلص درویشوں کے لیے درخواستِ دُعا کے، ساتھ ساتھ خاموش ہوتے ہیں، اور ہماری یہی خاموشی آپکے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی بہ ہزار ادب درخواست ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا وفادار

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی ابوالمحامد سید محمد غفرلہٗ کچھوچھوی

(صدر مجلس استقبالیہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس)

۲۷- اپریل ۱۹۴۶ء

إنّ من البیان لسحرا

الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ

یعنی

خطبۂ صدارت آل انڈیا سُنّی کانفرنس اجمیر شریف ۱۹۴۶ء

۵-۶ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا خصوصی اجلاس مسجد شاہجہانی واقع درگاہِ معلّیٰ اجمیر شریف میں حضرت عالی درجت سراپا برکت مرجع المشائخ، اکبر الکبراء مامنِ شاہ وگدا اولیواں سید شاہ آلِ رسول علی خاں صاحب (دامت برکاتہم) سجادہ نشین درگاہِ عالم پناہ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی دعوت اور ہدایت کے ماتحت ہوئے تھے، جن کی ایک نشست میں خود حضرت ممدوح مدظلہٗ نے مسندِ صدارت کو عزت بخشی، اُسی اجلاس میں، فرزندِ رسول جگر گوشۂ بتول، عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، رئیس المتکلمین حضرت مولانا الحاج المولوی السید الشاہ سید محمد صاحب محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہٗ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے یہ نفیس خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی منّ علینا اذ بعث فینا رسولاً وجمعنا علیٰ کلمۃ واحدۃ وکعبۃ واحدۃ وقرآن واحد وجعل لنا سعیاً مشکوراً وعملاً مقبولاً والصلوٰۃ والسلام من ھو حبل اللہ المتین والعروۃ الوثقیٰ بالیقین وھو الذی الّف بین قلوبنا اذ کنا اعداء فاصبحنا بنعمتہ اخواناً وباللہ مجتمعین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ الطیبین الطاھرین وعلی الائمۃ المجتہدین وعلماء امتہ واولیاء ملتہ وشہداء محبتہ وجمیع المتمسکین بسنتہ والمعتصمین وعلینا معہم وبہم ولہم ۔ **اما بعد**

مشائخ کرام، علمائے اعلام و برادرانِ اسلام! اللہ اللہ کیسی مبارک گھڑی، اور کیسا مقدس مقام، اور کس قدر بلند مقصد آج اور اس وقت میسر ہے کہ اگر اس ساعتِ حیات کی برکتیں تمام زندگی کے لمحات کو تقسیم کر دی جائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے۔ یہ شاہجہانی مسجد ہے جس کی بنیاد سے لیکر چوٹی تک جدھر نظر کیجئے تو اس حقیقت کی صاف شفاف و سفید جھلک موجود ہے جو ہمارے تخت و تاج والے حکمرانوں کو دلق و گلیم والے فرمانرواؤں سے تھی۔ لال قلعہ دہلی کے تخت طاؤسی پر جو سر سب سے اونچا نظر آتا تھا، وہ سب سے زیادہ جھکنے والا، اور جھکانے والا خاکِ پاکِ اجمیر میں دکھائی پڑتا تھا۔ سلطان السلاطین و شہنشاہ کا لقب خواجۂ خواجگان کی جاروب کشی نے بخشا تھا۔ خزانۂ عامرہ والے لعل و جواہر گدڑی والوں سے مانگ کر لیجاتے تھے۔ تیغ آزماؤں کی تلواریں گوشہ نشینوں کی چوکھٹ پر تیز کیجاتی تھیں، کلغی والوں کی کلغیاں ننگے تلووں والوں کے تلووں سے چھو کر اونچی ہوتی تھیں۔ آنکھ والوں کے لیے سرمۂ سعادت بصیرت والوں کی خاکِ پا ہوتی تھی۔ بے تدبیر والوں کی تقدیریں دعا والوں کی دعاؤں سے سنواری

جاتی تھیں۔ جاں بازوں اور خطرات کی توپوں کے دہانوں پر سینہ رکھ دینے والوں کی زرہیں نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب پڑھ کر مژدۂ نصرت و فتح دینے والی بشارتوں سے بنی تھیں۔ عزم والوں کو آہنی عزائم ذکرِ خدا دینے والے عطا فرماتے تھے۔ مرکوبوں کے طریقے ذکرِ آنّہ والوں سے سیکھے جاتے تھے۔ تیر والوں کے تیر بے نظر بر قدم اور قدم بر نظر والوں کے کنٹرول میں تھے۔ ہوشیاری و باخبری کی تعلیم پاس انفاس والوں کے سپرد تھی۔ ہمت و استقلال کی بھیک دل والوں سے مانگی جاتی تھی۔ عواقب و نتائج کی باگ اربابِ کشف و شہود کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ جہانگیری ترک اور عالمگیری تہور کا دار و مدار بوریا نشینوں پر تھا۔ اکبری آئین آئینِ ربانی والوں کی دربانی کرتے تھے۔ اور شاہجہانی حوصلہ کی تعمیر شاہ گر ولیوں کے ہاتھ میں تھی۔ خرچہ کے رسوائے عالم ڈاکو کے سر کرنیوالے ہاتھ میں خرقہ پوشوں کا دامن رات دن رہتا تھا۔ فقیروں کی خانقاہوں میں راجہ اور رعایا ایک ہی پوزیشن رکھتے تھے۔ اخوت و مساوات، حریت و مروت کا آخری فیصلہ مرشدِ برحق کا ارشادِ حق تھا۔ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت تھی، کانوں میں سننے کی اہلیت تھی، گداؤں کو شاہوں کی معرفت تھی، محتاجوں نے حاجت روائی کے دروازوں کو پہچان لیا تھا، شیر و شیر کی تجنیس عقل سے دھوکا نہیں ہوتا تھا، اولیاء کی ہمسری کا خواب بھی جرمِ عظیم تھا۔ دہلی و اجمیر کی درمیانی دراز مسافت اور راجپوتانہ کی سنگلاخ زمین اور پُرپیچ پہاڑیاں بھی حقیقت کو پردہ میں چھپا نہیں سکتی تھیں، اور دہلی کا قطب الاقطاب جہاں سے اپنے بخت کی یاوری، اور عالمِ غیب کے روحانی "ملک" حاصل کر چکا تھا وہیں سے مغل تاجداری، اپنی حکمرانیوں اور جہاں بانیوں کی سند پاتی تھی۔ اس شاہجہانی مسجد کے سنگِ مرمر سے پوچھو کہ شاہجہاں نے کس طرح مرمر پر سعادت حاصل کی کہ اسکی اس تعمیر پر شاہ روز سلطان اولیاء کی نظر ہے، جس کی بدولت

ان گنت عارفوں نے معبود برحق کے یہاں تعبدی سجدے کیے اور بیشمار ملائکہ کی
یہ ہر وقت گزرگاہ ہے۔ انہی پر یادِ الٰہی کی یادگاریں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مقام کے
تقدیس کا خیال کر کے یہاں پاؤں رکھتے ہوئے کلیجہ تھراتا ہے، اور سر کے بل چلنے کو
دل تڑپ اٹھتا ہے۔ یہ تو خانۂ خدا اور سجدہ گاہِ اولیا کا حال ہے۔

اور وہ سامنے سلطان السلاطین کا دربار اور خواجۂ خواجگاں کی سرکار ہے۔
آفتابِ ولایت کی ضیا باریاں ہیں، اور ماہتابِ کرامت کی نور پاشیاں ہیں، فیض و
کرم کا چشمہ اُبلا پڑتا ہے، اور غریب نوازیوں کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔
قدسیانِ چرخ اگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، تو سرستانِ زمین ہی کا میلا دیکھ لیجئے
سبحان اللہ کیسی شمعِ ولایت ہے کہ دنیا پروانہ وار فدا ہو رہی ہے۔ کیسا مالکِ تخت
تاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے۔ جنکو ہم امیر کہتے ہیں وہ یہاں کا فقیر ہے،
اور جنکو ہم فقیر جانتے تھے وہ یہیں کا دستگیر ہے۔ سلطان کا سلطان، بادشاہوں کا
بادشاہ، غریب نوازوں کا غریب نواز، خواجوں کا خواجہ، ساقیوں کا ساقی، یاروں کا
یار، پیوں کا پیا، محبوبوں کا محبوب، دیکھیے دیکھیے شہر ہی کا کلس ہے کہ نور کا بکا،
قبہ بیٹھا ہے کہ نور ظہور کا تڑکا ہے۔ تجلیوں کے خواجہ تیری ایسی تجلیاں، اے قدرت
نمائیوں کے داتا تیری یہ کار فرمائیاں۔ آنکھوں میں چکا چوند ہے، دل سرشار ہے،
دماغ خدا جانے کہاں پہنچا ہوا ہے، آسمان کا تارا تارا، چمنستانِ دہر کا چپّہ چپّہ
زمین کا ذرّہ ذرّہ، حاضرین کا ہر چھوٹا بڑا، میری روح کی گہرائیوں کا گوشہ گوشہ
میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا کس مزے میں زبانِ حال سے گویا ہے کہ ؎

معینا دستگیرا بادشاہا مرشدا خواجہ
طفیلِ رحمۃٌ للعالمین چشمِ کرم برما

آج رجب شریف کی چھٹی شب ہے، ہندوستان بھر میں چشتی عید ہے، بیارِ حقیقی سے

وصالِ خواجہ کی تاریخ ہے، عرس شریف کا دن ہے، خواجہ بزرگ کی یادگار ہے۔
قرآن کریم کی زبان میں اَیّامُ اللّٰہ میں سے ایک ممتاز یوم ہے، وحیِ الٰہی کی
شہادت ہے کہ خاصانِ حق و مقبولانِ درگاہِ مطلق کا یومِ ولادت و یومِ وصال بعد
یومِ حشر و لاتعین تاریخ ہے، [illegible] لاہوتی سلامتیوں اور ربانی رحمتوں کی بارش
لایا کرتے ہیں، اسیرانِ نفس و معصیت کو رہائی دیجاتی ہے، اپنے ربکا پانیوالے
بے حساب پاتے ہیں اور بے تحاشا بانٹتے ہیں، کمائی والے زیادہ سے زیادہ اجر میں
حاصل کرتے اور اپنے وابستگان کو عطا فرماتے رہتے ہیں، اور بیشمار نعمتوں میں
سے یہی ایک کیا کم ہے کہ تکبیر بلند ہیں، آنکھوں کو بینائی ملتی ہے، بینائی کو تیزی
بخشی جاتی ہے، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا صدقہ ملتا ہے، اسلام کی بخشی
ہوئی تیز نگاہی کی حفاظت کا ثمر ملتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔
قوموں نے اپنے گرد و پیش آگ، پانی، مٹی، ہوا کو دیکھا، تو آنکھیں بھٹک گئیں، اور
حقیقت تک باریاب نہ ہو سکیں، عقلیں سوختہ ہو گئیں، ہوشمندی ڈوب کر رہ گئی،
انسانی شرافت خاک میں ملا دی، فہم و فراست ہوا ہو گئی، آسمان کی طرف آنکھ اٹھائی
تو چاند سورج اور ستاروں سے آگے نہ بڑھ سکیں، اور چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ یہ آتش پرستی
اور گنگا پوجا، یہ بت پرستی، یہ ہوائی اور وہم نگاہوں کی کمزوریاں نہیں تو کیا بلا ہیں؟
چندرما پوجا، سورج پوجا، گرہن پوجا، اور ستاروں کی پرستش اندھاپن نہیں تو
اور کونسی لعنت ہے، لیکن اسلام کی تیز نگاہی! اللہ اکبر! آثار کو دیکھا اور مؤثر کا
یقین آیا۔ افعال سامنے آئے اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کی قدرتیں [illegible]،
صفات کی تجلیات نے ذات کی طلب پیدا کر دی، اجرامِ فلکیت کے پردے چاک کر دیئے
استمدادِ خرق و التیام کے نکتہ کو استخفا کر دیا، اور جاتے جاتے نگاہیں حقیقت تک
پہنچ گئیں، شیدائے جمال کعبہ جیکے حرم میں آج تک آنکھ [illegible] سیہ پوش ہے، اور عرشِ عظیم

پھٹا دیا، جنکی اب بھی جھلیاں ہیں اسلامی آنکھوں نے لذت دید میں سرشار ہوکر
اس کو اپنے دل میں رکھ لیا۔

یہ اس اسلامی تیز نگاہی کی کرامت ہے کہ خواجہ خلوت کدۂ قبر میں پردہ نشین ہوئے قبر کو تعویذ قبر نے چھپایا، تعویذ قبر نے غلاف کی چوندا اوڑھ لی، ان سب پر گنبد آکر چھا گیا، لیکن اسلامی آنکھ کیلئے کسی چھپانے والے نے خواجہ کو چھپا لینے میں کامیابی حاصل نہ کی۔ تعویذ قبر پر رخسار رکھ دینے والوں، اور غلاف قبر کو سر پر رکھنے والے آنکھ والوں سے کہ ان سب کا لابس اور قبر کا مقبور کس کو پایا؟ اور اگر پیش نظر نہیں تو لباس میں کیا رکھا ہے، اور اگر مقبور پر نگاہ نہیں تو قبر میں کیا دھرا ہے۔ یہ وہابیت کا اندھا پن ہے کہ ٹٹولتے ٹٹولتے قبر تک پہنچی تو خاک پتھر کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا، اور محروم ازلی ہوکر رہ گئی۔ اور یہ اسلام کی تیز نگاہی ہے کہ قبر کو مقبور سے نسبت بخشی۔ کفار کی قبروں کو اکھاڑ دینے کی اجازت دی کہ کفر و کفار کو کسی احترام کا حق نہیں، مومن کی قبر پر اس آقا و مولی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے قدم پاک رکھنا گوارا نہ فرمایا جنکے تلووں کے نیچے ایمان والوں کی جنتیں ہیں، تو پھر مقبولان بارگاہ کی قبروں کا کتنا رتبہ ہوا، یعنی وہابیت کہتی ہے کہ قبر کو دیکھو، اور اسلام کہتا ہے کہ مقبور کو دیکھو۔

یہ تو ہم مسلمانوں کا روز مرہ ہے کہ قرآن شریف کو تلاوت کے لیے لیا، اور پہلے جزدان کو چوم لیا، پھر جلد کو چوما، اور پھر کھول کر تلاوت میں لگ گئے۔ یہ جزدان کے کپڑے کو نہیں چوما، یہ جلد کے چمڑے کو نہیں چوما، بلکہ جزدان کے اندر جلد میں چومنے کے قابل چیز ہمکو پہلے ہی سے نظر آگئی اسکو چوم لیا۔ دال کو نہیں چوما، مدلول کو چوما، یا مدلول سے دال کی جو نسبت ہے اسکو چوما۔ ہاں ہاں غلاف قبر کو کوئی نہیں چومتا، اسکی اس نسبت کو چومتا ہے جو مقبور سے اسکو حاصل ہے۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہیں کتنا مقدس مقام، اور کس قدر اہم الوان اور

کتنی خاص تاریخ میسر ہے، زمان و مکان کی شرافت پوری پوری موجود ہے، اور بعونہ تعالی اخوان کی شرط بھی موجود ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم گنہگار نہیں، سہوکار نہیں خطا شعار نہیں۔ لیکن ہاں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں، ہم غدار نہیں۔

زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں، دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا، کھلے بازار میں ملت فروشی کی جا رہی ہے، ضمیر فروشی قوم فروشی کا بلیک مارکیٹ قانون کی زد سے بھی آزاد ہے۔ نام دار العلوم رکھا، اور کام وویا مندر کا کیا۔ نام پوچھو تو احرار بن جائیں، اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اترا آئیں۔ یا رسول اللہ سنکر گھبرائیں، اور بندے ماترم کا ترانہ گائیں، نعرۂ تکبیر سے الجھیں، اور اپنے باپو کی جے منائیں۔ مسلمانوں بیزار، اور مشرکوں کے علمبردار۔ ابتو شہنشہ کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی ہیں۔ سب کچھ ہے، مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست، تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک انچ نہ ہٹے چودہ سو برس کی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا، اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا۔ نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ اکثریت کی سرمایہ داری کا جال ان کو پھانس سکا، یہ خواجہ کی دہائی دینے والے، یہ میلاد و قیام والے، یہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجگی کرامت نے ان کو کھڑا کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے ستھرے خواجہ والے غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں۔

اور اللہ تعالے کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے، جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر لایا تھا، جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے، جسکے لیے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ

اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہنچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اُس دینداری کی آزادی ہے۔ ذرہ ذرہ کو مُسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے، انسان کو پاک کرنا، اور انسانی آبادی کو **پاکستان** بنانا ہے۔

ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ زمانہ اب روشنی کی اہلیت واستعداد کو نہیں، بلکہ کیڑے مکوڑوں کی کثرت تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر [illegible] پوتر، اور اللہ کے پاک بندوں کو ملیچھ کہا جاتا ہے۔ جن غداروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں تھا اُن کو دیسی، اور جنکے لیے زمین پیدا کی گئی، اُن کو بدیسی کا لقب دیا جاتا ہے۔ **فلسطین** میں ذلت کے ماروں اور بے مسکن آواروں کو مسلمانوں کے سینہ پر لا بسایا جارہا ہے۔ کعبہ میں فریضۂ حج پر ایک ہزار کا ٹیکس لگایا جارہا ہے۔ **انڈونیشیا** کے مسلمانوں پہ پہلے رجمی آزمائی جارہی ہے اور بڑا غضب یہ ہے خواجہ! کہ آپ کا پڑھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہوئے کچھ ملت فروش دستار کے شملوں کو چوٹیوں پر، شلواروں کو چوٹیوں پر، صرف چند ٹکوں کیلیے نچھاور کر چکے ہیں۔ تہمد والوں نے دوبارہ ایک تہمد بنا لیا ہے۔ اب ایک جیبیاں نہیں بلکہ جیبیاں کی پلٹن ہو گئی ہے، اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ والے مسلمان یعنی سُنّی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

اے میرے خواجہ! آپ کے وفاداروں نے آپ کے اللہ اور آپکے رسول اور آپ کے اخوان اولیاء کے خلاف آوازے سُنے تو ننگ ستاخوں کے جبہ و دستار نہ دیکھے، اور نہ دلیش کی آرائش سے مرعوب ہوئے، اور صرف اسلئے ان کو چھوڑ دیا کہ بے ان کے چھوڑے اے خواجہ آپ کا دامن چھوٹا جاتا تھا جو کسی طرح قابل برداشت نہ تھا۔ شاید ہماری یہی ایک نیکی کام آئی، اور اسی وفاداری پر

خواجہ کو رحم آگیا، کیونکہ بلاشبہ ہندوستان میں یہ **ولی الہندی** کی کرامت ہے کہ ہمارے اُن رہنماؤں کو بیداری بخشی جنکو رہنمائی کی سند زبان وحی سے ملی ہے۔ اب انکی نظر ہماری کمزوریوں پر نہیں، بلکہ اپنے بازو کی قوت پر پڑنے لگی، وہ رہنما کون ہیں؟ یہی ہمارے پیر، ہمارے علماء اہلِ سُنّت وجماعت، سارے پیر خانقاہوں کی چہار دیواریوں نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے، سارے علماء مدرسوں سے باہر بھی آکر کھڑے ہوگئے اور ارادہ کر لیا تو کروڑ سُنّیوں میں روٹھے ہوؤں کو منایا جائے، اُن کو مبلغ بنا کر وہ ذمہ داری دیجائے کہ مرنے سے پہلے کسی دشمن نہیں تو ایک غیر مسلم کو مسلمان کرنا ہے، علماء کو تعلیم دیجئے آراستہ کر کے اُنکے علم کو، اُنکے عمل کو، اُنکے اخلاق کو پاک کر دینا ہے، تاکہ جہاں وہ قدم رکھیں **پاکستان** ہو جائے۔ اب ایسے مدارس ناقابل برداشت ہیں جو سُنّیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سُنّیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں، اور سُنّیوں میں انتشار پیدا کریں۔ اب تمام سُنّی مدارس کو ایک نظام میں لاکر ان میں تعلیم و تربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے۔ دار القضاء، دار الافتاء، سب کو مرکزی شان سے چلانا ہے، خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے، اور اُن میں تبلیغ و تعلیم کی رُوح پھونکنی ہے۔ المشائخ کلھم کنفس واحد ہو کر کے دکھانا ہے ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ **ہندوستان کو پاکستان** بنا کر دکھا دینا ہے۔

یہی علماء و مشائخ اور ان کے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں، جنکا نام **آل انڈیا سُنّی کانفرنس** یا جمہوریت اسلامیہ ہے۔ اور جس میں اس وقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے، اور اسی سُنّی کانفرنس کا آج خواجہ کی چوکھٹ پر جلسہ صرف اپنے خواجہ کے حضور حلف وفاداری اٹھانے کا ہے۔

میرے سُنّی بھائیو! اب ہم پر حجت الٰہیہ ختم ہو چکی، اور اگر ہم ان رہنماؤں سے بچھڑ گئے، تو میدانِ حشر میں ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ ہمارے جگانے والے پکار رہے ہیں کہ "سُنّیو! جاگو جاگو"۔ ہمارے ہوشیار کرنے والے آواز دے رہے ہیں کہ "سُنّیو! ہوشیار، خبردار"۔ ہمیں ترقی دینے والے بلا رہے ہیں کہ "آؤ بڑھے چلے آؤ"۔

اے سُنّی بھائیو! اے مصطفےٰ کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے، اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی لت چھوڑو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، **پاکستان** بنالو تو جاکر دم لو، کہ یہ کام اے سُنّیو! سُن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار **پاکستان** کا نام لیا ہے، اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ **پاکستان** بنانا صرف سُنّیوں کا کام ہے، اور **پاکستان** کی تعمیر **آل انڈیا سُنّی کانفرنس** ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری ہے، اور نہ سُنّی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ **پاکستان** کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چبھ رہا ہے اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے، اور اپنا وظیفہ کون سرپھرا ہے جو اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان کا دشمنان است، یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لیے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلاخوف لومۃ لائم کر دیا ہے۔ اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو **پاکستان** کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو، الکفر ملۃ واحدۃ۔ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بےشمار اختلافات رکھتے ہوئے **پاکستان** کے خلاف صف آرائی کر لی ہے، اور مسلم لیگ میں **پاکستان** کا پیغام کس نے پہنچایا، اور لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اسکو بنایا؟ اگر تاریخی طور دیکھا جائیگا تو وہ صرف

سُنّی ہیں۔ **پاکستان** کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سُنّی کانفرنس کی مجلسِ عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ **زین الحسنات** صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھا ایسا ہے کہ اگر ایکدم سارے سُنّی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتادے کہ **مسلم لیگ** کس کو کہا جائیگا؟ وہ اسکا دفتر کہاں رہیگا؟ اور اسلامی جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا؟

> اسکے بعد حضرت محدث صاحب قبلہ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے خطبہ فرماتے ہوئے ارکین و حاضرین کو اس معرکۃ الآرا خطبۂ صدارت کے چند اقتباسات سنائے جو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اجلاس بنارس میں حضور سے عام ہو چکا تھا اور فرمایا

میں اپنے سُنّی بھائیوں کو آخر میں پھر دعوت دیتا ہوں کہ زندگی کی پہلی فرصت میں سُنّی جھنڈے کے نیچے آجائیں، جس کا سبز رنگ قبۂ خضرا کی سرسبزی سے ماخوذ ہے، اور جس کا ہلال بدرِ کامل ہونے کی تڑپ رکھتا ہے، اور جس کی چمک اپنے آغوش میں اس سبز گنبد کو لیے ہے جس کے سایہ میں دین اور دنیا کی بھلائی قدرت نے رکھی ہے

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

فقیر ابو المحامد سید محمد غفرلہٗ اشرفی جیلانی

(صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس!)

تراجم و مطبوعات ادارۂ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لاہور

مترجم فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی دامت برکاتہم

کتاب	تفصیل	روپے — پیسے
نعیم العطار	ترجمہ کتاب الشفار (قاضی عیاض) حصہ اول	۴ — ۰
" "	" " " " " " " " حصہ دوم	۴ — ۰
ایامِ اسلام	یعنی ترجمہ ما ثبت من السنۃ از شیخ محقق محدث دہلوی مکمل (عربی صرف ڈھائی روپے ، صرف اردو تین روپے)	۵ — ۰
اصول السماع	از علامہ فخر الدین زرادی رحمۃ اللہ علیہ مع عربی و اردو	۰ — ۳۷
بکھرے موتی	ترجمہ "الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ" السیوطی	۱ — ۰
بشری الکئیب بلقاء الحبیب	(عربی مع ترجمہ) السیوطی	۰ — ۴۳
تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابو حنیفہ	السیوطی	۰ — ۷۵
مسالک الحنفاء لابوی المصطفٰے	(عربی مع ترجمہ) السیوطی	۱ — ۵۰
شروح الغیب	ترجمہ "فتوح الغیب" از شیخ محقق دہلوی	۲ — ۵۰
نعیم العرفان	ترجمہ "تکمیل الایمان" از شیخ محقق محدث دہلوی	۱ — ۵۰
نجدی مذہب	ترجمہ "الصواعق الالٰہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ"	۰ — ۵۰
بیان المیلاد النبوی	المحدث ابن جوزی (عربی مع ترجمہ)	۰ — ۵۰
سوانح کربلا	(از سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ)	۱ — ۵۰
سیرت صحابہ	(از سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ)	۱ — ۵۰
کتاب العقائد	(از سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ)	۰ — ۱۹
الطریق المحبوب ترجمہ کشف المحجوب		۸ — ۰
حیاتِ صدر الافاضل		۳ — ۰
نعیم البیان فی تفسیر القرآن پارہ اول		۳ — ۵۰
خطبۂ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس		۰ — ۳۰

قطعہ

شکستہ حال و شکستہ دل و شکستہ امید
زباں شکستہ ہوں باتیں شکستہ کہتا ہوں
شکستہ خط میں شکستہ قلم سے حالِ شکست
شکستہ دل کا شکستہ ورق پہ لکھتا ہوں

اے زائرِ کوئے نبی اتنا تو کر اے مہرباں
اہلِ مدینہ کو سنا حالِ نعیمِ خستہ جاں
مایوسیوں کی کثرتیں ناکامیوں پر حسرتیں
تنہائیوں کی وحشتیں اندوہِ غم کی داستاں
بیتابیوں کا سلسلہ بےچینیوں کا مشغلہ
ناصبریوں کا غلغلہ اور شدتِ دردِ نہاں
سر میں ہے سودائے جنوں وحشت سے حالت ہے زبوں
دل سے ہوا رخصت سکوں آنکھوں سے اشکِ خوں رواں
شدت پہ ہے دورانِ سر زوروں پہ ہے دردِ جگر
خوں رو رہی ہے چشمِ تر پھٹکا ہوا ہے دل کتاں
جاتی رہی ہے تاب و تواں اعضا میں قوت ہے کہاں
غم نے کیا ہے نیم جاں درد و جدائی الاماں
یہ شورشِ طوفانِ غم یہ سوزشِ رنج و الم!
ہجراں کے یہ جور و ستم اور یہ ضعیف و ناتواں
دن حسرتوں میں کاٹنا راتوں کو رونا جاگنا

ہر وقت غم کا سامنا ہر لحظہ آنکھیں خونفشاں
اعدا کے نرغے ہیں خدا اپنے ہوئے ہیں بے وفا
ہر سمت سے آئی بلا آفت کا ٹوٹا آسماں
جور و ستم کی بارشیں اور دشمنوں کی سازشیں
بیکار ہیں سب نالشیں مسلم کا خوں ہے رائیگاں
ہم کیا کہیں حالِ تباہ ہم سے ہوئے بیحد گنہ
بیشک ہیں ہم نامہ سیاہ نادم ہیں اب ہم پشیماں
رَبِّی ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا تُبْنَا اِلَیْکَ رَبَّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا مَا قَدْ مَضٰے بخش اے رحیمِ بیکساں
یَا اَهْلِ طَیْبَة اُنْظُرُوْا اَحْوَالَنَا لَمَّا ذَهَبُوْا
عِنْدَ الشَّفِیْعِ وَاشْفَعُوْا فِیْ حَضْرَتِہٖ بِالْجِنَانِ
قُوْلُوْا لَہٗ خَیْرَ الْوَرٰی اِرْحَمْ عَلٰی مَنْ قَدْ عَصٰی
جَاءَ اِلَیْکَ تَائِبًا کن درگزر از جرمِ آں
اے خاتمِ پیغمبراں اے سرورِ ہر دو جہاں!
اے مالکِ کون و مکاں رحمے بحالِ عاصیاں
اے رحمتِ عالم مدد اے سیدِ اکرم مدد
اے دافعِ ہر غم مدد امداد اے شاہِ جہاں
فریاد اے سلطانِ دیں اے رحمۃ للعالمیں
تم ہو شفیع المذنبیں اس در سے ہم جائیں کہاں
فریاد اے محبوبِ رب فریاد اے شاہِ عرب
ہم تم سے کرتے ہیں طلب دل کی مرادیں بیگماں